۷۸۶

7228

تأثرات

عربی، فارسی کے کلچرل ادبی اثرات، اردو، ہندی ادب اور تمدن پر

از الحاج حکیم ابوالحسنات ایوب حسن بیدل فاروقی

فاضلِ طب، فاضلِ دیوبند، مولوی فاضل

منشی فاضل، ادیب فاضلِ پنجاب یونیورسٹی

صدر شعبۂ عربی، فارسی، اردو گورنمنٹ ٹریننگ کالج میسور

ایک دہلی نہیں کل ہند کی جاگیر ہے یہ ⁂ دامن اردو کا فراخ اور جہانگیر ہے یہ

اس صفت سے جو مزین ہے زبان اردو ⁂ مرجع شیخ و برہمن ہے زبان اردو

پرارتھنا اس میں ہوئی اس میں مناجات ہوئی ⁂ دین اور دھرم کی اردو سے مدارات ہوئی

(قیمت [redacted]) مطبوعہ برقی پریس ڈاکٹر عمر شریف روڈ بنگلور

135930

اثرات

علامہ ابوالحسنات بیدل فاروقی صاحب فاضل علوم مشرقیہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔ آپ کی ذات گرامی سے ریاست میسور زائد از تیس سال سے مستفید ہوتی چلی آرہی ہے۔ ہم مشکور ہیں سابق مہاراجہ میسور کے حسنِ انتخاب کے کہ صاحبِ موصوف کا تقرر گورنمنٹ ٹریننگ کالج میسور کے اردو، فارسی و عربی کے صدر شعبہ کی حیثیت سے عمل میں آیا۔ چنانچہ آج آپ کے تلامذہ عظیم تر ریاستِ میسور کے ہائی اسکولوں کالجوں اور یونیورسٹی میں اعلیٰ علمی و فنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

زیرِ بحث تالیف "تاثرات" علامہ موصوف کی فکری کاوشوں کا ایک انوکھا اور دلآویز مجموعہ ہے۔ اس سے ادب کی نئی قدریں اجاگر ہوتی ہیں۔ اردو اور ہندی پر عربی اور فارسی زبان و تمدن کے جو اثرات پڑے ہیں انھیں بڑی خوبی سے دلنشیں انداز میں بیان کیا ہے۔ دراصل یہ صاحبِ موصوف ہی کا حصہ تھا کہ اس موضوع پر ایک اچھوتے انداز سے قلم اٹھائیں۔

غالباً سولہ سترہ سال پیشتر عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد میں ایک علمی ہفتہ منایا گیا تھا جس کے "کلچرل اثرات" کے اجلاس میں علامہ بیدل کا ایک مضمون پڑھا گیا تھا۔ اسی "تاثرات" کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اردو ادب کی اسی "شاخِ طوبیٰ" کو "شجرِ طوبیٰ" بنا کر "تاثرات" کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ اس تالیف کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ اردو زبان کی قومی یکجہتی کی اسپرٹ کو بڑی وضاحت اور استدلال کے ساتھ پیش کرتی ہے۔ برادرانِ وطن کے جو کارنامے اردو ادب کے اضافہ کے تعلق سے "تاثرات" میں پیش ہوئے ہیں وہ "ہندو مسلم بھائی بھائی" کے نعرہ کی روح اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔ یہ لسانی نمونے کسی دوسرے کشکولِ ادب میں شاید میسر نہ آئیں۔ کتاب کا مطالعہ ہمارے اس ایقان کو اور زیادہ قوی کرتا ہے

Marfat.com

کہ اردو کسی خاص فرقہ کی ملکیت نہیں ہے۔ بلکہ اپنے مزاج کے اعتبار سے ہندوستان میں قومی اتحاد کی کفیل و ضامن بھی زبان ہو سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں استدلال حکومت کے عمائدین اور برادرانِ وطن کے ذی علم اہلِ قلم کے بیانات سے بھی کیا گیا ہے۔

ہم علامہ موصوف کے شکور ہیں کہ آپ نے اس اعلیٰ تالیف میں کچھ ابتدائی حصہ ہماری میسور اسٹیٹ اردو کانفرنس منعقدہ ۲۶ - ۲۷ جولائی ۱۹۶۵ء کی خاطر بڑھا دیا۔ جس کا عنوان "جنوبی ہند میں اردو کا مقام" تھا۔ یہ باب اردو کانفرنس میں پڑھا گیا۔ اور اربابِ ذوق نے اسے قدر کی نگاہوں سے دیکھا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ علامہ حسب وعدہ اپنی اس سلسلہ کی فکری کاوشوں کو جاری رکھیں گے اور اس صنف میں اپنی مستقل تصنیف جس کی یہ "تاثرات" پہلی قسط ہے۔ جلد ہدیۂ اربابِ فن فرمائیں گے۔ ساتھ ہی ساتھ ہمیں یہ توقع ہے کہ اس بے لوث خدمت فن کو شمال و جنوب میں اربابِ حکومت اور اردو زبان کے قدردان اچھی نظروں سے دیکھیں گے اور قدر و منزلت بخشیں گے۔

فقط

خادمانِ زبانِ اردو

(۱) میر مقصود علی خاں بی۔ اے۔ ایل۔ بی۔

نائب وزیرِ معدنیات حکومتِ میسو و صدر استقبالیہ آل میسو اسٹیٹ اردو کانفرنس بنگلور۔

(۲) شیخ مصلح الدین بی ایس سی۔ جنرل سکریٹری آل میسو اسٹیٹ اردو کانفرنس بنگلور

و صدر بنگلور ڈسٹرکٹ وقف کمیٹی بنگلور۔

و نائب صدر۔ انجمن مسلمانان ملک میسور۔ بنگلور

بنگلور ۲۹ جولائی ۱۹۶۵ء

Marfat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	انتساب	۲
۲	جہان اردو	۳
۳	چٹخارے	۴
۴	مقدمہ از مؤلف	۵ تا ۱۸
۵	شانِ اردو	۱۹
۶	الہامی نظم	۲۰
۷	بیانِ ادب	۲۱
۸	دیباچہ از مؤلف	۲۲ تا ۲۳
۹	جنوبی ہند میں اردو کا مقام	۲۴ تا ۳۲
۱۰	دیباچہ از دارالحسنات	۳۳
۱۱	آجکل	۳۴
۱۲	اولین تاثرات	۳۵
۱۳	عرب کی شاعری فطری نیچرل	۳۶
۱۴	محمد بن تغلق کی سیاست	۳۷
۱۵	ولی اورنگ آبادی	۳۸
۱۶	عربی تمدنی اثرات کے نمونے	۳۹
۱۷	مثنائیں	۴۰ تا ۶۰

تناول فرمانا[1] ۔ شوق فرمائیے[2] ۔ بسم اللہ کیجیے[3] ۔ حلال خور[4]
بول و براز[5] ۔ نوکر[6] ۔ خلیفہ[7] ۔ شراب[8] ۔ دعوت[9] ۔ حامہ[10]
صحبت[11] ۔ طوائف[12] ۔ عیش[13] ۔ خصم[14] ۔ مصلّی[15] ۔ عورت[16] ۔ سراویل[17]
محرم[18] ۔ جورو[19] ۔ ناشتا[20] ۔ شریفہ[21] ۔ اندام نہانی[22] ۔ غریب[23]
لسان[24] ۔ صلواتیں[25] ۔ تبرا[26] ۔ علت[27] ۔ پیشہ[28] ۔ خانم[29] ۔ مذاق[30]
افراتفری[31] ۔ خیرسلا[32] ۔ من و عن[33] ۔ ہوبہو[34] ۔ بعینہٖ[35] ۔ بجنسہٖ[36]
بذاتہٖ[37] ۔ بنفس نفیس[38] ۔ کما حقہ[39] ۔ شگوفہ[40] ۔ مصیبت[41]
وغیرہ وغیرہ وغیرہ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۸	اردو کے دخیل الفاظ	٦٠ تا ٦٢
۱۹	اردو کی انوکھی ساخت کے خصوصیات	٦٣ تا ٦٤
۲۰	برادرانِ وطن کے ناموں پر عربی تمدن کی چھاپ	٦٥ تا ٦٦
۲۱	شمالی ہند اور جنوبی ہند میں فارسی تلفظ کا اختلاف اور اس کے وجوہ	٦٦ تا ٦٧
۲۲	انقلابِ حکومت کے اثرات اور سطحِ مرتفع دکن	٦٨ تا ٦٩
۲۳	جنوب کا قدیم مسلم طبقہ اور اس کا تمدن	[illegible]
۲۴	ہندو شعراء کے تخلص	٧١
۲۵	ہندو شاعروں کے نمونۂ کلام پر تبصرہ	٧٢
۲۶	نمونۂ کلام ـــــ پنڈت رتن ناتھ در سرشار	٧٣
۲۷	" ـــــ منشی جوالا پرشاد برق	٧٣ تا ٧٤
۲۸	" ـــــ سرکشن پرشاد شاد	٧٤ تا ٧٥

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۹	نمونۂ کلام ــــ نوبت رائے نظر	۷۵، ۷۶
۳۰	" ــــ منشی درگا سہائے سرور	۷۷، ۷۸
۳۱	" ــــ پنڈت برج نرائن چکبست	۷۸، ۷۹
۳۲	" ــــ منشی مہاراج بہادر برق	۸۰، ۸۱، ۸۲
۳۳	" ــــ منشی سکھ دیال سکینہ رتش ...	۸۲، ۸۳
۳۴	" ــــ پنڈت امرناتھ ساحر	۸۴، ۸۵، ۸۶
۳۵	" ــــ پنڈت جگ موہن ناتھ رینہ شوق ...	۸۶، ۸۷، ۸۸
۳۶	" ــــ پنڈت برج موہن دتاتریا کیفی	۸۸، ۸۹، ۹۰
۳۷	" ــــ رام پرشاد کھوسلا ناشاد	۹۰، ۹۱
۳۸	" ــــ پنڈت لبھو رام جوش	۹۱، ۹۲
۳۹	" ــــ منشی تلوک چند محروم	۹۲، ۹۳
۴۰	" ــــ کرشن سہائے بہاری وحشی	۹۴، ۹۵، ۹۶
۴۱	" ــــ منشی شیام موہن لال جگر	۹۷، ۹۸
۴۲	" ــــ اندرجیت شرما	۹۹
۴۳	" ــــ پنڈت میلا رام وفا	۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱
۴۴	" ــــ رگھوپتی سہائے فراق	۱۰۲، ۱۰۳
۴۵	" ــــ پنڈت آنند نرائن ملا	۱۰۳، ۱۰۴
۴۶	" ــــ لالہ امرچند قیس	۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶
۴۷	" ــــ گنگا دھر زحمت	۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹
۴۸	" ــــ سنت پرشاد مدہوش	۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱
۴۹	" ــــ بال مکند عرش	۱۱۲، ۱۱۳

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۰	نمونۂ کلام — جگیشور ناتھ بیتاب	۱۱۴
۵۱	〃 — تاجور سامری	۱۱۵
۵۲	〃 — اقبال بہادر ورما سحر	۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸
۵۳	〃 — بشویشور پرشاد منور لکھنوی ..	۱۱۸، ۱۱۹
۵۴	〃 — سورج نرائن مہر دہلوی	۱۲۰، ۱۲۳
۵۵	〃 — منشی سکھ دیو پرشاد بسمل ...	۱۲۲، ۱۲۴
۵۶	〃 — تبصرہ اور یوم غالب پر مشاعرہ ...... کچھ اور جدید ہندو شعراء	۱۲۵
۵۷	〃 — پرکاش ناتھ پرویز ایم۔ اے	۱۲۶
۵۸	〃 — پورن کمار ہوش	۱۲۶
۵۹	〃 — کرشن موہن ایم۔ اے	۱۲۷
۶۰	〃 — ڈاکٹر امرت لعل عشرت ...	۱۲۷
۶۱	〃 — کیلاش چندر ناز ایم۔ اے	۱۲۸
۶۲	〃 — آزاد گور داس پوری	۱۲۸
۶۳	〃 — عرش صہبائی	۱۲۹
۶۴	〃 — نریش کمار شاد	۱۲۹
۶۵	〃 — قیس جالندھری	۱۲۹
۶۶	〃 — چندر پرکاش جوہر بجنوری	۱۳۰
۶۷	〃 — ساحر ہوشیار پوری	۱۳۰
۶۸	〃 — رشی پٹیالوی	۱۳۰
۶۹	〃 — رعنا جگی بی۔ اے	۱۳۱

Marfat.com

تبصرہ از مؤلف .... ۱۳۱ ، ۱۳۲

فورٹ ولیم کالج اپنے اصلی روپ میں اور برٹش ڈپلومیسی .. ۱۳۳

اردو نستعلیق ۱۳۴

ضمیمہ

اردو نثری اقتباسات ہندو ادیبوں کے

نمبر شمار	رنگِ تحریر	عنوان	صفحہ
۷۰	از مالک رام	تلامذۂ غالب .... (الف۔ب۔ج)	۱۳۵
۷۱	از فراق	اندازے (۱،۲،۳،۴،۵،۶،۷،۸)	۱۳۶ تا ۱۳۹
۷۲	رسالہ "زمانہ" کانپور ...	پریم چند نمبر...	۱۳۹
۷۳	پریم چند کے فلمی احسانات	....	۱۳۹
۷۴	پریم چند اور مسز پریم چند	....	۱۴۰
۷۵	شاکر میرٹھی	....	۱۴۰
۷۶	کرشن لال	....	۱۴۱
۷۷	جگیشور ناتھ ورما بیتاب	....	۱۴۱
۷۸	حضرت جگر بریلوی	....	۱۴۲
۷۹	رام پرشاد کھوسلا	....	۱۴۲

Marfat.com

نمبر شمار	رنگ تحریر	عنوان	صفحہ
۸۰		بحیثیت مصنف پریم چند کا مرتبہ	۱۴۳
۸۱		شبدکاری دختر حضرت جگر صاحب	۱۴۳
۸۲		پنڈت آنند راؤ جوشی	۱۴۳
۸۳		رائے بہادر شیام سندر داس	۱۴۳
۸۴		سری مہیندر صاحب	۱۴۳
۸۵		منشی پریم چند کی تمنائیں	۱۴۴
۸۶		منشی پریم چند کے بہترین افسانے	۱۴۴
۸۷		اڈیٹر زمانہ	۱۴۵
۸۸	....	منشی راج بہادر لگوڑا	۱۴۵
۸۹	—— ،، ——	خضر عروض از احسان دانش پر علامہ کیفی کی تقریظ	۱۴۶
۹۰	—— ،، ——	پروفیسر جوگیندر پال ...	۱۴۷
۹۱	—— ،، ——	بشیشر پر دیپ	۱۴۸
۹۲	—— ،، ——	ڈاکٹر امرت لعل عشرت	۱۴۹
۹۳	—— ،، ——	عرش ملسیانی	۱۵۰
۹۴	—— ،، ——	رام پال بی اے	۱۵۱
۹۵	—— ،، ——	پریم کمار نظر	۱۵۲
۹۶	—— ،، ——	راماٹنٹ	۱۵۲
۹۷	—— ،، ——	واسو دیو ایم اے	۱۵۳
۹۸	—— ،، ——	نریش کمار شاد	۱۵۴
۹۹	—— ،، ——	کرشن چندر ایم۔اے	۱۵۴

Marfat.com

صفحہ	عنوان	رنگ تحریر	نمبر شمار
۱۵۴	کنھیا لال کپور	— ,, —	۱۰۰
۱۵۵، ۱۵۶	خوشتر گرامی (ا۔ب۔ج)	— ,, —	۱۰۱
۱۵۶، ۱۵۷	کشمیری لال ذاکر	— ,, —	۱۰۲

مزید کچھ حوالے ـــــ ذمہ دار ہندو ہستیوں کے ـ اردو نثری اقتباسات

۱۰۳ ,, ـ مہاتما گاندھی جی مہاراج

صفحہ	عنوان
۱۵۸	الف:۔ باپو کی آخری تمنا ....
۱۵۸	ب:۔ گاندھی جی اور جبری ہندی ....
۱۵۹	ج:۔ گاندھی جی کی زبان (۱۰ راکتوبر ۱۹۴۷ء کی ڈائری سے)
۱۶۰	د:۔ میری سنتے تو کان ہو جاتے
۱۶۰	ھ:۔ گاندھی جی کا پہلا خط بابائے اردو کے نام
۱۶۱	و:۔ گاندھی جی کا جواب الجواب

۱۰۴ جے پرکاش نرائن

صفحہ	عنوان
۱۶۱	الف:۔ وطن دوستی کے نادر نمونے
۱۶۲	ب:۔ ایک ہمت افزا بیان
۱۶۲	ج:۔ حق گوئی . . .
۱۶۳	د:۔ شیواجی کی یادگار . . . . .

Marfat.com

نمبر شمار	رنگ تحریر	عنوان	صفحہ

۱۰۵ **اچاریا ونوبھاوے جی**

الف :۔ شراب اور عزت کی کرسی ۱۶۳

ب :۔ شراب کی دلالی ۱۶۴

ج :۔ اچاریہ ونوبھاوے کا اعلان ۱۶۵

د :۔ اردو پر سب کا حق ۱۶۵

۱۰۶ **مشہور مورخ ہند ڈاکٹر تاراچند**

الف :۔ محمود غزنوی تاریخ کی روشنی میں ۱۶۶

ب :۔ مورخ ہند ڈاکٹر تاراچند کا خطبۂ صدارت
علوم اسلامی کانفرنس حیدرآباد کے موقعہ پر ۱۶۸

د :۔ ڈاکٹر تاراچند سے انٹرویو رہنمائے دکن حیدرآباد کا ۱۶۹

۱۰۷ **صدر جمہوریۂ ہند**

الف :۔ بین الاقوامی فلمی میلے کے اختتام پر ۱۶۹

ب :۔ ایک سبق آموز تحریر (صدر جمہوریہ کی انکساری) ۱۷۰

ج :۔ صدر جمہوریۂ ہند کا تبصرہ بدلے ہوئے حالات پر ۱۷۱

۱۰۸ **مرحوم وزیر اعظم نہرو**

الف :۔ پنڈت نہرو کی امداد اڑلیسہ کی مظلوم اقلیت کیلئے ۱۷۲

ب :۔ نہرو مہاراج — وزیر اعظم اور پردھان منتری ۱۷۲

Marfat.com

نمبر شمار	رنگ تحریر	عنوان	صفحہ
		ج :- مرحوم جواہر لال نہرو کا مشہور قولِ زرّین	۱۷۲
		د :- آزادی سبھوں کا پیدائشی حق ہے۔ جواہر لال نہرو	
۱۰۹		**سری تیج بہادر سنہا**	
		الف :- ہفت روزہ روہیلکھنڈ اخبار بریلی	۱۷۲
		ب :- مسلک قدیم کے ہندو	۱۷۳
		ج :- مہاتما گاندھی کے ملکی سیاست میں حصّہ لینے کے محرّکات	۱۷۴
۱۱۰		**وزیر اعظم شاستری**	
		الف :- گاندھی جی کی پیروی	۱۷۵
		ب :- حلفِ آزادی کے سمے کی تقریر	۱۷۵
		ج :- غریب کی طالب العلمی	۱۷۶
۱۱۱		**شیو پرشاد سنہا، اردو کنونشن اجلاس لکھنؤ کا**	
		الف :- خطبۂ صدارت	۱۷۶
		ب :- اردو نواز سرکار	۱۷۶
۱۱۲		**وزیر اعلیٰ مسز کرپلانی**	
		الف :- بے بسی کا اعتراف	۱۷۷
		ب :- حقیقت شناسی، حق شناسی	۱۷۷

Marfat.com

نمبر شمار	رنگ تحریر	عنوان	صفحہ
۱۱۳		ایک ہندو معاصر کا تبصرہ	۱۷۷
۱۱۴	"	دور آزادی سے قبل	۱۷۸
۱۱۵	"	اورنگ زیب کی ہندو نوازی	۱۷۹
۱۱۶	"	ملّا کی زبان	۱۷۹
۱۱۷	"	سشری کے ہی سبین	۱۸۰
۱۱۸	"	اردو پچھتر سال قبل	۱۸۰
۱۱۹	"	طریقۂ کار کی صلاحیت	۱۸۰
۱۲۰	"	صدر کانگریس سری کامراج جی کے خطبۂ صدارت سے	۱۸۱
۱۲۱	"	سیکولر سرکار کے سچے بہی خواہ	۱۸۱
۱۲۲	"	قانون کی بے بسی	۱۸۱
۱۲۳	"	کانگریس کے انسانی تیور	۱۸۲
۱۲۴	"	اک معاصر کے اداریہ سے	۱۸۲
۱۲۵	"	مسٹر پیارے لال سوشلسٹ (یوپی)	۱۸۳
۱۲۶	"	ریاستی سرکار کی اردو پالیسی	۱۸۳
۱۲۷	"	اقتدار سے پہلے	۱۸۴
۱۲۸	"	ہم عصر ملاپ کے اڈیٹوریل سے	۱۸۵
۱۲۹	"	عربی کی کشش	۱۸۶
۱۳۰		وحدت دین کا کرشمہ	۱۸۶
۱۳۱		بھوپال کا عظیم الشان اردو مشاعرہ	۱۸۷
۱۳۲		پشیمانی پر پشیمانی	۱۸۷

نمبر شمار	رنگ تحریر	عنوان	صفحہ
۱۲۳	—	تب اور اب	۱۸۸
۱۲۴	—	دروغ و فروغ	۱۸۹
۱۲۵	—	دیوان چمن لال کانگریسی ممبر راجیہ سبھا	۱۸۹
۱۲۶	—	حیدر آباد کی آفاقیت	۱۹۰
۱۲۷	—	بے کمالی کا کمال	۱۹۰
۱۲۸	—	ایں ہم غنیمت	۱۹۱
۱۲۹	—	چیف جسٹس کی زبان	۱۹۲
۱۳۰	—	پوسٹ ماسٹر جنرل یو پی نثری اے پی سنگھ کا بیان	۱۹۲
۱۳۱	—	وزیر صحت ہند یونین کا بیان	۱۹۲
۱۳۲	—	اودھ کا دیسی اخبار	۱۹۳
۱۳۳	—	گاندھی جی کے ہم وطنوں سے	۱۹۳
۱۳۴	—	گوشت ہوشی کیلئے	۱۹۴
۱۳۵	—	ہندی دیوی کے روپ میں	۱۹۵
۱۳۶	—	اردو والوں کا مطالعہ —	۱۹۶-۱۹۷
۱۳۷		مؤلف کا تبصرہ —	۱۹۸
۱۳۸		**تکملہ**	۱۹۹
۱۳۹		ہندوؤں کی ادبی لٹریری خدمات کا جائزہ	۲۰۰
		جملہ فنونِ ادب پر	۲۰۱
			۲۰۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۵۰	اخباری دنیا میں ہندو اکابر کی ادبی صحافتی خدمات	۲۰۳
۱۵۱	ہندو اہل علم کا تقریری میدان	۲۰۴
۱۵۲	فن تاریخ نویسی میں ہندو اکابر	۲۰۵۔۲۰۶
۱۵۳	اردو زبان کی تاریخ اور اردو لغت نویسی میں ہندوؤں کی خدمات	۲۰۷
۱۵۴	ہندو برادری کی فنی سرگرمیاں	۲۰۸
۱۵۵	فن سرجری اور طب	۲۰۹، ۲۱۰
۱۵۶	پالیٹکس	۲۱۱
۱۵۷	خطبہ صدارت نیشنل جمہوری کنونشن از ڈاکٹر کرشنا راؤ ممبر پارلیمنٹ	۲۱۱
۱۵۸	مزید چند متفرق تصنیفات	۲۱۲
۱۵۹	ماضی قریب اور حال کے ہندو مصنفین	۲۱۳
۱۶۰	فہرست اسمائے کتب	۲۱۴
۱۶۱	" "	۲۱۵
۱۶۲	" "	۲۱۶
۱۶۳	" "	۲۱۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۶۴	اردو نشر و اشاعت میں ہندو بھائیوں کا حصہ	۲۱۸
۱۶۵	تبصرہ	۲۱۹
	〃	۲۲۰
	〃	۲۲۱
	〃	۲۲۲
۱۶۶	چند بند اختتامی	۲۲۳
	〃 〃	۲۲۴

نوٹ

جے پرکاش نراین جیسی بعض مخلص مقتدر شخصیتوں کے کچھ مضامین اگرچہ تراجم ہیں، "لسانی نمونے" نہیں، مگر ان کی افادی، معنوی مثالی سالمیت پر قومی یکجہتی کی خاطر یہ "نادرات" ان ارکانِ حکومت کے داخلی "تاثرات" کئے گئے کہ ان کا قلبی رشتہ زبان وادب سے ہے

یہ اہم سرخیاں ہیں۔ تاثرات آپ کے سامنے ہے۔ مطالعہ پر آپ خدا چاہے متاثر ہوں گے

ہندی زندہ باد　　　　اردو زندہ باد

جے ہند

ابوالحسنات بیدل ذارونی

Marfat.com

۶۹ء

تمھارسی بولی میں یہ جاریہ آزادی تھا ۔ [illegible]

توڑکر لائی ہے یہ عرش کے تارے [illegible]

تأثرات

عربی فارسی کے اردو ادب پر
تمدنی اثرات

از ابوالحسنات بیدل فاروقی

ہمدرد پریس، بنگلور ۲

انتساب

وقت کی اہم ضرورت کے پیش نظر اس اپنی ادبی ماحضر پیش کش کو دلدادگانِ اردو کے نامِ نامی گرامی سامی سے معنون کرتا ہے جنہوں نے اپنے فطری ذوق اور ادبی مذاق پر اردو کے ساتھ بیگانگی نہیں برتی۔ وہ اپنی ماں، بہنوں، بیوی، بچوں سے اپنے گھروں کی چہار دیواری اور خلوت کدوں میں جس بولی میں پیار و محبت اور خلوص کی باتیں کرتے ہیں جس بولی میں وہ اپنے کاروبار چلاتے ہیں جس ہندوستانی بولی کو وہ اپنی مادری زبان سمجھ کر اس سے عنادِ حق سے بغاوت اور ضمیر فروشی خیال کرتے ہیں۔ اور جب راتوں کو دن کے بکھیڑوں سے فراغت پاکر آغوشِ سکون میں بسترِ راحت پر لیٹتے ہیں تو میٹھے سپنے (خوابِ شیریں) اسی اپنی سندر زبان میں دیکھتے ہیں۔

اردو زبانِ ہند ہے دنیا کی من پسند
پھونکوں سے آندھیوں سے نہ بیدلؔ بجھیگی یہ

ابوالحسنات ابوحسن بیدل فاروقی سہارنپوری

صدر شعبہ عربی، فارسی، اردو گورنمنٹ ٹریننگ کالج میسور

جہانِ اردو

جسم انساں میں جہاں روح رواں ہے اردو
سیکڑوں سال سے بھارت کی زباں ہے اردو
ہے پنپنے کا زمانے میں یہی نیک شگون
جنگ اردو سے حریفوں کی چلی جاتی ہے
جسکے بل بوتہ پہ ہے ہند میں تہذیب کا راج
ساری بھاشاؤں کا سنسار میں جو سنگم ہے
کوئی سنسار میں سندر نہیں بھاشا اس سے
بولیاں جتنی بھی سنسار میں بولی جائیں
شاعری اب نہیں اردو میں گل و بلبل کی
اپنے ہی دیس میں جس کو نہ جگہ دیں اپنے
"بول" اس بولی کے سنکر یہی کہتے ہیں ملک
لطفِ حق ہی ہے عنایت جو ملے حسنِ قبول
بول بالا ہے ہر اک بول کا ہو عزم بلند
لاکھ ارجن سے نہ ہو رام کڑی ایسی ہے
تھا اسی بولی میں پرچار یہ آزادی کا

نطق حق، ظل خدا، جانِ جہاں ہے اردو
وہ جلاپے سے کہے جائیں کہاں ہے اردو
اور تو اور مخالف کی زباں ہے اردو
خیر سے اُنکا بھی انداز بیاں ہے اردو
چہرے مہرے سے وہی سب کے عیاں ہے اردو
ہے زباں پر یہ سبھوں کی وہ زباں ہے اردو
کل جہاں مرتا ہے جس پر وہ لساں ہے اردو
سہل تر اُن کے الفاظ کا بیاں ہے اردو
آکے دیکھو تو ذرا پہنچی کہاں ہے اردو
لامکاں زینتِ صد عرش مکاں ہے اردو
مرحبا شاہجہاں! شاہِ جہاں ہے اردو
رشکِ پیری میں جوانوں سے جواں ہے اردو
ہمنشیں ابھی جواں ہیں تو جواں ہے اردو
اور سبھوں کی یہی تیر و کماں ہے اردو
دیس کا ایک یہی دیسی نشاں ہے اردو

توڑ کر لائی ہے یہ عرش کے تارے بیدل
نبضِ فصاحت میں کہیں آبِ رواں ہے اردو

از بیدل فاروقی

Marfat.com

چٹخارے

کہتا ہے تری جلوہ گری حسن بتاں اور
ہے رنگ میں عشاق کے اک نرخ رواں اور

ہر گل میں دیا بو ہے الگ رنگ سماں اور
ہوتا ہے ہر اک شخص کا انداز بیاں اور

[illegible] ہر دفعہ کھلا ہے
وہ بیٹھے [illegible] ہیں یہ کہتے ہوئے ہاں اور

[illegible] بیٹھا ہے [illegible] یہ کہ کر
[illegible] تری آ [illegible] پیر مغاں اور

[illegible] نہ چڑھائے سے کسی کے
[illegible] کی سی اردو کی بھی ہے آج کماں اور

[illegible] سیاست کی خرافات نہ پوچھو
در پردہ بت زہرہ کی پوجا ہے وہاں اور

[illegible] ہے [illegible] کا زبانی
اس قفل نسل کا بھی ہے امن و اماں اور

اردو [illegible] دور ہے ولی سے دکن سے
وہ بھی [illegible] ہیں جو اہل زباں اور

چٹخارہ یہ اردو کا لگا جس کی زباں کو
کہتا ہے مزے لیکے اماں اور اماں اور

[illegible] ہے یہ [illegible] گئی ہے بہر سو
اردو کو بڑھاپے میں بھی دیکھو گے جواں اور

[illegible] کی ہے [illegible] حسن کی خدمت
یا رب کبھی دیکھے نہ یہ پھر اپنی خزاں اور

اپنا لیا ہر صنف کو اردو نے غزل میں
سونے پہ سہاگہ ہے یہ انداز بیاں اور

اشعار میں بیدل رہے گو لاکھ روانی
ہے روح صداقت کا مگر طرز فغاں اور

بیدل فاروقی

Marfat.com

۷۸۶

مقدمہ

از مؤلف

اہلِ ادب، اہلِ ذوق حضرات کی خدمت میں یہ ادبی پیش کش بغیر کسی استحسان کے احساسِ فرض کی بنا پر ہدیہ ہے۔ جس میں موجودہ اردو ہندی کی لسانی عصبی جنگ کے بحران کو کم از کم اعتدال پر لانے کی ممکن سعی سے کام لیا گیا ہے۔

تاریخ عالم کا یہی مشاہدہ ہے۔ کہ تاریخ اوراقِ ماضیہ کو ہمیشہ دہراتی رہتی ہے اور **خذ ما صفا دع ما کدر** (لے لو جو صاف ستھرا ہو چھوڑ دو جو مکدر گدلا ہو) کا عمل اور ردِ عمل ہر دور ہر تمدن میں ارتقائے ابنائے زمانہ کیلئے برسرِ کار رہا ہے یہی فطرتِ انسانی کی صحیح عکاسی ہے۔

دنیائے ارتقاء میں ہمیشہ چراغ سے چراغ جلتے آئے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ بغیر جھجک اور بلا کسی انکار و نفرت کے اقوامِ عالم کا تمدن ایک دوسرے سے بنتا دبتا پھلتا پھولتا رہا۔ اسی حقیقت کو ہم نے اپنی "طبِ انسانی" میں مبرھن طور پر واضح کیا ہے کہ ہم نے اپنے دورِ ارتقاء میں جہاں جہاں سے جو جو علوم و فنون لئے انکے ماخذوں کو بحیثیت امانت رکھا آج بھی وہ اپنے سابقہ محسنوں کی یادگار ہیں۔ ماہرین السنہ پر یہ امر مخفی نہیں ہے کہ زبانیں اقوام کے باہمی میل جول سے پھلتی پھولتی ہیں کتنے ہی دخیل الفاظ زبانوں کے ضرورتِ وقت سے رائج ہو کر زبان کی خوبی اور راستی اساسی بنیادوں کے استحکام کی دلیل نہیں بنتے؟ جس زبان میں دوسری زبان کے الفاظ کو اپنانے کا مادہ و ملکہ ہوگا، وہ زبان صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گی۔ یا گزشتہ گمنامی میں انقلابات جو بدل بدل کر رہے گی وہی زبان

Marfat.com

منصۂ شہود پر براجے گی جو اپنی وسیع تر دامنی کا اصولی ثبوت عملاً دینی رہیگی۔
یہ فنی غضب اور عملی بخل و غبن عجب دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔
کی وبا یورپ کی پیداوار ہے۔ غریب مغلوک الحال ہندوستان بھی ڈیڑھ سو سالہ
غلامی میں اس خوشۂ بد سے مجروح ہوا۔ اور سرزمین ہند کی پاک سرشت کا خون بھی
"الصحبۃ المؤثر" اس صحبت ناجنس پر بہت کچھ مسموم ہوا جس کا پس منظر یہ
آج ہندی اردو کی لسانی جنگ ہے۔ اور دیسی طب، ویدک، یونانی اور بدیشی
ایلوپیتھک، ہومیوپیتھک کی اعصابی جنگ ہے۔

تمدن کسی کی خاص ملک نہیں ہو سکتا اجزائے عالم میں جہاں ہمارا مقام ہے
ہمارا فرض وجود یہی ہے کہ بساطِ عالم پر کچھ تعمیری ارتقائی اپنی یادگاریں چھوڑ
جائیں۔

آج کے سائنس کا ارتقاء جس قدر اپنے دورِ حاضر کے مفکرین کا ممنون
احسان ہے۔ اسی قدر بلکہ اس سے کہیں زیادہ سلف کے فلاسفر، حکماء کا یقیناً ہے
اس میں سقراط۔ افلاطون جالینوس جہاں ہیں۔ بوعلی سینا۔ رازی، طوسی اور
ابن رشد بھی ہیں۔ انہیں کی تحتانی منزل پر آج کے سائنس، فلسفہ کی یہ بالائی
عمارت قائم ہے۔ اگر اس کو گرا دیا جائے تو یہ موجودہ قصر تمدن بھی منہدم ہو جائیگا۔
ہر چیز اپنے وقت میں قدرت کا عطیہ اور ضرورت وقت کی اہم پکار تھی۔ ایجاد تھی۔
اب یہ جدت نہ ٹھہری کہ موٹر چھوڑ کر ہوائی جہاز پر لات مار کر بیل گاڑی ہی کا
سفر بہتر سمجھا جائے۔ تو یہ انسانی برتری کی دلیل نہیں ہے۔ زمانہ کے ساتھ
انسان نے زمانہ کو بھی چلنا چاہئے۔ یہی حال زبانوں کا ہے کہ وہ سمجھنے سمجھانے کا
ذریعہ بنائے تمدن کے ستون بمنزلۂ عناصر تمام اقوام کیلئے ہوتی ہیں۔

آج کی ہندی اردو کی اعصابی جنگ فطرت انسانی سے کھلی بغاوت ہے
زبان کسی خاص فرقے یا کسی خاص مذہب کی سمجھنا حد درجہ کی تنگ نظری ہے اور انتہا
درجہ کا انحطاط اور اخلاقی پستی ہے۔

Marfat.com

اردو کو مسلمانوں کی زبان کہنا اور ہندی کو برادرانِ وطن کی ہ برٹش سامراجیت کی بے ہودہ برکات کے سوا اور کچھ نہیں۔ ہم نے افغانستان میں "تیراہ" علاقے کی ہندو برادری کو سوائے پشتو کے اور کسی زبان سے آشنا نہیں دیکھا۔ بیروت کے آج بھی عیسائی عمدہ عربی بولنے کے علاوہ لسانی خدمات کے بھی کفیل بنے گئے ہیں۔ عہدِ اسلام کے عثمانی عیسائی شام کے علاقوں میں عربی بولتے تھے نہ کہ سریانی۔ چین کے مسلمان چینی بولتے ہیں۔ وہاں کے غیر مسلم بھی چینی بولتے ہیں۔

دنیا میں بہت سی زبانیں ہر زمانے کا رد آکر [illegible] صفحۂ ہستی پر یک لخت [illegible] نابود ہو گئیں۔ لیکن وہ کسی سازش یا تعصب تنگ نظری کی بدولت نہیں بلکہ رفتار زمانہ کے اثرات کے تحت اپنے نتائج لازمہ پر غیر موجود ہو گئیں۔ اور ایسا ہونا ہی تھا۔ سنسکرت ہندی کو کیا زندہ کیا جائے خود سنسکرت جو تاریخ عالم کی ایک قدیم ترین علمی سرمایہ دار زبان تھی اور ہے۔ وہ بھی کیوں عوام کی بولی خود اپنے عروج و ارتقاء کے دور میں نہ بن سکی۔

اگر چہ بہت قلیل تعداد لغت سے [illegible] میں رواج اسی زبان کا تا دیر رہا ہے جس کی فطری ترتیب اور طبعی صلاحیتیں عوام کے جذبات کی ترجمان بنیں۔ خود اردو اپنے آٹھ سو سالہ دور میں ایک نہیں رہی۔ دور مت جائیے پرسوں کے مرزا سودا کی اردو ملاحظہ ہو "ضمیر منیر پہ آئینہ دارانِ معنی کے مبرہن ہو" اور کل کے مرزا غالب کے دورِ اول کا یہ مصرعۂ ثانی۔

ہے جز قیس اور کوئی نہ آیا بروئے کار ۔۔ صحرا مگر بہ تنگی چشم حسود تھا

یہاں اگر تھا کی جگہ بود رکھ دیا جائے تو مصرعہ فارسی دیوان کو چلا جائے انہیں مرزا غالب کو جب اردو خطوط نویسی پہ اردو کا بازاری ذوق محسوس ہوا اور [illegible] اردو نویسی پہ صاحبِ طرز کہلانا [illegible] آپ نے اپنے اس شعر سے توبہ فرمائی۔

ے

فارسی بیں گر بہ بینی نقشہائے رنگ رنگ ۔ بگذر از مجموعۂ اردو کہ بیرنگ من است

اور ایسی ہیرنگ اردو زبان میں اس کی اصلی صلاحیتوں پر وہ شاعری کی جس سے آج مرزا کا نام زندہ ہے اور اب تو ملتانی ادب نے مزار پر بھی چراغاں کر دیا اور پختہ شاندار بنا دیا۔ غالب اردو کے معمار اپنے چیستانی اشعار پر نہیں ہیں بلکہ صاحبِ طرزِ اردو خطوط نویسی پر ہیں۔ اور استاذ الشعراء ایسے سہل الممتنع پر

ہے پہلے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی — اب کسی بات پر نہیں آتی۔

اسی طرح آج کے کیف و جوشِ فراق و جگر کی شاعری اور روزمرہ میں دن رات کا زمین آسمان کا بلکہ اس سے بھی کہیں بڑھ کر فرق ہے مگر اپنے اپنے دور میں سبھی معمارِ اردو کہلانے کے مستحق تھے اور ہیں۔ ان کی شاعری کو کسی نے بھی فارسی۔ عربی۔ ترکی۔ جرمن۔ انگریزی نہیں کہا۔ ہمارا روئے سخن بھی آج کی سوچی سمجھی مروجہ اردو سے ہے۔ جو ہندوستان کی ہندوستانی بھاشا ہے۔ جس میں نہ فاضلانِ علوم کی قاموس لغت ہو نہ دیوان گورو کل کی رامائن نوازی۔ بلکہ جو عسکری لکھنؤ کے علاقوں کی عوامی زبان ہے۔ اور جس کو ہم سب بلا تکلف تصنع بے سوچے سمجھے بولتے ہیں جو اپنی فطری سہولت پر دنیا کے ہر گوشہ میں سمجھی جاتی ہے۔ آج اس اپنی ہندوستانی زبان سے اجنبیت برتنا۔ اس کے سر پر آرے چلانا۔ اس پبلک کو غلط راستہ کی رہبری کرنا جس میں سوائے فرقہ وارانہ منافرت کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ محض سیاست مدن کی خامی کو رسوائی نہیں قرار دیا جا سکتا۔

عربی اور سنسکرت یہ زبانیں جو مکمل ہیں کسی کے بل بوتہ پر اپنی زندگی کی محتاج نہیں ہیں۔ عظمتِ مذہب کی ضمانت تھا کہ ہر مسلم پر عربی تعلیم اور اس کے لامتناہی ذخیرہ سے بہرہ اندوزی اور ہندو کا اپنے دھرم پر سنسکرت کے علمی ذخیرہ اور سرمایہ علم کو ملک و قوم کو روشناس کرانا فرض تھی ہے۔ ان کی اشاعت کی مساوی ذمہ داری ہر دو ہندو مسلم پر واجب ہے۔

لیکن پیارے بھائیو! یہ موٹی سہل پیار کی باتیں تو اسی اپنی پیاری

Marfat.com

اردو زبان میں چلیں گی۔ یہ نہیں مٹے گی۔ یہ مشترکہ آباؤ اجداد کی میراث اس کی مالک ہماری مشترکہ اولاد اور آنے والی نسلیں ہیں یہ اُن کی امانت ہے ممکن ہے کہ ہم مٹ جائیں اور اس عصبی جنگ کی بھینٹ چڑھ جائیں۔ ہم نہ بولیں گے اغیار بولیں گے۔ ویل! ہمارا میم صاحب کہتا ہے "آخر انگریز بول گیا۔

ایسے وقت جبکہ ہم ہندوستانیوں کو مشترکہ طور پر ایک بندھن میں جمہوریت کے جھنڈے تلے اپنے نظام عمل سے اپنا بین الاقوامی وجود اور اپنی ساکھ قائم و برقرار رکھنی ہے تو نہایت دلی دکھ ہوتا ہے۔ اپنی صدیوں کی انسانی مساوات کی یادگار کو رائیگاں جاتے ہوئے دیکھ کر جس سے ہماری جملہ صلاحیتیں غیر مناسب غلط طریقۂ کار پر مبذول ہو کر رہ گئیں اور ہم گردش پرکار پر گن گھومے چلے جا رہے ہیں کہ ہاں زمین گول ہے۔ کیا جادو ہے کہ حریف طرفہ تماشائے اس کانگریس کے متحدہ پلیٹ فارم پر جس نے اپنی مشترکہ لسانی مساعی سے بیس سالہ جنگ آزادی پر خواب آزادی کی صبح بہار کی تعبیر میں آنکھ کھولی تو ہندو مسلم کو چولی دامن کی جگہ ایک کو دوسرے کیلئے بغلی گھونسا بنا دیا۔ ہماری ستم ظریفی بلکہ ستم ظرفی ملاحظہ ہو کہ۔

ہے یار سے چھیڑ چلی جائے اسد۔ گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی۔

ہم دست و گریباں ہوں لڑیں بھی اردو کیلئے اور یہ لڑائی بھی کیا خوب ہو اردو ہی میں۔

اگر برادرانِ وطن کی یہی خواہش ہے کہ ہندی اور اردو کو زبانیں [illegible] سے قبل کی بولی جائے تو کم از کم انگریزوں کی سیاست پر چلیں [illegible] مطلب کیلئے فورٹ ولیم کالج میں اردو کی سرپرستی کا ڈھونگ رچایا [illegible] سات سمندر پار کی زبان آپ کس خوبی سے لائے کہ آج بھی بھارت ماتا کی مانگ [illegible] عزیز اور اس کی پونجی ولایت میں صرف تعلیم ہوتی ہے اور سب انہیں میں۔ اگر خلاف فطرت یہ ہزارہا سال پہلے کے سنسکرتی الفاظ جو اس وقت کی ضرورت

کیلئے قدرت کا سندر عطیہ تھے آج بھی موجودہ مروجہ مقبول عام و خاص لفظوں کو دیس نکالا دیکر وہ جاذبیت مقبولیت حاصل کرلیں تو ۔

ع ایں خیال است و محال است و جنون ۔

یہ ممکن ہے کہ وہ کسی محدود طبقہ اور مخصوص ماحول میں "کوڈ ورڈ" کی صورت میں قائم رہ جائیں جیسا انگریز جاپان کی جنگ میں لکھنو محاذ جنگ پر "کوڈ ورڈ" بنا کر استعمال کرتا تھا کہ جاپانی اردو نہیں جانتے تھے ۔

آج کا بین الاقوامی مسئلہ سطح تمدن کے باہمی اجزاء کی اشتراکیت یہ جو ہمنوائی پیش کر رہا ہے اُس کا لازمی تقاضا یہی ہے کہ تفہیم و تفہم سمجھنے سمجھانے کی مکمل صلاحیت کیلئے زبان عام فہم ہو عوام کی ترجمان ہو ملک کے گلی کوچوں میں مروج ہو ان کے شہری تقاضوں کو پورا کرتی ہو ۔ چنانچہ جواہر لال نہرو ہمارے محترم ہر دلعزیز لیڈر نے لکھنو کے بھرے اجلاس میں یہی کہا تھا کہ مجھے وزیر اعظم کے سندر لفظ کی بجائے "پردھان منتری" کہا فطرت سے بغاوت ہے ۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا ۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا ۔

آزادی ملتے ہی ہندی لغت پر لغت تیار ہو رہے ہیں ۔ ریڈیو اسٹیشن ۔ جناتی طبقہ کی زبانوں پر اتر آئے ہیں ۔ دنیا تے فلمستان ایڑی چوٹی کا زور ہزاروں جنم پیشتر کی نامانوس ہندی کو جنم دینے میں لگا رہی ہے ۔ سب کی خواہش ہے کہ الٹی گنگا ضرور پہاڑ کو بھیج کر رہیں گے ۔ چہ خوب خود ، اس آزادی کیلئے اس کا مترادف معنی ہندی ۔ "گھنٹر تنتر" گھڑ گیا ہے ۔ اعلان کو "گھوشنا" ڈاک بنگلہ کو "نریکشنٹر بھون" اور سٹی مجسٹریٹ کو "ڈنڈنگر نائک" کہیں گے ۔ چاہے کوئی سمجھے یا نہ سمجھے ۔ اسی قسم کی دماغی مہم ہندی پر یہ لغات تیار ہو رہے ہیں ۔ جن کا مرتبہ پنڈت سندر لال جی رفیق خاص مہاتما گاندھی انجہانی کتنی مرتبہ کھلے جلسوں میں کہہ چکے ہیں اور جن کی تائید ملک کا سنجیدہ طبقہ ہمیشہ سے کرتا آرہا ہے جن کے پیش پیش ہمارے وزیر اعظم ہر دلعزیز نہرو رہتے آئے ہیں ۔

Marfat.com

(افسوس کہ وہ آج ہم میں نہیں ہیں) الغرض! ہندوستانی تمدن پر کلچرل لسانی اثرات" کے عنوان سے حیدرآباد میں اورینٹل کانفرنس کے ارباب حل وعقد نے چند سال بیشتر ایک مضمون کی مجھ سے خواہش کی جو فنی فریضہ سمجھ کر پوری کی گئی وہی کچھ مزید ضروری اضافوں کے ساتھ آج کی فرصت میں ہدیۂ ناظرین ہے۔

آپ اس کے مطالعہ سے اس حقیقت کو باور فرمائیں گے کہ زبان کسی خاص فرقے کی کسی صورت ہو ہی نہیں سکتی بلکہ یہ قدرت کا عطیہ آپس کے میل ملاپ اور اتحاد کی یادگار ہی ہو سکتی ہے اور اس فطری اصول سے بغاوت کرنے والے ہرگز محافظ تمدن نہیں کہلائے جا سکتے۔ ان کو قدرت اس جرم بغاوت کی پاداش میں استحکام دے گی نہ تا دیر بر سر اقتدار رکھے گی۔ اور یہی تخریبی عنصر ملک و قوم کی ترقی میں سنگ راہ ثابت ہوگا۔

اب جبکہ خدا کا شکر ہے کہ ہم دور غلامی سے نکلے ہیں۔ ہمارا مشترکہ فرض حیات یہی ہے کہ ہماری زبان، ہمارا رہن سہن اور ہمارا طریق عبادت دیسی اور مشترک ہو۔ مذہب کی اس میں آڑ نہ لی جائے یہی مقصد سکولرازم کا ہے مذہب صرف اس قلبی تعلق کا نام ہے۔ جو عبد و معبود میں اپنے اپنے عقیدہ پر صحیح خیال کر کے عمل لایا جائے۔ اس مقدس مذہبی روحانی رشتہ کو اس گندی ذہنیت سے نہ گندا کیا جائے ہر طبقہ کا اپنا ملی فرض ہے کہ وہ اپنی مذہبی تعلیم کا خود کفیل اور ذمہ دار ہو حکومت کا اعلان ہے کہ ہم نہ اس دور جمہوریت میں اس کے ذمہ دار ہوں گے نہ حارج ہوں گے بلکہ ان کو مواقع سہولت دیں گے کہ وہ اپنی دینی دستار ملت، مذہبی تعلیم اپنی ذمہ داری اور احساس پر حاصل کر سکیں یہ حکومت کے آئے دن کے بیانات ہیں جو ہم سنتے رہتے ہیں۔

الہ آباد! بھارت کا منظر بالخصوص یوپی بلا تفریق مذہب و ملت اردو کا مرکز ہے جہاں کے کل ہندو مسلم بھی اردو مادری زبان کی حیثیت سے بولتے ہیں چنانچہ دوسرے صوبوں کے پڑھے لکھے مسلم بھی اتنی اچھی اردو بولنے

پر قادر نہیں جتنی یہاں کے ہنٹ و عوام بول سکتے ہیں ۔ ہندی تو پھر بھی اردو کی خالہ زاد بہن ہی ہوتی ہے ۔ قدیم ہندو تمدن کے تحت اس جنوبی ہند میں کم از کم ۳۵ زبانیں بولی جاتی ہیں جن کو یہاں کے مسلمان تو کجا ہمسایہ کچھ کچھ سمجھ بھی لیتے ہیں ۔ لیکن شمالی ہند کا ہندو ہندی کا شیدائی نا آشنائے محض رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ پارلیمنٹ میں مدراسی علاقے کے ہندو ممبروں نے کسی وقت ٹنڈن جی مہاراج کو کہا تھا کہ اس ایوان میں آج تو ہم آپ کو اور آپ کی ہندی کو دو زبان دو کلچر سے شکست دیکھ رہے ہیں ۔ آئندہ سال ۱۳ زبانیں اور ۱۳ کلچر سے اسی ایوان میں پچھاڑ لیں گے ۔

بہرحال یہ لازمی منطقی نتیجہ ہے کہ زبان کسی خاص علاقے کی تو ہو سکتی ہے کسی خاص فرقے کی نہیں ہو سکتی ۔ یورپ کا انگریز مسلمان بھی انگریزی ہی بولے گا عربی نہیں بولے گا ۔

اگر آپ کو دنیائے ارتقاء کے دوش بدوش چلنا ہے اور متمدن اقوام عالم میں کوئی حیثیت پیدا کرنی ہے تو اس مضمون کو موجودہ تنگ نظری اور بیجا تعصب کی عینک اتار کر پڑھنا چاہیئے کہ آپ کے آباء و اجداد نے اپنی اس پیاری اردو کیلئے کہاں کہاں سے جواہرات مہیا کیے اور اس کو سنوارا ۔ زعماء ہند اکابر قوم نے مشترکہ طور پر اپنا دماغی سرمایہ بلا کسی فرقے دارانہ عصبیت کے اس میں لگایا ۔ اور سبھی ہندوستانی اس گلشن اردو کے پھلنے پھولنے پر پھلے پھولے اور ہمارے فنکار اپنے پیش کردہ راستوں پر اردو کے صاحب طرز کہلائے ۔ کہیں ہم کو نسیم کی نسیم شمالی چکبست و سرشار کی طرز نگارش سرشار کرتی ہے تو کہیں ہم کو برق کی کیفیت ۔ نجم، درا، عرش و جوش ملسیانی کے خیابان فرحت نظر بن کر سامنے آتے ہیں جیسے غالب سے مثل غالب کی اور خدائی فوجدار کی انوکھی ٹھیٹ سودیشی ہندوستانی طرز اپنی ٹھنڈی سڑک کی ہوا کھلاتی ہے ویسے ہی ان سب خوبیوں کا امتزاج ابو الکلام آزاد کی طرز اپنے شاہراہ عام کی

Marfat.com

طرف دعوت عوام دے رہی ہے۔

غرض کہ ان قدرتی سانچوں میں ڈھل جانا اردو نے عربی سے لیا جس طرح اس نے اپنا سرمایۂ ادب جملہ متمدن اقوام کے سلجھے ہوئے ادب کے بہترین ذخیرے سے چن کر ایسا اپنایا تھا کہ امتزاج نے اصل مزاج کی جگہ لے لی تھی۔ ایسا ہی اردو نے کیا ہے کہ سنسکرت کی [illegible] نے فارسی کا جامہ پہن کر اردو کو وہ سب قدرتی [illegible] کے لئے موزوں نہیں۔ اور آج یونانی طریقۂ [illegible] طبی علوم [illegible] پوری دنیا میں سوائے [illegible] عیاں ہیں۔ اردو نے بالخصوص عربی فارسی سنسکرت سے اور بالخصوص [illegible] متمدن اقوام کی زبانوں سے بہت کچھ لے کر اپنا [illegible] زبان خاص قدرت کے ارادوں پر خاص قدر [illegible] کی خوبی کو اپنا بنانا اس کا خاص ملکہ ہے۔

چنانچہ اس اردو نے فارسی زبان کے فقط چند صیغوں [illegible] مذکر مونث کی کوئی [illegible] اپنا رشتہ نہیں توڑا اور [illegible] صیغوں سے خود کو بھاری بوجھ نہیں بنایا بلکہ فارسی کی دلآویز ترکیب جس سے وسعت خیالی اور مضمون آفرینی میں امداد ملتی ہے اپنا لی اور افراط و تفریط سے بچ کر عربی سے اس کے سہل الماخذ مشتقات لے لئے اور باقی [illegible] ہندی سنسکرت کا اردو کے پاس ہے۔ اردو گرامر کا ڈھانچہ [illegible] بھی فارسی عربی کی بجائے ہندی سنسکرت پر ہے۔ بالخصوص افعال و مصادر کہ اصل الاصول گرامر کے کہلاتے ہیں۔ سب ہندی سنسکرت کی بنیاد پر ہیں۔

ببانگ دہل اردو نے بتلا دیا اور جتلا دیا کہ عربی سنسکرت جیسی باعظمت شخصیت اہمیت والی زبانیں ان کا جسم و لباس ہی نہیں بلکہ روح و رواں

Marfat.com

بھی ہیں ۔ اگر اہلِ وطن اس کی نوعیت انتادیہ فخر و مباہات کے ساتھ نظر شفقت ڈالیں اور اس برخوردار سعادت اطوار کو بہ نگاہِ بیگانگی نہ دیکھیں تو یہ اپنی فطری صلاحیت کے بل بوتہ پر یہاں تک حقائق کے چہرے سے نقاب اٹھا دے بقول میر علیہ الرحمتہ ۔

ے سارے عالم پر ہوں میں چھایا ہوا ، مستند ہے میرا فرمایا ہوا ۔

بھارت کے اس اکلوتے بیٹے کو فرزندانِ وطن اگر عطیہ قدرت سمجھیں تو یہ انکی ہونہاری ہے ۔ یہ اردو ہی ہے جس نے اپنی کمال بلاغت سے ثابت کر دیا کہ فارسی اُس کے صرف نقل میں کام آئی اور عربی سنسکرت جیسی عظیم الشان وسیع پیراہن زبانوں کو اپنی فراخ حوصلگی پر ابتدائی دور تمدن کی بنیاد یں قرار دے ڈالا ۔ اور ان کی جملہ خوبیوں کو لے کر پروان چڑھی ۔ اور از ذرۂ زمین تا بہ ذروۂ عرش پہنچی ۔

حاصل المرام! یہ کہنا قطعاً غلط بلکہ بے بنیاد ہے کہ اردو کا ڈھانچہ عربی فارسی پر بنا ہے ۔ (فارسی تو ایک برزخی زبان ہے جس کے صیغے مذکر مونث کی تمیز سے بھی عاری ہیں) عربی میں صرف متکلم کے صیغے مشترک اسلئے رکھے گئے ہیں کہ کہنے والا سامنے ہونے پر اپنے مذکر مونث ہونے کو خود بتلا دے گا کسی اشتباہ کا موقع نہیں سنسکرت کی گردان تو خاص بحر طویل پچاس پچپن صیغوں پر ختم ہوتی ہے ۔

اردو ان سب کا متناسب امتزاج پیش کرتی ہے ۔ مثلاً عربی میں جملہ دو قسم کا ہے ۔ فعلیہ جو فعل سے شروع ہو ۔ جیسے جاءَ زید زید آیا ۔ اور اسمیہ جیسے زیدٌ جاءُ یعنی زید جو آگیا ہے ۔ جملہ فعلیہ میں کسی چیز کا وقتی طور پر عمل میں آنا معلوم کر لیا جاتا ہے جس کو تجدد ۔ حدوث کہتے ہیں ۔ اور اسمیہ میں کسی چیز کا دوامی ثبوت مقصود ہوتا ہے ۔ اردو میں یہی چیز زید آیا درمیان کلام میں جملہ فعلیہ کے خواص کی حامل اور شروع کلام میں جملہ اسمیہ کے فوائد کی علمبردار

Marfat.com

ہیں۔ علیٰ ھذا القیاس۔

اسم اشارہ قریب و بعید "اِس" "اُس" محض اختلاف حرکت پر مفید معنی ہے۔ اردو کے لازمی فعلوں میں فعل مذکر، مونث فاعل کے لحاظ سے آتا ہے۔ گلاب کھلا۔ چنبیلی کھلی۔ لیکن متعدی فعلوں میں جہاں علامت مفعول "کو" نہ لائی جائے یعنی غیر جاندار چیزوں میں فعل کی تانیث کا اعتبار دار و مدار مفعول کی تانیث پر ہے اس لئے کہ مفعول ہی نے فعل کے اثر کو بذاتِ خود قبول کیا ہے۔ اور خود بے جان ہونے کے سبب اظہار تذکیر و تانیث سے عاجز ہے۔ اس لئے یہ ذمہ داری اصل فعل پر عائد ہوتی ہے نہ کہ فاعل پر چنانچہ مونث مفعول کا فعل بھی مونث ہوگا اور مذکر مفعول کا فعل مذکر ہوگا فاعل چاہئے مذکر ہو یا مونث۔ جیسے۔ پانی پیا۔ پانی بے جان مفعول ہے اور مذکر ہے اس لئے فعل مذکر لایا گیا۔ رام نے پیا کہ سیتا نے۔ روٹی کھائی۔ روٹی مونث مفعول کا فعل مونث کھائی لایا گیا موہن نے کھائی کہ چمپا نے اور جاندار مفعولوں میں علامت مفعول "کو" لاتے ہیں اور فعل مذکر ہی رہتا ہے۔ بزناب کو مارا۔ بلی کو مارا۔ کوئی مارنے والا ہو یا کوئی مارنے والی فعل "مارا" مذکر ہی آئے گا۔ ہندہ کو پڑھایا۔ طوطے کو پڑھایا۔ پڑھانے والا ہو یا پڑھانے والی۔ یہاں مفعول کا بے جان نہ ہونا۔ جاندار ہونا۔ خود اُس کی ذات اپنی تذکیر و تانیث بتانے کی صلاحیت رکھتی ہے عمل فعل پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے یہ اور اس قسم کے سیکڑوں نکات اردو ہی کی لطافت خیال کے ممنون احسان ہیں جو کسی دوسری زبان سے سرزد ہوتے یا ہضم ہوتے نہیں گئے۔

باوجودیکہ اردو کو کسی حکومت کی سرکاری سرپرستی میسر نہیں آئی۔ آئی تو اپنی حکومت میں بیچ کئی حصہ میں آئی پھر بھی یہ پنپ رہی ہے آج کی عصبی جنگ بھی۔ اس کے لئے تازیانہ عبرت بن کر۔

Marfat.com

ع خدا شرے برانگیزد کہ خیر ما دران باشد" کی شکل لے رہی ہے مفت اردو کا پرچار اسی کی بدولت عمل میں آیا ہے۔

اردو زبان اپنی ذاتی قدروں پر قدرتی طور پر ایک فطری چیز ہے۔ یاران حاشیہ نے اردو کو مٹانے کی جو جنگ شروع کی ہے وہ خود اردو میں ہے وہ خود اردو کی ترقی اور ہر دل عزیزی کا فطری ثبوت ہے۔

برادران وطن کا ناعاقبت اندیش عنصر اس رجعت قہقری سے باز آئے۔ قوم کو اس تہمت واقعی سے متہم نہ کرے۔ اس لئے کہ اپنے اسلاف کی بنائی ہوئی چیز سے انحراف گناہ عظیم اور نا اہلیت کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ ورنہ معاف فرمایا جائے کہیں ایسا نہ ہو جب پڑوسی ملک میں وہاں کی انسانی مخلوق کو اردو بولتا دیکھ کر بنگال کی مچھلیاں، سندھ کے اونٹ، پنجاب کے بیل اور سرحد کے بکرے یہ اشرف المخلوقات بنی نوع انسان کی بولی بولنے لگیں گے تو پھر یہ آپ کی "بھوشنا" "گھوشنا" "گھنٹہ تنتنز" وغیرہ زمانہ قبل از تاریخ کے خزانے صوبہ مدراس کے جھینگے بھی قبول نہ کریں گے۔ جو آج غریب ہندی کے سندر پن ہی کو نیلی پیلی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔

چونکہ ہم پر آج برادران وطن کی یہ کرم فرمائی ہے کہ اردو خالص مسلمانوں کی زبان ہے اس لئے ہم وہ ادبی تاثرات جن کو زبانیں قبول کرتی آئی ہیں جن سے زبانوں کا سرمایۂ ادب بڑھتا ہے اردو ادب پر کلچرل اثرات فارسی عربی کے اپنائے ہوئے بنائے ہوئے معماران اردو کے وہ نظم و نثر کے حوالے جو برادران وطن کے اکابر قوم نے اردو زبان کو سرفرازی کے ساتھ بخشے ہیں۔ اور وہ آج اردو کا بہترین سرمایہ ہیں۔ ان کی اس ناخلف ادبی اولاد کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ مع اُن کی مختصر سوانح حیات کے جس کے بعد ہم حریفان اردو سے بصد ادب عرض کر دیں گے کہ اس اردو

سرمایہ کے حاملین کو کیا وہ اپنی ملی برادری سے اردو ادب نوازی کی حمایت
پر نکال دیں گے۔ جس میں کچھ اگر آنجہانی ہیں۔ تو کچھ آج بھی حیات ہیں اور
اپنے ساحرانہ کلام سے کسی قیمت پر منحرف ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں اگر ان کی
یہ شاعری اور یہ روزمرہ ہندی ہے۔ اس لئے کہ وہ ہندو ہیں تو اس اردو کو
بھی ہندی یعنی ہندو والی ہی سمجھ کر چھاتی سے نہ لگائیں تو ٹھکرائیں بھی نہیں ہیں
خادم ادب اردو نے ہندو برادران وطن کے وہ نمونے نظم و نثر کے آپ کے سامنے
پیش کئے ہیں۔ نشان زدہ مقامات کی ملاحظگی کے لئے کہ ان سے بہتر سرمایہ ادب
اردو مسلم طبقہ کئی شاید نہ پیش کر سکے اور گیت، دوہے ہندی میں ہر دو رسم الخط میں
ہندو مسلم سبھی لکھتے پڑھتے چلے ہیں کہ ہندی کے مہاکوی اور محسن اعظم ہمارے امیر معرفت
امیر خسرو رحمۃ اللہ تھے لہذا فی الحقیقت اردو ہندی دو مختلف زبانیں ہی نہیں ہیں۔
بجز رسم خط کے ٹھوس ہندو ماحول میں اردو زبان پر سنسکرت کا غلبہ ہے اور
ٹھوس مسلم ماحول میں عربی کا اور یہی نہیں بلکہ ٹھوس فیشن پرستوں میں آج انگریزی
کا غلبہ اور جنون ہے۔ اس امر کے اثبات میں کہ اردو زبان ہمارے [illegible]
مسلم اکابر ملک کا مشترکہ ادبی سرمایہ ہے اگر میر، غالب، داغ، حالی،
اقبال اور اکبر ہی اردو کے معمار تھے اور اردو مسلمانوں کی ہی زبان ہے۔
تو ہمارے اس پیش کردہ لٹریچر میں جن برادران وطن کا کلام اور ان کے مختصر
حالات زندگی آپ کے مطالعہ کے لئے پیش کئے گئے ہیں اس مطالعہ کے بعد سر صاحب
شعور کو یا تو اردو دشمنی سے ہاتھ اٹھا لینا چاہئے یا پھر اعلان کر دینا چاہئے کہ
یہ حضرات ہندو نہیں تھے۔ تو ان کی اس مادری زبان کو جو خالص اردو ہی تھی۔
ہم اور ہماری مادری زبان اپنے آغوش محبت میں لے لیگی۔ جیسا ہمارا مذہب فطرت
نہایت عقیدت اور احترام کے ساتھ انسانیت کے دھرم کو اپنے پہلو میں
جگہ دے دیتا ہے۔

اس حقیقت حقانی کے اظہار کے بعد بھی اگر غفلت اور تعصب کا

پردہ نہ ہٹے تو پھر ہم بہ بانگ دہل کہیں گے کہ بے شک اردو مسلمانوں کی ہی زبان ہے ۔ جہاں میر، غالب، داغ، اکبر، اقبال، جوش، جگر ہمارے ہیں وہیں نسیم، سرشار، برق، چکبست، نگم، درّ، فراق عرش، جوش اور ہمارا مرحوم جواہر لال نہرو اور وہ درجنوں محسنانِ ادب اردو جن کا اوڑھنا بچھونا انسانیت ہے وہ بھی ہمارے ہی ہیں جن کا ذکر بحوالہ کلام ہم نے پیش کیا ہے ۔ اور جن کی مادری زبان وہی تھی جو ہماری ہے اور وہ آج بھی وہی بولی بولتے ہیں جو ہم بولتے ہیں ——

تاریخی حقایق پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا اگر عارضی گھٹا کہیں کسی پالیسی کے زیر اثر چھا بھی گئی تو ردِ عمل کے طور پر وہیں حزبِ مخالف نے پردہ دری بھی کر دی ۔ ورنہ پھر ہسٹری آف سویلزیشن (تاریخ تمدن) کی برکات تو دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہمیشہ سے عادتی طور پر کرتی ہی رہی ہیں ۔

چنانچہ کل کے برٹش دور کے جملہ غلط انتساب خود اپنے دورِ اقتدار میں ہی نہ پنپ سکے ۔ سلب حکومت کے بعد تو ان کا وہ قلع قمع ہوا کہ آج عالمگیرؒ کو کوئی ہندو برادر ہندو کش نہیں کہہ سکتا ۔ جس عالمگیرؒ نے مندروں کو جاگیریں دیں ۔ پنڈتوں کو ریاستیں دیں خود عظیم تر اس میسور کے راج میں شاہی مہر شاہی فرامین پر جو لگتی ہے وہ عالمگیرؒ کی عطا کردہ ہے جو آج بھی مستعمل ہے اور اپنے محسن کی داد و دہش اور رعیت پروری کو بتا رہی ہے ۔

ابوالحسنات بیدل فاروقی سہارنپوری

Marfat.com

شانِ اردو

ناز ہے نطق کو جس پر وہ ہے شانِ اردو
دل میں گھر کر جاتا ہے ہر اک بیانِ اردو

راج بھاشا ہے یہ دربار میں شاہوں کے بھی
شاہِ عالم نہ ہو کیوں شاہِ جہانِ اردو

دورِ ارض میں جو عطائی نہ گئی چھپتے ہیں
سرخ رو کی ہے یہ تحفت کمانِ اردو

آج اقلیمِ سخن میں ہے شہنشاہ یہی
بندۂ شاہِ جہاں شاہِ جہانِ اردو

گنگا جمنا کے وہ سنگم پہ گلے آ کے ملیں
ہند کی بولیاں جتنی تھیں ہیں جانِ اردو

دستِ گلچیں کے تظلم پہ کھلی ہے رشکِ بہار
ہے بہاروں پہ خزاں میں بھی یہ جانِ اردو

گہ ورکانِ نمک رفت نمک شد اسیر
عادتاً آئے ہیں یقیناً وہ یہ کانِ اردو

آئینۂ فطرتِ انساں کا یہی بھاشا ہے
روحِ امرت ہے زمانہ میں لسانِ اردو

لہجہ اس کا ہے وہ آفاقی کہ مغنوں ہیں سبھی
رکھتا ہے لوح پہ وہ ذوقِ بیانِ اردو

درسِ فطرت کا دیا دیتے ہیں جھنکار کو مدام
ہند میں رہ گئے جو روحِ روانِ اردو

لامکاں صبحِ ازل میں تھا کبھی جس کا مکیں
ہے وہی شامِ ابد میں یہ مکانِ اردو

نطق ہر ساز ہے سنسار میں اردو کا الاپ
ذوق نغمات ہے بیدل بہ زبانِ اردو

از بیدل فاروقی

Marfat.com

الہامی نظم

دنیا کی زبانوں میں ہے مشک ختن اردو
ہے روح یہ الہامی زبان کی سخن اردو
مجبور ہے سنسار بنے اس کا پر بھی
دِلّی کی خفیقت میں وہ ہے آج بھی رانی
ہو بگڑی ہی جن کو رسوا دوں کی ہوس خام
آ سینے میں عربی سے کہا سنسکرت نے
ہم دونوں کو قدرت سے وہ الہام ہوا تھا
غیروں کی تھی خواہش کہ اجڑ جائے یہ گلشن
یہ ہند کا سینہ ہے کہیں ٹوٹ سکے گا
یہ ہندو مسلماں کے ہے سنگم کی نشانی
دلی کی بنت پر جو بنت لکھنؤ کی تھی
پہنا دیا اک دیس کا سجنا ہے اسی پر
اردو کے سوا دال نہیں گلتی کسی کی
جگ بھر میں ہے اردو کی یہی جادو بیانی
کوہ قاف کی پریوں کی بھی اردو ہی زباں ہے
ہر دیر و حرم کی ہے یہی قبلہ و کعبہ
ہندی ہیں سبھی ہندو مسلمان یہاں کے
سپرو نے کہا یا ہے اردو سے یہ ملکر
اردو کے پجاری بھی ہیں شمشیر بکف آج

کل ہند مہکتا ہے جو مہکے چمن اردو
شاید کہ ازل میں تھا خدا کا دہن اردو
رکھتا ہے یہ وہ لوح زبان کا لحن اردو
کل تک تھی جو محبوبۂ شاہ دکن اردو
انہیں نہیں پھبتی نہیں جچتی پھبن اردو
ہندی کے جو تھا سامنے گھر کے صحن اردو
کچھ یاد ہے جب ہم نے لگایا چمن اردو
ہندی کو جلا دیں جو نہیں پہنے کفن اردو
ہندو نہ کہے ہندی کہے گی بہن اردو
نہرو کے گھرانے کا ہے اب تک چلن اردو
سنسار میں کہتے ہیں اسی کو کرن اردو
انسان کی ہے فطرت کا سجیلا بدن اردو
قدرت کے اشاروں کی چمک ہے ذہن اردو
دیتا ہے ادیبوں کو ادب انجمن اردو
محبوب ہے سب کا یہ ہمارا سجن اردو
گاتا ہے زمانے سے زمانہ بھجن اردو
آتا ہے زمانہ کہ منائیں جشن اردو
لندن میں بھی جا پہنچا ہمارا مشن اردو
جب باندھ کے سر پہ نکل آئی کفن اردو

؎ تیس سال پیشتر کی بات ہے کہ ایک وفد ہندو مسلم اردو کی حمایت میں ولایت گیا تھا۔ — فاروقی

Marfat.com

اردو کی روانی میں ہے گنگا کی روانی | دنیا میں کسی کو نہیں لگتی کہیں اردو
ہر ایک کو جچتی ہے بڑے شوق سے وہ | سب رخ پہ لالا سے ہو چرخ کہن اردو

ہے دولت کونین کا تاج اس کی ہی سر پہ
زینت کے لئے ساز ہے بیدل لحن اردو

از بیدل فاروقی

بیانِ ادب

ادب ادب ہے بیانِ ادب ادب سے ہو | سخن شناسی سخن سنجی بھی ادب سے ہو

نہیں الجھاتا نہ یہ ہیئت بری کی ہچک | بیان اردو کا تحقیق ادب ادب سے ہو

ہے نطق حق جو اظہارِ حق ادب سے ہو

از بیدل فاروقی

دیباچہ از مؤلف

جنوبی ہند میں اردو

یہ حقیقت ہے کہ اردو نے دہلی مرکز میں بتدریج اپنے ارتقائی دور کے منازل طے کئے ہیں۔ اس درمیان میں اس کے اثرات پنجاب، بنگال، بہار اور دکن بھی پہنچے۔ بہار کو قریب تر مشرقی پڑوس ہونے کے سبب یوپی کے عین دعین تمدنی لسانی اثرات پوری یگانگت کے ساتھ پہنچے کہ بہار کی اردو بہت ہی کم بیگانگی کو بتا رہی ہے۔

بہار لسانی حیثیت سے لکھنے اور پڑھنے بولنے میں یوپی ہی کا ایک حد تک حصہ نظر آتا ہے۔ پنجاب بھی گو مغربی پڑوسی تھا۔ مگر وہاں پنجابی بولی کے بول گھریلو استعمال میں رہے اور لکھنے پڑھنے میں اردو کی ہمنوائی رہی۔

اس لئے لسانی نقطۂ نظر سے پنجاب بہار سے پیچھے ہی رہا لیکن جو شاخ مرکز سے دکن کو آئی گو وہ مقامی بھاشاؤں کے ساتھ میل کھا کر خالص اردو نہ رہی اور دہلی مرکز میں وہ ارتقائی صلاحیتیں جو مرکزی مجبوری دور کے بعد اردو کو میسر آئیں۔ یہ دکنی اردو اس ترقی سے بھی ایک حد تک محروم رہی۔ تاہم ارتقائی تاریخی تنہا دنوں کے لئے دکن کی اردو کی خاص پوزیشن ہے۔ اس لئے تمدنی اثرات کے پیش نظر یہ عنوان سیر حاصل تبصرہ کا خواہاں ہے۔

اردو کا ارتقاء کسی غیر فطری دباؤ پر نہیں ہوا۔ بلکہ طبعی تقاضوں پر بڑھایا گیا۔ پنجابی بنگالی بہاری ماحول کے جو تقاضے سبب وہاں اردو کی جو پوزیشن رہی۔ دکن میں وہ نہیں تھی بلکہ یہاں کے تقاضوں کے تحت یہاں کی دکنی اردو کی اپنی حیثیت علاحدہ رہی جو اپنے مخصوص ماحول

135930

کے پیش نظر تھی ۔
مضمون ہذا کا اضافہ بہ عنوان "جنوبی ہند میں اردو"
کلچرل اثرات کی مزید وضاحت کے لئے ملاحظہ ہو ۔

مضمون ہذا کا مطالعہ اس وقت مفید تر ہوگا جب ذہن ان تعصبات سے پاک ہو ۔ اور شمال و جنوب کی ایک دوسرے پر برتری کی اٹک نہ ہو اور حقیقت بیں نگاہ سے دیکھا جائے، اور تاریخی شہادتوں کی عظمت تا[illegible] صداقتوں پر یقین ہو کہ آخر جنوب میں ۲۵ بولیاں بولی جاتی ہیں، کسی کا بھی ڈانڈا اردو سے نہیں ملتا کسی تعلق سے اردو کو یہاں کی مقامی بولیوں سے کوئی نسبت نہیں۔ تو پھر اردو کی پیدائش کا سوال جنوب میں ایک بے معنی حقیقت ہے۔ خود رسم الخط ہی کو لیجئے کہ عربی، فارسی، اردو، پشتو، سندھی ۔ ان بولیوں کی داہنے سے بائیں کو لکھاوٹ ہے کہ سامی النسل ہیں یا ان کے اثر میں ہیں۔ فارسی کی طرح آریائی ہوتے ہوئے بھی لیکن باقی دوسری دنیا کی زبانوں میں اکثریت یہ ہے کہ وہ بائیں سے داہنے کو لکھی جاتی ہیں ۔

خود صحابہ رضؓ کے دور میں جو مسلمان یہاں آئے وہ تو عربی ہی بولتے آئے مگر ان کی اولاد میں یہ عربی زبان صرف مذہبی حد تک رہی وہ کبھی اپنی مادری زبان عربی نہ رکھ سکے بلکہ یہیں کی مقامی علاقائی زبان ہی ان کی مادری زبان ہے ۔ جس کا خاندانی رشتہ ڈراویڈی ہی ہے ۔ اس لئے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ جنوب میں اردو کا تعلق یہاں کی کسی علاقائی زبان سے دور کا بھی نہیں ہے ۔ اس کا وجود شعوری اس علاقہ میں سلطنت مرتفع ہو کر آگے چلی کے حالات رہتے تک نہیں ملتا اس لئے یہاں کی اردو کو دکنی اردو جو کہتے ہیں وہ کسی نہ کسی وقت کی شمال ہی سے آئی ہوگی ۔ اس کی ساخت میں ہندی کی آمیزش زیادہ ہے علاقائی پراکرتوں کی کم ہے ۔

جنوبی ہند میں اردو کا مقام

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما ۔ اردو سے متعلق چند اہم نکات آج کی ادبی پیش کش میں پیش ہیں۔ حقائق سے انکار ضمیر فروشی اور صداقت سے کھلی بغاوت ہے جس کا مرتکب وہی ہو سکتا ہے جس کی رگوں میں خونِ شرافت نہ دوڑتا ہو۔

اردو کی پیدائش اور یہ تحقیق کہ اس نے کہاں کہاں رین بسیرا کیا اہم مسئلہ نہ کہ جھگڑے کے لئے "کوئی معقول بات نہیں لیکن اصل حقیقت کو پیش کرنا لازمی ایک حقانی شہادت ہے۔

ظاہر ہے کہ اردو کو نہ تو فارسی عربی کہا جاتا ہے نہ ہندی، سنسکرت نہ اور کوئی ہندوستانی بھاشا کہ پراکرت بلکہ اردو زبان اپنے خصوصی خدوخال اور خصوصی قد و قامت پر ایک علحدہ ہی زبان ہے جس کے لئے آج کی کھلی عداوت یا ہریجن کے جرچے۔ اب ہندی ثقافت کی سیاست کے اہم مسائل بن گئے ہیں۔

تاریخ نے جتنی مساعدت کی شاہجہانی دور سے کہیں اوپر ہی اردو کے ہسٹاریکل ڈانڈے ملتے ہوئے نظر آئے۔ سرزمین ہند پر تقریباً آٹھ نو سو سال سے اوپر اس کے تاریخی نشانات کا اتا پتا ملتا ہے وہ بولی مانا کہ آج کی دلی لکھنؤ کی نہ ہو لیکن وہ پھر کوئی بنگالی، ملیالی کبھی نہیں ہے۔ اتنا بھی نہ ماننا خود اپنی حقانیت کی صداقت سے ہاتھ دھونا ہے۔ اردو کی ساخت خود یہ بتلاتی ہے کہ اس کے وجود میں عربی، فارسی، ہندی، سنسکرت کے ہر چہار جوہر سے اربعۂ عناصر کی وحدانی صورت میں امتزاج حاصل کیا ہے یہ کرۂ ارضی ہے۔ اس کی ہر چیز میں چار عنصر آب و خاک باد و آتش کا میل ہے۔ یہاں کی کوئی

Marfat.com

چیز حتیٰ کہ پانی کا بھی تجزیہ کیا جائے تو اس میں بھی آتشی اجزا [illegible] پائے جاتے ہیں، ملیں گے اور جو کچھ بھی آگ کی صفت طبیعی ہو گی [illegible] مائیہ کی قلیل ترین مقدار ہی میں کیوں نہ ہو ضرور ملے گی۔

ایک گیند یا مٹی کی ڈلی کو جب ہم پورا کر [illegible] پہلی شکل میں لانا ہو تو اس میں پانی ملا کر گوندھنا پڑے گا۔ جب [illegible] کا تحلل ہو گا اور حرارت کی آمیزش ہو گی تب کہیں یہ مٹی کی ڈلی [illegible] میں آئے گی انہیں اربعہ عناصر کی آمیزش پر ایسا ہو سکے گا۔ [illegible] جب ہندوستان میں عربی، فارسی، ترکی بولنے مسلمان آئے اور [illegible] موجودہ بھاشاؤں سے مل ملا کر تفہیم کا ایک مجموعہ [illegible] طفل نوزائیدہ [illegible] اپنی غوں غاں [illegible] کو اپنی طرف متوجہ کیے ہوئے تھا۔ [illegible] برخوردار [illegible] دکھاتا ہوا [illegible] دوران اردو نام سے [illegible] ہو سکتا ہے کہ [illegible] سبھی قسم کے لوگ تھے وہ خالص عربی، فارسی، ترکی بول کر [illegible] بات دوسروں کو سمجھا سکتے۔ [illegible] ہندی [illegible] سنسکرت سے [illegible] اس برسوں کے طبعی میل جول نے ہند [illegible] مشترکہ سرمایہ کے [illegible] چھوٹے [illegible] ہوئی ایک منظم لڑی میں [illegible] حیثیت [illegible] اردو کہلاتے۔

شاہان مغلیہ کے دور اقتدار میں [illegible] زبان [illegible] سو سال تک [illegible] اپنی نجی کے خطوط [illegible] میں لکھتے اور تصنیف و تالیف بھی فارسی میں ہوتی۔ خود انشاء نے اردو کی لغت بھی لکھی تو فارسی میں لکھی۔ غالب کے وقت میں بصد تقاضا یہ بدعت

Marfat.com

ختم ہوئی اور اردو خطوط نویسی کا رواج ہوا۔ حکیموں، طبیبوں کی فارسی میں نسخہ نویسی آج بھی اس دور کی یادگار ہے۔ شمال ہی میں سہی، بہر حال یہ زبان آہستہ آہستہ اپنے میٹھے "بول" پر "بولی" کا پوزیشن لیتی رہی اور بولتے بولتے یہاں تک پہنچی کہ کنگرۂ عرش سے ٹکرائی۔

جب انگریز یہاں آیا تو اس نے اسے ہندوستانی زبان ہی کہہ کر پکارا کہ سب کو بلا تفریق ملت بولتے پایا۔ یہ تصویر کا اک رخ ہے دوسرا رخ

ع خدا شرے بر انگیزد کہ خیر ما دراں باشد۔

یہ ہے کہ محمد بن تغلق نے سطح مرتفع دکن کے سینے کو چیر کر جب دکن میں سکونت اختیار کی اور سیاسی مصلحت پر فارسی سے بائیکاٹ ضروری تھا۔ مرکز دھلی سے کلی قطع تعلق کی بنا پر یہاں تک کہ اس نے حکم دیا کہ جو فارسی بولے اس کی زبان قطع کر دی جائے اس بندش کا یہ اثر ہوا کہ لوگوں نے فارسی کی شیرینی کو نیم کی بنولی سمجھ کر آخ تھو کر دیا اور اس سے پہلو تہی اور کلی اجتناب برتا لیکن رونا اور گانا اک فطری جذبہ ہے لوگ اپنے دلی جذبات کا جو پہلے فارسی میں اظہار کرتے تھے اب اس شاہی بندش کے سبب اس بولی میں کرنے پر مجبور ہوئے جو وہ اس وقت تغلق کے ساتھ دھلی سے بولتے ہوئے لائے تھے۔ طبعی طور پر مقامی پراکرتوں کی آمیزش سے جو قلیل مقدار میں ہی سہی ان بولوں میں جو تفہیم کی شکل پیدا ہو گئی تھی اس نے جب شعری جذبات کے روپ میں جنم لیا۔ تو یہی دکنی اردو یا دکنی شاعری کہلائی۔ انہیں حقائق پر اس دکنی اردو پر اردو شاعری کی جنوب میں پیدائش ہوئی جو بعد کی مشق سے کچھ کچھ پختہ سی ہو گئی جس کے لئے ولی کی شخصیت سنگ میل ہے۔ یہ دلی اورنگ آبادی تھے۔ تو ولی کہنا ایک دکنی ایک گجراتی غلط ہے بلکہ اورنگ آباد خود حیدر آباد کی شمال مغربی سرحد پر حیدر آباد سے کئی سو میل کی مسافت پر کوسوں

Marfat.com

دور ہے ۔ گجرات سے جس کو سو میل کا بھی فاصلہ نہیں ۔ یہیں ولی دکنی اورنگ آبادی طلبِ علم کے لئے اورنگ آباد سے ذرا آگے بڑھے گجرات پہنچے جہاں "سورت" اس وقت علم و فضل کا مرکز تھا وہاں ولی کی علمی قدریں پروان چڑھیں۔ جب وہاں بھی اس دکنی ہونہار کی علمی پیاس نہ بجھی تو یہ دہلی پہنچے اور اپنے ساتھ اپنی اس وقت کی اردو شاعری بھی لے گئے ۔

یہ کہنا بھی غلط ہے کہ ولی کا دیوان دلی پہنچا بلکہ خود ولی کا طلبِ علم میں دلی جانا ثابت ہے ۔ جب دلی والوں نے دیکھا کہ خوب ! اردو میں بھی شاعری ہوتی ہے ؟ تو وہ جو ولی سے کہیں اچھی دو سو سال کی منجھی ہوئی صاف ستھری اردو بولتے تھے اور شاعری فارسی میں کرتے تھے ۔ اب ولی کی دیکھا دیکھی دلی والوں نے بھی اپنی ترقی یافتہ اردو میں شاعری کی خود ولی کی زبان دلی میں رہ کر صاف ہوتی رہی ۔ جوں جوں ان کی زبان صاف ہوئی ان کی شاعری بھی صاف ہوتی رہی ۔

چنانچہ اس حقیقت کیلئے شاہدِ عدل خود ولی کے یہ دو شعر فیصلہ کن ہیں ۔

ولی دکن میں

ع خال کبھی مکھ پر تیرے جیوں دسے
جیوں کہ بیٹھا زاغ آ گلشن کے عصبتر

اور یہی ولی دلی میں :-

ع مفلسی سب بہار کھوتی ہے
مرد کا اعتبار کھوتی ہے

دلی میں زبان کا معیار عتنا بلند ہو چکا تھا ولی بھی اس سے مستفید ہوئے جو مضمون اس شعر میں ادا کیا گیا ہے ۔ آج بھی اس پر مزید کسی لفظی معنوی

تبدیلی تصرف کا اضافہ ناممکن ہے ——— ولی کو بابائے غزل کہنا تو آزاد کی "آبِ حیات" پر ختم ہے۔ خود دکنی شعراء کے وجود نے ہی جس کو باطل کر دیا ہے۔ کہ ولی سے بہت پہلے دکن میں دکنی اردو میں اردو شاعری تھی لیکن اتنا کہنا ہی پڑتا ہے کہ ولی کی دیکھا دیکھی دِلّی والوں نے اردو میں شاعری کی جو دلّی کی شاعری سے بہ حیثیت زبان بہت اونچی تھی۔ ولی دِلّی والوں کے شاگرد ہیں نہ دِلّی والے ولی کے شاگرد ہیں بلکہ اچھی زبان کا استعمال شاعری میں ولی کے یہاں دِلّی والوں کے فیضِ صحبت سے ہوا اور دلّی والوں نے ولی کو دیکھ کر اردو میں بھی فارسی کے ساتھ ساتھ شاعری کی اب جو شور مچا ہوا ہے کہ اردو کی پیدائش بہ حیثیت ایک بولی کے پنجاب میں ہوئی یا دکن میں ہوئی اس تحقیق سے یہ بھانڈا پھوٹ گیا۔ اردو کی پیدائش بہ حیثیت ایک بولی کے شمال ہی میں رہی وہاں سے بنگال یا بہار کو ایک شاخ پنجاب کو ایک۔ اور دکن کو ایک گئی اس دکنی شاخ نے مندرجہ بالا تقاضوں پر دس صدیوں میں نظم اردو یا دکنی شاعری کی صورت میں چولا بدلا بلکہ جنم لیا گو ہندی آمیز اردو شاعری شمال میں بھی دھیمی تھی پھر عادل شاہی حکومتوں کی نہ وہاں پر جب یہ لوگ تتر بتر اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے زیادہ مقدار میں جنوب کے نچلے حصے میں پھیلے اور حیدر علی ٹیپو کے دور میں اور منظم طور پر یہ لوگ اِدھر اُدھر سے آ کر ان علاقوں میں آباد ہو گئے یہ وہی لوگ ہیں جو آج بھی یہاں اپنے گھروں میں اور باہر اردو بولتے ہیں ان میں ہندو مسلمان سبھی ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ نہی اردو بولیں گے جو ان کا مشترکہ آبائی سرمایہ ہے جو دکنی اردو کے نام سے متعارف رہے یہ صورت حال عمومی تھی ورنہ اکّے دکّے کا ولی کی طرح اِدھر سے اُدھر یا نائز دہلوی کی طرح اُدھر سے اِدھر آ جانا کسی تمدن پر انقلابی اثر نہیں ڈال سکتا۔ کتنے ابنِ بطوطہ اور کتنے البیرونی ہند کو باہر سے نہیں آئے اور

Marfat.com

کتنے نظیری، عرفی یہاں نہیں آئے یہ انفرادی اثر کسی انقلاب کا حامل یا ضامن نہیں ہے۔ جب شمال میں اردو کو چار چاند بلکہ ہزار چاند لگے آگرہ اسکول ٹوٹ کر دہلی اسکول قائم ہوا۔ دہلی اسکول ٹوٹ کر لکھنؤ اسکول آباد ہوا وہ ٹوٹا تو پھر سلطنتِ آصفیہ کے زیرِ اقتدار حیدرآباد اردو کا گہوارہ بنا جو اردو کے چوتھے ابھار کا ترقی یافتہ دور کہلایا بجز قدرے لب و لہجے میں اختلاف کے جو مقامی دکنی میل و ملاپ کا لازمی اثر تھا اس پر بھی نواب مرزا داغ بول اُٹھے۔

نہیں کھیل اے داغ یاروں سے کہدو کہ آتی ہے اردو زباں آتے آتے

لیکن جب دوسرے افادی نقطۂ نظر سے حکومت کی سرپرستی میں یہ زبان خاصی بڑھ گئی تو حوصلہ افزائی کے لئے یہ اظہارِ حقیقت بے بدل کہ کرنا ہی پڑا۔ وہ دن گئے کہ داغ نے داغا دکن کو تھا

اہلِ زباں سے بڑھ کے زباں داں ہے آجکل

افسوس کہ اس اردو کے چوتھے دکنی ابھار سے جو حیدرآباد کے آصفیہ اقتدار میں میسر آیا۔ اور شمال کے آگرہ، دِلّی، لکھنؤ کے ہر سہ ادواروں سے دکن کے اس زیریں حصے کے باشندوں کو حقیقی ورثہ نہ ملا۔ اس لئے کہ ٹیپو کے وقت کی سیاست فرنگ نے جو رکاوٹ کی خلیج یہاں کے بالخصوص مسلمانوں میں پیدا کردی تھی وہ خلافت، کانگریس کے اتحادی دور تک باقی تھی۔ خدا خدا کر کے اس کل ہندی اتحادی میل ملاپ میں ختم ہوئی اور کچھ اب آہستہ آہستہ ختم ہو رہی ہے اب سے تیس پینتیس سال میں یہاں کے ہونہاروں نے اردو کی طبعی ملنساری سے کافی ترقی کی ہے۔ وہ آج اپنی زباندانی پر لائقِ صد تحسین و آفریں ہیں۔ اگرچہ عوام میں دکنی اردو کے بھی خاصے اثرات پچھلی تاریخ کو دھراتے ہیں جس میں

Marfat.com

[illegible] کے ساتھ [illegible] چیزوں کے معانی [illegible] بھی ملے ہیں۔
[illegible] مغربی [illegible] کے ساتھ
[illegible]
[illegible] ہیں۔

[illegible]

[illegible]

[illegible] بولتے ہیں [illegible] نے کہا کہ
[illegible] بولتے ہیں [illegible] پرانا استعمال قواعد اردو کی تدوین
سے پہلے کا یہاں آج بھی مروج ہے اور جاتے ہوئے رخصتی کے وقت آتا ہوں
نیک فال کے لئے غیر شعوری طور پر بولتے ہیں اور کشمش کو منقی بولتے ہیں۔
دہلی میں منقی سوکھے انگور کو کہتے بعد کو بڑا انگور جو دواؤں میں پڑتا ہے۔ بیج
نکال کر جو منقی ہوا اور چھوٹا انگور جس کو بیدانہ کہتے ہیں جو چمن ننگرہار میں
بعد کو پیدا ہوا جس میں بیج ہی نہیں ہوتا وہ شمالی ہند سے آیا اور میٹھے کھانوں
میں یہ سوکھا پڑا وہ کشمش نام یہاں نہیں آیا اس لئے پہلا نام منقی ہی یہاں

مستعمل ہوا۔

غرض کہ مرکزی ارتقائی اثرات سے دوری کے سبب یہ جزوی اختلاف قابلِ التفات نہیں جبکہ اردو کی تاریخ میں یہ ٹیپو سلطانی علاقہ اپنی مثال آپ ہے تاریخ میں اس کا جو اہم مقام ہے وہ کسی صورت اپنی اہمیت کو کھلا دینے والا نہیں ہے۔ شمال میں خدانخواستہ اگر اردو تعصب کی بھینٹ چڑھ گئی تو بھی یہ علاقے اس تعصب کی زد میں نہ آئیں گے اور مستقبل میں اردو کے ضامنِ حیات بھی علاقے ہوں گے۔ اس سلسلے میں ایک لطیفہ یاد آیا کہ اب سے بیس پچیس سال کی بات ہے کہ محترم علامہ زور مرحوم ایک مرتبہ میسور آئے اور ٹریننگ کالج میں مولانا نے خطاب فرمایا "دکن میں اردو" پر بطور استشہاد بولے کہ دیکھو "ہتھی" یہاں آج تک بولا جاتا ہے یعنی "ہتھی" شمال میں سدھر کر "ہاتھی" ہو گیا تو جواباً بندے نے عرض کیا مولانا کو ذہول ہوا ہے "ہتھی" آج بھی پنجاب میں نیز یوپی کے دیہات میں بولا جا رہا ہے وہاں اور یہاں بہر تفصیل ایک وقت ہی گیا تھا ہر دو جگہ پنجاب و دکن میں ارتقاء کا موقع نہ ہونے پر "ہتھی" رہا اور دہلی لکھنؤ میں نئی نفاست بہ صفات ہو کر ہتھی سے ہاتھی بن گیا ——— غرض کہ آج اردو کی ارتقائی تاریخ میں جنوبی ہند کا وہ اہم مقام ہے جہاں اردو کے لکھنے اور بولنے میں اپنی گذشتہ تاریخ کو پوری شہادتوں کے ساتھ دھرایا جا رہا ہے کہ جو لکھتے ہیں وہی بولتے ہیں۔ دوسرا مقام پنجاب کا ہے جہاں بولتے ہیں اپنی مادری زبان پنجابی اور لکھنے پڑھنے میں اردو۔ اس میں ہندو مسلم پنجاب و دکن میں برابر ہیں۔ یہ علاقائی زبانیں جہاں بولی جاتی ہیں ان میں وہاں کے جملہ باشندے بلاتفریق ملت شریکِ نطق رہتے ہیں۔ بنگالی بولی کے بول بنگالی باشندہ بولے گا۔ ہندو کہ مسلم، سندھی بولی کے بول سندھی بولیگا مسلم کہ غیر مسلم۔ ایسے ہی جنوب کی دوسری بولیاں جو ایک کثیر تعداد میں ہیں ان میں یہاں کے مسلم غیر مسلم برابر ہیں۔ یہاں کے وہ مسلمان جو دہلی شمال سے عادل شاہی علاقے میں آئے اور وہاں سے

Marfat.com

مملکتِ آصفیہ میں پھیلے اور کچھ اس میسور کے علاقے میں آباد ہیں اس پورے علاقہ کو جنوبی ہند بولتے ہیں وہی یہاں مادری زبان کی حیثیت سے اردو بولتے ہیں۔ یہاں کے دوسرے مسلمان ملیالم، تمل وغیرہ گھروں میں بولتے ہیں اور ہم سے اردو بولتے ہیں اور یہاں کے ہندو بھی کنڑا، تمل اور دوسری ڈراویڈی زبانیں گھروں میں بولتے ہیں اور باہر جیسا سابقہ پڑے اردو کہ انگریزی کہ تمل، کنڑا وغیرہ۔

غرض کہ دکن کا اردو پر بڑا احسان ہے کہ اس نے اپنے دورِ فلاکت میں اسکو بحال رکھا اور اپنے آصفی دورِ اقتدار میں اس کی شاہانہ سرپرستی کی۔ دارالترجمہ کے محاسن اردو ادب کیلئے ناپیدا مثال تھے۔ یہ ہر امرکز کے لیے پنجاب کو بھی میسر نہ تھا۔ پنجاب کی اعلیٰ ادبی، فنی خدمات کا حیدرآباد کے بعد ہی درجہ تھا۔ گو صحافتی اردو ادب کیلئے لاہور بھی کچھ کم نہیں تھا۔ خیراب تو تقسیم کے بعد تناسب نہیں ہے۔

آخر میں یہ کہہ کر اس سمع خراشی کی معافی چاہتا ہے کہ اگر یہ میسور کا علاقہ اردو بولنے والا سقوطِ ٹیپو کے بعد ادبی، لسانی حیثیت سے بجائے مدراس، حیدرآباد جیسے مرکز رہتا تو اس کا ادبی مقام آج اور زیادہ بلند ہوتا۔ گروہ تاریخی تنہا دست جو اس کے دم سے اس کی انفرادیت کا نشان ہے اس کو میسر نہ ہوتی۔

فقط

بندۂ اخلاص

ابو الحسنات ابو حسن بیدل فاروقی بہارنپوری

صدر شعبۂ عربی، فارسی، اردو، مردانہ گورنمنٹ ٹریننگ کالج میسور

Marfat.com

پیش لفظ

ادارہ کا مقصد چونکہ انسانی فطری قدروں پر بنی نوع انسان کی جملہ خدمات انجام دینا ہے۔ اس لئے ملک و قوم کی ملکی، ملی، اصلاحی، ثقافتی خدمات ادارہ اپنے لئے انسانیت کے تقاضوں کی واجبی قدروں پر لازمی تصور کرتا ہے۔

حضرت العلامہ کی اصلاحی ملی خدمات جس فنی بصیرت کی حامل ہیں ان کا مطالعہ برادران ملک و ملت علامہ موصوف صدر دارالحسنات کے پیش کردہ لٹریچر میں کرتے رہتے ہیں۔

یہ ادبی اصلاحی خدمت بھی اہل وطن کیلئے اپنی انفرادیت پر اس قابل تھی کہ اس سے بہت پہلے طبع ہو کر ملکی فضا کو ہموار کرنے میں ممد ثابت ہوتی لیکن "کُلُّ اَمرٍ مَرہُونٌ بِاَوقَاتِہٖ"
قدرت کاملہ نے ہر چیز کیلئے اک وقت اس کے انتقاع کا رکھا ہے۔ چنانچہ ۴۹ء کی لکھی ہوئی یہ ادبی کائنات آج آپ کی خدمت میں پیش کرنے کا فخر ادارہ کو حاصل ہوا ہے۔ تاکہ اک سکون آشنا کیف کے تحت اس حقیقت مآب تالیف کو برادران وطن جب مطالعہ کریں گے تو اس احساس کے ساتھ کہ واقعی اردو زبان وہ قابل قدر سرمایہ ہم ہندوستانیوں کا ہے۔ جس کو ہم دنیا کی بجا طور بین الاقوامی زبان کہہ سکتے ہیں کہ دنیا کے ہر خطہ میں بولی اور سمجھی جا رہی ہے۔ انگریزی کا رواج تو حکومت کے اقتدار اور یورپی اقوام کے عالمی تسلط پر ہوا لیکن اردو کا پہنچنا اور ہر جگہ اس بولی کا بولے سمجھے جانا اسکی فطری شائستگی کی دلیل ہے جس کا بجا فخر ہم کل ہندیوں کو ہے کہ یہ مشترک سرمایہ ہم ہندوستانیوں کا ہے۔ از ادارہ۔ ناظم اشاعت دارالحسنات حکیم محمد حسنین فاروقی احسن المطب شاہ ولایت سہارنپور یوپی

آج ___ کل

اردو کا جب خدا ہی نگہباں ہے آج کل
گن اس کے گاتا ہند و مسلمان ہے آجکل

شاہجہاں کی بولی، جہانگیر کیوں نہ ہو
ہر دل عزیزی جسکی نمایاں ہے آجکل

سنسار بھر میں اردو ادب کا خمار ہے
دیر و حرم کلیسا خمستاں ہے آجکل

پیر مغاں ہے ذوق ادب کا ہر اک جواں
اردو کا شوق جس سے فراواں ہے آجکل

غالب کو میر و داغ کو تھا جس ادب پہ ناز
اپنا پرایا اُس کا ثنا خواں ہے آجکل

پچھم میں اور پورب و اتر دکن میں کیا
گردوں پہ مہر اردو درخشاں ہے آجکل

اردو کی دیکھ زمزمہ سنجی کہ تال و سر
کہنا پڑا ادب کا نیستاں ہے آجکل

گنگا کی وادیوں میں نسیم شمال تھی
پہنچی دکن میں ابر بہاراں ہے آجکل

دنیائے شعر زندہ ہے جس کے سہاگ سے
نغموں سے اُس کے عیش بداماں ہے آجکل

قدرت نے اسکو ساز شعور ادب دیا
پابند ہوش مجلس رنداں ہے آجکل

اردو کی دیکھ لو تڑپ، وہ نازک بیانیاں
کہنا پڑا کہ حسن خراماں ہے آجکل

صد رشک جام جم ہے جہاں بینی اردو کی
اردو کا بول لعل بدخشاں ہے آجکل

عربی کی روح سنسکرت جس کا جسم ہے
نطق خدا وہ مہر سلیماں ہے آجکل

ممکن ہے نام خلد میں کوثر اسی کا ہو
بزم شعور جس کی خمستاں ہے آجکل

اس رشک حور، ہند کی جوگن کے حسن سے
ہر ذرہ رشک مہر درخشاں ہے آجکل

آدم کو لائی خلد سے جس حسن کی طلب
اردو کی وہ جبیں پہ نمایاں ہے آجکل

عیسیٰ نفس ہے رکھتی ہے یہ لحن داؤدی
القصہ اس میں بولتا یزداں ہے آجکل

بھارت کے ہر سپوت کو اردو پسند ہے
دیوانہ جس کا ہند و مسلماں ہے آجکل

کل بیٹھے جس پہ قلعۂ معلی میں تھے ادیب
اردو ادب وہ تخت سلیماں ہے آجکل

بیدل ہے معجزہ یہی اردو زبان کا
ہر طفل نو سوار غزل خواں ہے آجکل

از بیدل فاروقی

Marfat.com

۸۶ء

ادبی تأثرات

(ہندوستانی تمدن اور لسانیات پر عربی کے ادبی اثرات)

ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا

قدرت کے قانون میں ادل بدل نہ پاؤ گے۔ عادت اللہ جس انداز اور جس طریقے سے اپنے کارخانۂ قدرت میں کارفرا ہے۔ اس میں سر مو تفاوت نہ ہوگا۔

واختلاف السنتکم والوانکم۔ ان فی ذالک لآیات للعلمین۔

تمہاری زبانوں اور رنگوں کے اختلافات میں بے شک تمہارے لیے بڑی نشانیاں ہیں یہ جو دنیا میں بھانت بھانت کی بولیاں اور نیلے پیلے سرخ و سفید گورے چٹے انسانوں کا اس سنسار میں پیدا ہوتے رہنے کا سلسلہ جاری ہے۔

قدرت کی اس میں واقعی بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔ یہی اختلاف کا قانون قدرت کی وہ ہم رنگی ہے۔ جسے غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ جنات تمدن اسی اختلاف پر قائم ہے۔ یہی دستور زمانہ ہے اگرچہ۔ واذا دخل الملوک قریۃً افسدوھا۔ وجعلوا اعزۃ اھلہا اذلۃ وکذالک یفعلون" کا تخریبی عنصر پھر دور بدور میکار بہر جنگ وجدل رہا ہے۔

جب کسی بستی پر دوسری قوم کا غلبہ اور تسلط ہوتا ہے تو سابق تمدن کا کلیہ کل برباد ہو جاتا ہے اور وہاں کے اہلیان عمائدین اور تخت نشین تخت مملکت سے تختۂ ذلت پر بٹھا دئے جاتے ہیں۔ سابق عزت ذلت سے بدل جاتی ہے۔ دنیا والوں کا یہی دستور ہے مگر جب کبھی ان کو کسی ملک و قوم پر تسلط میسر آیا تو انہوں نے وہی کچھ کیا جو ان کے لیے گذشتہ تمدن کی بربادی میں ان کا معاون ثابت ہوا اس جذبہ کا محرک اس سنسار میں ہر جگہ نفسیاتی طور پر ملک گیری کی ہوس نا کبھی

کا نظریہ رہا ہے۔
ع :- ہر کہ آمد عمارت نو ساخت ، ہر ہر موقعہ پر عملایا گیا۔
لیکن ۔ لا فخر للعربی علی الاعجمی ولا للاحمر علی الاسود کلکم بنو آدم و آدم من تراب ۔

یہ فخر صرف اسلام کو ہی حاصل ہے کہ اس نے قانون قدرت کی ہمنوائی پر اپنے دور اقتدار میں بلا امتیاز زمین و زماں اور رنگ و نسل کے صرف تعمیری پہلو اپنے سامنے رکھا ۔ تصویر کے دوسرے تخریبی رخ نے اس کے فکر و خیال کے میدان عمل پر کوئی اثر نہیں ڈالا چنانچہ ظہور اسلام کے بعد بھی عرب اپنی جملہ خصوصیات کا حامل اور مالک رہا، الشعر دیوان العرب" کی پوری خصوصیات زمانہ جاہلیت کے بعد بھی دور مخضر میں اور مولدین تک باقی رہیں ۔ اس لئے کہ عربی شاعری کے ہر سہ دور یعنی زمانۂ جاہلیت (قبل اسلام کا زمانہ) دورِ مخضر میں وہ زمانہ جس میں ایسے شعرا پیدا ہوئے جنہوں نے ہر دو زمانے کفر و اسلام کے دیکھے ۔ اور وہ ہر دو زمانوں کی برکات اور خصوصیات سے متمتع رہے)
دورِ مولدین یہ آخری تیسرا دور جو خالص اسلامی ہے ۔ اس کے بعد عربی شاعری اپنی خصوصیات ہی کھو بیٹھی ۔
عربی خالص تمدن، عجمی آمیزش کی قربان گاہ کی بھینٹ چڑھ گیا ۔ اس لئے کہ بنو عباس کے دور خلافت میں برامکہ ایرانی النسل کے خاندان نے قلمدان وزارت پر غلبہ اور تسلط حاصل کر لیا تھا ۔
جس سے ایرانی شعریت کی آمیزش کا باب عربی شاعری میں کھل گیا ۔ جس کی تفصیل "فارسی ارتقائے شعر" میں ملاحظہ فرمائی جائے ۔
نیچرل طور پر اگرچہ ہندوستانی مسلم کلچر ۔ ڈائرکٹ عربی تمدن کا خاکہ نہیں پیش کر سکتا ہے ۔ تاہم موجودہ ہندوستانیوں کے تمدن کا نکھار بالخصوص یہاں کے مسلمانوں کا کلچر اور تمدن بے شک اسی تمدن کا آئینہ دار ہے ۔ جو

Marfat.com

عرب سے عراق و ایران، افغانستان ہوتا ہوا یہاں پہنچا اور یہاں کی خوبیوں سے امتزاج کلی حاصل کر کے آج زندہ ہے اور پورے ملک کی ہندو مسلم میراث ہے۔ اس لیے اس تمدن میں وہ سب کچھ مواد کچھ تو مبہم شدہ حالت میں اور کچھ اصل سے بھی بہتر حالت میں اجاگر ہو کر موجود ہے۔ جو گذشتہ ادوار میں یہاں زینت تمدن رہ چکا ہے۔

دنیا میں ایک عربی زبان ہی ایسی مکمل اور قانون قدرت کے اصولوں پر ڈھلی ہوئی ایسی وسیع زبان گئی ہے۔ جس نے دوسری جملہ متمدن اقوام کے نجیبل الفاظوں کو اپنا کر اپنا جزو لاینفک ایسا بنایا کہ پھر وہ ضروریات تمدن میں دوسروں کی محتاج رہی نہ ان کا جائز ناجائز اثر قبول کر سکی بلکہ بڑی حد تک پاک دامن رہی جو اس زبان کی برتری کی ایک کھلی دلیل ہے۔

چنانچہ آج انگریزی کی وسعت کا راگ گایا جاتا ہے گو خود اس کی موجودہ وسعت صرف لاطینی اور فرنچ کی آمیزش سے ہے۔ پھر بھی عرب و عجم پر مغربی اقتدار کے تسلط کے باوجود جیسا انگریزی کا اثر اس کے دوسرے مقبوضہ ممالک بالخصوص ہندوستان پر ہوا کہ جہاں کے موجودہ ہندوستانی کلچر، زبان اور رسم و رواج نے نادانستہ طور پر خود کو یک قلم مجروح کر ڈالا۔

آج بھی اس قسم کا اثر عرب پر نہیں ہے۔ یہ وہاں کے مستحکم اسلامی کلچر اور مکمل عربی زبان کے برکات ہی ہو سکتے ہیں گو کہ آج کا عرب ہو کہ عجم مغربیت زدہ ضرور ہے۔ لیکن لسانیات میں عربی نے اپنے دور ارتقاء میں انگریزی سے کچھ نہیں لیا کہ وہ اس وقت خود ہی دامن کشیدہ غربت میں تھی بلکہ یہ چند الفاظ عربی میں سکہ، القاب، بیماریوں کے نام، اور سامان تجارت سے متعلق صرف موجودہ انقلاب کی یادگار ہیں جن کا ہونا ہونے کے برابر ہے جن کی فہرست یہ ہے۔

دفتریا۔ دفتر۔ شلین۔ شلنگ۔ جنیہ۔ گنی۔ ٹن۔ ٹن۔ مستر۔ مسٹر۔ لورد۔ لارڈ۔ سیر۔ سر۔ انفلونیزا۔ انفلوئنزا۔ اسپتالیہ۔ ہوسپٹل۔

Marfat.com

الیومن ۔ المونیم ۔ ورشنہ ۔ ورکشاپ ۔ بڑش بہش وغیرہ ۔
قدرتی ڈھلوان پر اردو نے عربی کی مکمل فطری تقلید کی ہے اور آج جو اس کا سرمایۂ ادب ہے وہ اس کا خود اپنایا ہوا ہے جو اس کی جائز میراث ہے جیسا کہ ملاحظہ ہوگا ۔

عرب کی شاعری فطری اور نیچرل تھی

ایک بادشاہ نے کسی شاعر کو کہا کہ میری تعریف کر تو اس نے کہہ دیا ۔ اِفعل امدح کچھ کیجئے کہ آپ کے گن گاؤں ۔ یہ جذبہ اظہار حقیقت کا بھی اثر سے مغلوب الحال ہو کر بنو عباس کے دور میں ختم ہوگیا ۔ اور فارسی شعریت کی صورت میں جس کی روح ایرانی اور جسم عربی تھا ۔ ایک عرصہ تک اس قسم کی شاعری کا مضمحل دور باقی رہا ۔ جس کے بعد عربی شاعری ہی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دنیا سے ایسی رخصت ہوئی کہ ایک عرصہ تک کسی پلیٹ فارم پر اپنے خصوصی رنگ میں نظر آ سکی ۔ اب ہزار سال کے بعد مصر کی نشأۃ ثانیہ میں پھر ابھری ہے ۔ بہرحال ایران کے فتح ہونے پر اسلام نے ایرانیوں کے دلوں کو بھی مفتوح کرلیا ۔

رعایا کے مسلمان ہوجانے سے وہاں کے جذبات شعری میں جو انقلاب آیا اس پر عربی شاعری خود مضمحل ہوجانے کے سبب اپنی خصوصیات سے اثر انداز نہ ہوسکی بلکہ آخری دور عباسیہ کی عربی شاعری کی روح خود ایرانی ہو چکی تھی ۔ پھر چند ہزار سال کے بعد ہندوستان کے ورثہ میں آئی تاہم ہاتھی لٹا بھی تو کہاں تک جیسا فاتح قوم کی عربی شاعری کا اثر مفتوح قوم کی فارسی شاعری پر پڑا تھا ۔ اور پھر مفتوح قوم کی شاعری نے فاتح قوم کی عربی شاعری کو ختم کر ڈالا ۔ یہی حال ہندوستان میں فارسی اردو کا ہوا ۔ کہ شروع شروع میں فصیح اردو بولنے والے فارسی شعر کہنا ہی اپنا وقار شعر گوئی اور معیار سخن سنجی خیال کرتے رہے ۔ یہی عام ذہنیت ہندوستانی شعرا کی آخر دور مغلیہ تک رہی چنانچہ

Marfat.com

"بخیال غالب ہے

فارسی بیں گر بہ بینی نقشہائے رنگ رنگ ؎ بگذر از مجموعۂ اردو کہ بے رنگِ منست"

یہی فارسی پرستی بحد شغف ہندوستان کی علمی بولی تھی لیکن نتیجہ وہی رہا کہ "چاہ کن را چاہ درپیش۔

جس طرح عربی کو فارسی نے زیب طاق نسیاں بنا دیا تھا۔ اس سے بھی کہیں زیادہ اردو نے فارسی سے وہ بغاوت کی کہ آج ڈر لگتا ہے کہیں یہ ہزار سالہ اسلامی تہذیب کی یادگار اوراق پارینہ نہ بن جائے۔

بہرحال! خدا شرے برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد" کہ محمد بن تغلق کی سیاسی خلیج آڑے آئی جس نے شمال و جنوب میں قطع مواغات کا سلسلہ قائم کردیا۔

دہلی مرکز سے دکن کی علاحدگی نے دکن میں مرکز کی علمی درباری زبان فارسی سے بھی قطع تعلق سیاسی وجوہ پر پڑتا تو لامحالہ جس بولی کو وہ دہلی سے آتے ہوئے بولتے آئے تھے انہیں اسی زبان میں اپنے کاروبار چلانے پڑے اور وہی ان کی دفتری شاہی زبان رہی۔ دہلی میں اس وقت کی ہندوستانی بولی یہی اردو ریختہ تھی۔ جس کو یہ اپنے ساتھ لائے تھے۔ قطع تعلق کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو اپنے جذبات فطرت بھی بصورت شعر اسی اپنی بولی میں ادا کرنے پڑے جو اس وقت کی ان کی اپنی بولی تھی اور یہی یہاں آنے پر ان کی دفتری زبان بنی اور خود دہلی میں بھی اس وقت یہی بولی، بولی جارہی تھی۔ دہلی والے اپنے جذبات شعری کو درباری زبان فارسی میں ادا کرنا اپنا شعار سخن سمجھتے تھے۔ یہ دکنی امراء اور شعراء اپنی اسی موجودہ درباری زبان میں جو اُن کی ملکی بھاشا تھی۔ شعر فہمی و سخن سنجی اپنا فرض سمجھنے پہ مجبور ہوئے۔ اس وقت کی ان کی اپنی عام بولی ہی ان کی درباری زبان تھی۔ لیکن دو سو سال کے بعد دہلی کی بولی منجھ گئی اور دکن میں دہلی سے قطع تعلق کی بنا پہ وہی پرانی

Marfat.com

دو سو سال کی بولی رہی بلکہ مقامی دکنی پراکرتوں کی آمیزش سے طبعی طور پر بہت کچھ اس میں تبدیلی بھی ہوگئی ۔ یہ سب کچھ سہی مگر اردو شاعری کی ترقی اسی پرانی اردو میں حسب تقاضائے فطرت اور حالات کی مجبوری سے دکن میں ہوتی رہی ۔ اس شعری پیداوار کا وہم وگمان بھی دہلی کے عوام کو باوجود بہتر فصیح اردو بولنے کے نہ ہو سکا ان کے یہاں شاعری کے لئے وہی دربار کی علمی زبان فارسی تھی ۔ یہاں تک کہ علمی تصنیفات اور روزمرہ کے خطوط غدر ۱۸۵۷ء تک شمالی ہند میں فارسی ہی میں لکھے جاتے تھے ۔ فارسی میں علمی یادگار بچھوڑ جانا باعث فخر سمجھا جاتا ۔ چنانچہ اہل قلم اور اردو کے اہل زبان نے اردو لغات بھی لکھی تو فارسی میں لکھی ۔ اور طبی نسخہ نویسی کا فارسی میں رواج آج بھی شمالی ہندوستان میں موجود ہے یہ شمولیت بلمرہ حیدرآباد جیسا کہ ایران کے دور اول میں عربی میں تصنیف کرنا ایرانیوں کے لئے باعث فخر ومباہات تھا ۔ یعنیہ یہی حال ہندوستان کے علمی طبقے کا تھا ۔ جیسے وہاں خالص عربی کے بعد ملی جلی عربی فارسی تصانیف وجود میں آئیں ۔ مقامات حمیدی وغیرہ جیسی کتابیں پھر خالص فارسی نے اسکی جگہ لے لی یہاں بھی پہلے فارسی اردو کی ملاوٹ رہی پھر خالص اردو رنگ نکھر آیا ۔ یہی جبلت انگریزی راج میں انگریزی سے رہی جو آج بھی باقی ہے اور بتلا رہی ہے کہ انگریز دشمنی کے باوجود ان کی زبان سے آج بھی مفر کی صورت نہیں ہے ابھی ایک صدی جائے تو یہ جوا اترے ۔ بشرطیکہ اسکی حقیقی معنوں میں کوشش بھی ہو ۔

غرض یہ کہ ولی دکنی جب دہلی گئے تو عام طور پر عوام کو تعجب ہوا کہ ریختہ میں بھی شعر کہے جا سکتے ہیں ۔ یہ زبان بھی اس لطافت شعری کی متحمل ہوسکتی ہے گو اکا دکا دلی سے پہلے بھی جا چکا تھا ۔ اور خواص گو دکنی اردو شاعری سے ناآشنا تھے لیکن دلی کی دیکھا دیکھی جب دلی کے عوام الناس اردو میں شعر گوئی پر اتر آئے تو دہلی والوں کے شعر ولی کے اشعار سے باوجود ابتدائے مشق سخن کے کہیں زیادہ

صاف و شستہ تھے خود ولی کو بجائے استاد بننے کے شاگرد ہی بننا پڑا کہ بہتر اردو میں شعر کہنا اُس نے وہیں سیکھا۔ جیسا کہ دیباچہ میں بتایا گیا ہے۔

یہی وہ حقیقت ہے جس پر گمان کر لیا گیا کہ اردو شاعری کی اصل بنیاد ہی دکن میں پڑی ہے بلکہ یہاں تک کہتے ہیں کہ خود اردو زبان ہی دکن کی پیداوار ہے جیسا کہ دکن میں اردو، نصیر الدین ہاشمی نے بتایا۔ ادھر پنجاب میں اردو محمود شیرانی نے کہہ ڈالا۔ اردو شاعری کی اصل بنائے ایجاد کا طرۂ امتیاز فی الحقیقت اردو زبان کی طرح شمال ہی میں امیر خسروؒ کے زمانے کو بلکہ خود انہیں کو ہے۔ آپکی خالق باری بچوں کی پہلی ریڈر جس کے لئے شاہد عدل ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے:۔

؎ خالق باری سرجن ہار ۔ واحد ایک بدا کرتار

یہی اس وقت کی اردو ہے جس کو ہندی یا ہندوستانی کہنے میں بھی کسی قسم کا تامل نہیں ہونا چاہئے۔ ہمارے بچپنے میں یعنی اب سے تقریباً نصف صدی قبل اس کی جگہ موجودہ سلیس اردو میں حمد باری نے لے لی جس کا پہلا شعر یہ ہے:۔

حمد باری لکھ کے اور نعت رسول
جو لکھے بیدل کرو دل سے قبول

حسن اتفاق سے اس کا شرف بھی اسی قدوی کے ایک محترم بزرگ کو ملا ہے جن کا تخلص بھی بیدل تھا۔

الحاصل! محمد بن تغلق اور اس کی فوج اپنے ساتھ دہلی سے جو اس وقت کی ریختہ دکن لائی یہاں اس پر بجائے مرکزی اضافہ اور ترقی کے یہاں کی مقامی پراکرتوں کا مزید اثر پڑتا رہا ادھر دہلی میں زبان صاف ہوتی چلی گئی۔ دکن اور اس سے کچھ کم پنجاب کی بھی یہی حالت رہی کہ وہ اس ارتقاء اور ستھراؤ سے بے بہرہ رہے چنانچہ دکن میں اور پنجاب میں آج بھی ہاتھی کو ہتھی بولا جاتا ہے اس لئے کہ جس وقت یہ لفظ دہلی سے محمد بن تغلق اپنے ساتھ دکن کو لایا تھا خود دہلی میں اس وقت یہی ہتھی بولا جاتا تھا۔

Marfat.com

پنجاب و دکن میں عدم اصلاح کے سبب ٹھنی رہ گیا۔ اور دہلی میں سلجھ کر ہاتھی سے ہاتھی ہوگیا۔ الغرض اگر ہلکا سا بھی خاکہ کلچرل طور پر عربی کے سابق تمدن کا پیش کر دیا جائے تو اس سے اسلامی تمدن "ساڑھے تیرہ سو سالہ" سامنے آجاتا ہے۔ اس لئے کہ فارسی نے عربی سے بہت کچھ لے کر ہزار سالہ اپنے مدارج ارتقاء کے بعد اردو کو وہ سب کچھ دے دیا جو آج نہ صرف مسلمانوں کے کلچر کا بلکہ ہندوستانیوں کے کلچر کا حامی ہے۔ اس لئے جملہ ہندوستانی بھائیوں کا بلاتمیز ملت فرض ہے کہ وہ اردو کی حمایت میں وہ سب کچھ ایثار و قربانی گوارا کریں جو اک زندہ قوم کو اپنی آئندہ قومی زندگی کے لئے کرنا پڑتا ہے۔ اگر وہ ملکی اور قومی صحیح خدمت انجام دینا چاہتے ہیں۔

حاصل المرام

مشتے نمونہ از خروارے۔ چند مثالیں عربی، فارسی ادب سے اردو ادب کے متاثر ہونے کی بطور سرقہ ہے مثالاً ملاحظہ ہوں جس کو اردو ادب نے مہذب طور پر اپنایا ہے۔ جو سرقہ اور غصب کے الزام سے قطعاً بری الذمہ ہے۔

تناول فرمانا

یہ دو مصدر ہیں ایک عربی کا دوسرا فارسی کا فرمودن سے اپنایا ہوا۔ عربی مصدر تناول از باب تفاعل کے معنی باہمی لینا دینا ایک کا دوسرے سے پالینا ہے۔ اور فرمانا کسی مقتدر ہستی کا کچھ کہنا لیکن اردو کے "تناول فرمانا" میں اس عربی فارسی کے امتزاج سے ایک خاص صباحت اور ملاحت پیدا ہوگئی ہے۔ جس کے معنی "کھانا کھائیے" کے ہیں۔ یعنی کسی چیز کو حاصل کر لینے کا سب سے بہتر مصداق یہی کھانا ہے۔ کہ اس پر ہی مدار حیات ہے۔ لیکن اس میں چونکہ اک شائبہ، حرص و لالچ کا تھا اس لئے اس کو باہمی لین دین کی صورت میں بتاکر ذہنی لطافت اور حسن تخیل کو چار چاند لگائے گئے ہیں جو اردو کے مشترکہ عروج تہذیب کے کمال کی خبر دیتا ہے۔ ورنہ معاف فرمائیے دکن میں عوام کو بولتے سنا ہے کہ" وہ مجھے

Marfat.com

کھانا تُم الغت رہا" اور اچھے خاصے پڑھے لکھوں کو بولتے سنا ہے کہ "اُتار لیجئے"
بولتے ہیں یعنی کھا لیجئے ۔ البتہ ڈھور ڈنگر کو دانا چارہ گھاس ڈالا جاتا ہے
ذی شعور انسان کے لئے یہ لوکیک [?] تخئیل کس قدر بھونڈا ہے اس کے مقابلہ میں
"تناول فرمانا" ملاحظہ فرمائیے اور خود "ملاحظہ" کو ملاحظہ فرمائیے کہ لحاظ
کے معنے "محتاط" نگاہوں سے "دیکھنے" کے ہیں ۔ اسی سے لحاظ بمعنی شرم
اردو نے اپنا کر اپنی ادبی وجدانیت کا ثبوت دیا ہے ۔

شوق فرمائیے یہاں مزید ذہنی لطافت سے کام لے کر اسی خور و نوش کے مفہوم کو اور مہذب صورت میں پیش
کیا ہے کہ سراپا آئینہ لطافت بن گیا ہے ۔

بسم اللہ کیجئے یہ اسلامی تمدن کی یادگار ہے ۔ فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ جس پر اللہ کا نام لیا جائے وہ
کھالو ۔ کل امر ذی بال لم یبدء بحمد اللہ و باسم اللہ فھو ابتر و اقطع ۔
جو مہتم بالشان اور عمدہ کام حمد خدا اور نام خدا سے شروع نہ ہو وہ کار ناکارہ ہے ۔
مسلمان ہر کام کی ابتدا بسم اللہ کہہ کر کرتا ہے ۔ لیکن بسم اللہ کیجئے سے صرف
کھانا کھاؤ ہی مراد لینا طعام خوردنی کی عظمت شان کو کس عمدگی سے ظاہر
کر رہا ہے ۔ حیدرآباد والے بھی لقمہ کی تصغیر لقمی بولتے ہیں کہ "اک لقمی ہے"
مطلب یہ ہے کہ انکار نہ کیجئے یہ سے ہی کیا اظہار انکسار کیلئے تصغیر لائی گئی ۔

حلال خور عربی میں بھنگی کے لئے اگرچہ کوئی ایسا لفظ نہیں جو اس خاص معنی کا شارح ہو بلکہ عربی فارسی ہر دو زبان میں
یہ مفہوم مراوی معنوں سے آدھا پونا ادا ہو رہا ہے ۔ اس لئے ہندوستان کا
موجودہ مروجہ "بھنگی" کا لفظ جس خاص شغلے کو واضح کر رہا ہے ۔ وہ عرب
وایران کی سرزمین میں ناپید ہے ۔ تاہم اس مفہوم کو عربی میں "مطہر" پاکی
صفائی کرنے والا "کناس" جھاڑو دینے والا "زبال" کوڑی پر کوڑا کرکٹ

Marfat.com

ڈھلنے والا صفائی کے یہ تین مدارج عربی میں تین لفظوں سے ادا ہوئے۔ یہی مفہوم فارسی میں "کودکش" "سرگین کش" مینگنیوں کو صاف کرنے والا اور "جاروب کش" جھاڑو دینے والا" سے ادا ہوا غلاظت اٹھانے والا مفہوم کسی لفظ سے ہر دو زبان عربی فارسی میں ادا نہیں ہوا۔ اس لئے کہ ان کے تمدن میں یہ خاص پیشہ ہی مروج نہ تھا۔ ہندوستان کے اردو ادب میں فارسی بندش کے ساتھ پہلے یہ جملہ مفہوم "خاکروب" سے ادا ہوئے پھر "حلال خور" کے مہذب لفظ سے عربی فارسی کے جملہ معنوں کو حاصل، یہ پورے معنی مکمل وضاحت کے ساتھ بالخصوص غلاظت اٹھانے والے کا مفہوم خصوصی طور پر ادا ہوئے کہ یہ جو روٹی کھاتا ہے اس قدر ذلیل کام کے معاوضے کی گویا یہی ایک حلال خوری ہے۔ بہ نسبت دوسروں کے بھی ایک "حرام خوری" کے شائبے سے پاک ہے۔ ادب برائے ادب کی ظرافت اور صداقت پر حلال خور کے استعمال میں اردو نے اپنی بریت و عافیت بس دیکھی۔ پھر اردو ادب میں سونے پر سہاگہ مزید اضافہ ہوکر "مہتر" بہ معنے سردار" مہترانی" بہ معنی سردارنی سے یہی مفہوم ادا ہوکر بھنگی بھنگن کے لئے مستعمل ہوکر اپنے تجزد نشہ کو پیش کر رہا ہے کہ یہ طبقہ جو اکثر دارو بھنگ پینے والا ہوتا ہے نہ کہ اس کے نشہ میں یہ غلیظ محنت برداشت کر سکے اس کو بھنگی کہا گیا تھا۔ بھنگ پینے والا بھنگی چرسی آج بھی مستعمل ہے۔ اور لکھنؤ والے تو صفائی بیگم بھی کہتے ہیں

بولؐ و براز عربی کا بول و براز اردو کی فارسی ترکیب میں بھی پیش آب (پیشاب) اور "پائے خانہ" کافی تہذیب کا حامل ہے۔ پھر اردو ادب میں شائستگی کے اعلیٰ پیمانہ پہ "رفع حاجت" کس قدر مستند لفظ مستعمل ہوا ہے۔ جو "جھاڑے پھرنا" سے کہیں زیادہ شرم دار ہے۔ جنگل میں جب درختوں جھاڑوں کی آڑ لیکر رفع حوائج کیا جاتا تھا۔ یہ لفظ اس تاریخ کو دہراتا ہے۔

Marfat.com

نوکر [6] کو جہاں انگریز "بیرا" "بوائے" "سرونٹ" کہہ کر بلاتا ہے۔ خود عربی میں "اجیر" "خادم" "غلام" کہتے ہیں اور فارسی میں "نوکر چاکر" لیکن اردو میں یہی مفہوم "بڑے صاحب" "بڑی بی" "بڑے میاں" "شیخ جی" "خاں صاحب" "میر صاحب" "میر مطبخ" "آپا" "ماما" ۔ "انا" ۔ دودھیاری باورچی داروغہ سے ادا کیا جاتا ہے۔ اور جنوبی سند کا لفظ "خالہ" بہ معنی "نوکرانی" بھی کس قدر عمدہ شائستگی اور رکھ رکھاؤ کے ستھرے ترین کو پیش کرتا ہے۔

عربی کا خلیفہ [7] حاکم وقت ہوتا تھا۔ آج اردو میں "خلیفہ جی" مکتب کے نائب استاد یا کسرتی اکھاڑے کے استاد کو عموماً اور نائی حجام کو خصوصاً خلیفہ کہنا کس قدر سلجھا ہوا ادب اور نفیس مذاق ہے کہ اس کے سامنے بھی بجائے زانوئے ادب طے کرنے کے ہزاروں کے خود بنفس نفیس سر جھکتے ہیں۔

شراب [8] عربی میں شراباً و شرباً و شربۃً کے معنی محض پینا یا پینے کی کوئی چیز کے ہیں لیکن اردو ادب کہتا ہے کہ شراب بہ معنی خمر ہے اور رہا شربت تو وہ شربت گلاب، شربت انار، وغیرہ۔ مخصوص قسم کا میٹھا پانی ہے گویا پینے کی اصلی حقیقت یا پینے کی چیز تو یہی شراب ہے جو حاصل مصدر ہے اور شربت جو مادہ مصدر ہے وہ بھی محض خاص قسم کا میٹھا کیا ہوا پانی نہ کہ سادہ پانی۔ یہی شراب ٹھیٹ اردو میں "دارو" کہلائی گئی کہ اس کا استعمال اول اول دوا کے طور پر ہوا پھر بڑھ بڑھ کے اس نے مخرب اخلاق صورت لے لی۔

دعوت [9] عربی میں دعوت کے معنی مطلق بلانے کے ہیں اردو میں میزبانی کے معنی لینا کہ بلانے میں بلانا وہی بلانا کہلایا جا سکتا ہے جو خالی بلانا نہ ہو بلکہ اس میں ہاتھ منہ کا سلوک اکل و شرب کی میزبانی کا بلاوا بھی دیا گیا ہو کہ نقل محفل رہے۔

حاملہ [۱۰] عربی کی حاملہ جس کے معنی اٹھانے والی کے ہیں۔ اردو میں حمل رہ جانے کا مفہوم "امید سے" ظاہر کرنا کس احساس شرم و حیا کے رفعت تخیل کی مثال ہے۔ ورنہ یہاں کا دہقانی تخیل "پیٹ سے" کس بھونڈے پن کو ظاہر کرتا ہے۔ یہی مفہوم "پاؤں بھاری" سے کبھی اردو میں ادا ہوتا ہے۔

احتلام [۱۱] عربی کے احتلام کو اردو میں "خواب پڑنا" بدخوابی" کس جذبۂ سنجیدگی کو بیاں کرتا ہے۔ اس لئے کہ خواب میں خالی انزال یا صحبت کے ساتھ انزال شیطانی حرکت اور دخل سے ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاؤں کو احتلام نہیں ہوتا کہ وہ شیاطین کے حملوں سے محفوظ ہیں۔

صحبت [۱۲] عربی صحبت کے معنے ساتھ کے ہیں۔ اردو میں صحبت زناشوئی کے جنسی تعلقات کو کہتے ہیں۔ رفیقۂ حیات کے جسمانی روحانی حقیقی ازدواجی قرب کو کس درجہ پُرحیا صورت سے ظاہر کیا ہے۔

طوائف [۱۳] جمع طائفہ۔ مثن الطوائف۔ یہ لفظ اگرچہ جمع ہے لیکن واحد کی جگہ بطور اسم جنس مستعمل ہے۔ رنڈی کے لئے بولا جاتا ہے جو چار پیسے زائد دے یہ اس کے ہاں' طبلہ سارنگی لے کر گھومتی نظر آئے۔ یا خود اس کے یہاں تماش بینوں کا ہجوم طواف کرتا نظر آئے۔ یہ اظہار تخیل کیا ظرافت کا متحمل نہیں ہے۔ اور خود طائفہ بھی جمع کے معنوں کا حامل ہے' بولتے ہیں شیخ الطائفہ یعنی پارٹی لیڈر' سرگروہ' سرغنہ' سرخیل۔

عیش [۱۴] عربی "عیش" معنے زندہ رہنا اردو کی عیاشی اس عیش کے مبالغہ عیاش سے بنائی گئی۔ کہ عیش کا بحران جو خوردہ گیری کی حد تک آجائے۔ ع بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست۔ اسی کو اردو میں عیاشی کہا گیا ہے کس قدر لطیف ادا ہی ہے۔

خصم [۱۵] عربی کا "خصم" معنی دشمن اردو میں خاوند کو خصم کہنا شوہروں کے کس دور ظلم و استبداد کو بے کس عورتوں

پر ظاہر کر رہا ہے کہ اس مجازی خدا نے اپنی ناخدائی میں کیا کچھ کارستانیاں اپنی مظلوم بیوی پر روا رکھی ہیں۔ ایسے ہی خاوند کا بیوی کو جورو کہنا بھی کچھ کم جذبۂ انتقام کو ظاہر نہیں کرتا "ہندو" میں جیسے "داد" نسبت کے لئے ہے "ہندو والا" ایسے ہی جورو کا "واؤ" بھی نسبتی ہے جور بہ معنی ظلم والی یعنی سراپا ظلم اور یہ جورو خصم کا رشتہ اس نفسیاتی جذبہ کا تجزیہ کرتا ہے کہ اس روحانی و جسمانی قرابت میں ہلکی سے ہلکی بے اعتنائی بھی ناقابل فروگذاشت ہوتی ہے۔ مرد سے ہو یا عورت سے یہی وجہ ہے کہ میاں بیوی بولیں گے۔ مرد عورت نہیں گے اور جورو خصم پکاریں گے۔ یعنی ایک ظلم والی ہے تو دوسرا دشمن اور حقیقت یہ ہوگی کہ حقیقت میں ہوں گے۔ یہی ہر دو سب سے زیادہ قریبی جسمانی و روحانی تعلق والے — کیا نزاکت ادا ہے۔

مُصَلّی عربی کا "مُصَلّی" نماز پڑھنے والا۔ اردو میں بغرض صدقہ و ثواب جن خیراتی دعوتوں کو مدعو کیا جاتا ہے مصلی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ نمازیوں کو اگر بغرض حصول ثواب کوئی دعوت کھلائی جائے تو وہ زیادہ اس ارادے کو پورا کرے گی۔ ورنہ پہلے یہ مفہوم مسافر کیلئے مستعمل ہوا تھا کہ مسافر سفر میں گھر بار سے دور مسجد میں ہی ٹھہر جاتا۔ اہل محلہ اپنے گھروں کو چلے جاتے۔ سفر میں امیر و کبیر بھی ضرورت مند ہو سکتے ہیں۔ مسافر کی اعانت خدمت ثواب بنائی گئی تھی۔ اس لئے اس کو کھلانا بھی کار ثواب تھا۔ جب گھر والے نماز پڑھ کر اپنے گھروں کو سدھارے اور مسافر وہیں ٹھہر گیا تو گویا وہی مصلی ہے۔ اس کے بعد جب نااہل مسافر آنے لگے تو یہ لفظ مصلی کا تمام خیراتی دعوتی کیلئے عام ہو گیا۔

عورت عربی کی "عورت" جس کے معنے مرد و عورت کے بدن کا وہ حصہ جس کو چھپانا ہر دو پر فرض ہے۔ یعنی ناف سے گھٹنوں تک مرد کی عورت جس کا چھپانا مرد پر ضروری ہے۔ چہرہ، ہاتھ،

Marfat.com

پاؤں، چھوڑکر باقی کل بدن عورت کی عورت ہے۔ جس کا چھپانا عورت پر فرض ہے۔ یہ کس قدر ذوق فطرت کی حقیقت شناسی ہے کہ اردو زبان عورت کو اک نعمت خداوندی اور اپنا ناموس سمجھتی ہے جس کا پورا چھپانا ضروری سمجھا گیا ہے۔ اس لئے اردو میں فارسی کی زن۔ عربی کی " امراۃ " انگریزی کی میڈم کو عورت ہی نام دے دیا۔ کیا یہ حسن فہم کے ذوق کا کمال اعجاز نہیں ہے جس کی بغاوت آج منظر عام پر ہے کہ عورت نیم عریاں میدان میں ہے۔

سراویل[۱۸] عربی کی سراویل انگریزی کے پتلون۔ ہندی کا لہنگا۔ گھگرا نیز اٹنی کو پائے جامہ کہنا خاص نزاکت شعوری کو ظاہر کرتا ہے۔

محرم[۱۹] ہندی میں " انگ " بدن انسانی کو کہتے ہیں اس کی تصغیر " انگیا " پستان بند ہے۔ کہ یہ بھی جنسی جذبات کے لئے پورے جسم لطیف کی قائم مقامی کرتی ہے اور ایسی کیفیات کی نیم شعوری حالتوں کو ہندی کلچر کے یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں۔ انگیا کا ابھرا۔ " انگیا کا گھاٹ " " انگیا کی دیواریں " انگیا کی کٹوریں " انگیا کا پان " انگیا کی چڑیا " وغیرہ وغیرہ گویا پرانا ہندی کلچر پوری میر حسن کی مثنوی سحرالبیان کو ایک انگیا اور اس کے لوازمات میں سموئے ہوئے ہے۔ جس کی عریاں جذبات نگاری مختلف پہلوؤں سے کر رہا ہے لیکن ہندوستانی اردو ادب نے عربی کے ایک لفظ " محرم " سے ان سب جنس لطیف کے جنسی جذباتی مفہوموں کو ایسی پُر حیا شائستگی سے ادا کیا کہ ع ہے یہی ذوق ادب کا اعجاز بے اختیار زبان پر آجاتا ہے۔ کہ یہی " جائے حرمت ہے۔ کہ جہاں فکر و خیال کا گذر محال ہے اور نامحرم نگاہ تک کی رسائی خیال بھی حرام اور گناہ ہے۔

عربی کا مشہور شاعر کہتا ہے۔

ے ونديا مثل حق العاج رخصا ٭ حصانا من اكف اللامسينا

Marfat.com

(اس کی پستانیں ہاتھی دانت کی طرح نرم و نازک سفید ہیں۔ جن کو چھونے والے ہاتھوں سے مَیلی ہوتی ہے۔ یعنی چھونے نہیں دیتی)

۲۰ حرم (رفیقۂ حیات)

ایسے ہی "استری" بیوی، جورو، زوجہ کو رفیقۂ [illegible] حرم۔ محل بولنا گھر کی مالکہ کے تقدس اور وقار کو چار چاند لگاتا ہے۔ آج کے عرب کا موجودہ عربی تمدن بھی کہتا ہے [illegible] "حرمہ" بولتا ہے جو ایک خاص تمکنت کا حامل ہے۔ اور اردو میں بھی بولا جاتا ہے کہ "تمہارے گھر سے آگئے" مراد بیوی ہوتی ہے گویا "گھر" نام ہے رفیقۂ حیات بیوی کا۔

۲۱ ناشتا

صبح کی ہلکی حاضری جو بلا خواہش کھائی جاتی ہے جس کے اظہار بیان کے لئے ہندی کلچر خاموش ہے۔ انگریزی اسے چھوٹی حاضری کہتا ہے۔ عربی ادب فطور۔ اور غدا سے اپنا سلیقہ ظاہر کرتا ہے۔ لیکن اردو ادب لطیف کے ذوقِ شعوری سے اس کو "ناشتہ" نا اشتہا بلا بھوک کی خواہش کے بلا ضرورت جو غذا کھائی گئی۔ پوری فن کارانہ [illegible] کی تصویر کشی کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ کہ صبح اٹھ کر کچھ کھا لینا سہارے کیلئے۔ مگر جنوب میں خدا کی پناہ ناشتے بحرِ طویل میں ہوتے ہیں یہ حیدرآبادی تمدن کے برکات ہیں۔

۲۲ سیتا پھل

ہندی کے "سیتا پھل" کو ہندوستانی اردو ادب نے "شریفہ" کہہ کر اپنی خاص لطافت آب [illegible] کا ثبوت دیا ہے۔ اور یہ پھل ہندوستان ہی میں ہوتا ہے اور ایک رام [illegible] بھی ہے ہر دو میں وہی لطافت کا تفرق ہے جو مرد و عورت میں شناخت کا ہے۔

۲۳ شرم گاہ

"عورت" کے اندام نہانی کو فارسی ترکیب "شرم گاہ" سے ہندوستانی ادب نے پہلی مرتبہ دنیا کو متعارف کرایا ہے۔

۲۴ غریب

عربی کا غریب' انوکھا خیال' یا مسافر' اور تغریب بہ معنی جلاوطنی جو اسی فکر و نظر سے اوجھل ہونے کو ظاہر کرتی ہے۔ فارسی کا غریب بہ معنی عجیب و نادر لیکن اردو کا غریب بہ معنی نادار ان جملہ کیفیات کے پس منظر کو کس اعلیٰ بلند تخیل کے مذاق پر پیش کرتا ہے کہ مرد فقیر اپنی مفلسی کے سبب اس کس مپرسی کے عالم میں رہتا ہے۔ کہ دیس میں رہ کر اور نظروں میں رہتے ہوئے بھی عربی' فارسی' کے جملہ مفہوموں پر بھاری ہے۔

ے آیا موت نے بیدل دم غربت ہوئی خبر٭ واں بھی غم کھانے کو اپنا نہ پرایا ہوتا۔
(بیدل)

ے مارا دیار غیر میں مجھ کو وطن سے دور٭ رکھ لی مرے خدا نے مری بے کسی کی شرم
(غالب)

نادار انسان کیلئے یہی کیفیات خود اس کے وطن اور گھر میں ناداری کے سبب مسلط رہتی ہیں۔

۲۵ لسّان

عربی کا لَسِناً ۔ ولسّاناً ۔ بڑا بولنے والا ۔ اعلیٰ درجہ کا فصیح لیکن اردو کا یہی لَسّان محض باتونی بلکہ بڑا بکواسی' نرا باتونی ہے ۔ اور اردو کا "زبان دراز" یہ فارسی ترکیب اسی کا ترجمہ بہ معنی "بڑا بے ادب" "بے حد گستاخ" ہے ۔ اس قدر لمبی زبان والا کہ ضرورت بے ضرورت پر چرخی کی طرح چلتا رہتا ہے ۔ یہ شعر اسی محاکاتی کیفیت کو واضح کرتا ہے ۔

ے زباں اپنی حد میں ہے بے شک زباں٭ بڑھے ایک نقطہ تو یہ ہے زیاں

یعنی لسّان عربی میں مبالغہ ہے ۔ لسان سے بنا ہے ۔ زیادتی لفظ سے زیادتی معنی پر دلالت کرتا ہے ۔ یہ مفہوم اردو کا لسّان جس خوبی سے ادا کرتا ہے ۔ وہ عربی کے لسّان میں کہاں ؟

۲۶ صلواتیں

عربی کی صلواتیں ۔ دعائیں ہیں ۔ اردو کی صلواتیں عورتوں کی نیم مہذب گالیاں کوسنے ہیں ۔ اس لئے کہ جنس لطیف کی گالیاں بھی سہیلیاں "میٹھے بول" ہوتے ہیں ۔ غرض کم گوئی انسانی خوبی ہے

خیر الکلام ما قلّ و دلّ ۔ بات تھوڑی ہو مطلب بہت ہو ۔
عورت جنس لطیف لکھ لکھنؤ کی بھٹیاری کا سوانگ بھرے پھر بھی مردوں کی مغلظ گالیوں کے مقابلہ میں کم ہے ۔
الٰہ آباد کی حقیقی صلواتوں بہ معنی دعاؤں سے ان میں کم کیفیت نہیں ہوتی

ہے کتنے شیریں ہیں اس کے لب کہ رقیب
گالیاں کھا کے بدمزہ نہ ہوا (غالب)

تبرا ۲۷ عربی "تبرا" معنے "بے تعلقی، بے زارگی" اردو کی تبرا بازی صحابۂ کرام کی شان میں فحش کلامی ہے ۔ کہ بیزارگی کا مصداق اکمل یہی ہے ۔

علت ۲۸ عربی "علت" بہ معنی "سبب" ہے لیکن یہی اردو کی علت بہ معنی بیماری ہے ۔

پیشہ ۲۹ فارسی کا "پیشہ" بہ معنی "ہنر" دھندا مشغلہ ہے اور اردو پیشہ کرنا یا پیشہ کرانا ۔ فاحشہ عورتوں کی حرام کاری ہے ۔ جو غلامی، چاکری ۔ کو کس درجہ حقیر بتا رہا ہے ۔ اس لئے کہ ہندوستان زراعتی تجارتی ملک تھا ۔ نوکری غلامی کی ونعمت انگریزوں کی بدولت مسلط ہوئی ۔ گویا نوکری کرنا کیا ہے بازاری عورت کی حرام کاری کے برابر ہے ۔

خام ۳۰ فارسی "خام" بہ معنی "کچا" ناقص لیکن سیم خام خالص چاندی کامل چاندی ہے ۔

مذاق ۳۱ عربی کا "مذاق" بہ معنی چکھنا اردو کا "مذاق" ہنسی ٹھٹھا ٹھٹھول ہے ۔ جو محض اظہار ظرافت کیلئے ہوتا ہے ۔

افراط و تفریط ۳۲ یہ عربی کے دو مصدر افعال و تفعیل کے ایک ہی مادے سے ہیں جس کے معنی باب کے اختلاف سے متضاد آتے ہیں ۔ ایک زیادتی کو بتاتا ہے یعنی افراط دوسرا کمی کو بتاتا ہے یعنی تفریط ۔

Marfat.com

اذاط، اور تفریط بہ معنی کمی بیشی ۔ بمعاد ضد اردو استعمال ہے جس کا مہند تلفظ "اذ اتفری" بہ معنی طوفان بے تمیزی، اُدھم، گڑبڑ ہے۔

خیر و صلاح ۳۳

عربی کا خیر و صلاح بہ معنی نیکی بھلائی اور صلاحیت ہے جس کا مہند تلفظ خیر سلا بہ معنی عافیت اردو استعمال ہے

مِن و عَن ۳۴

بعینہٖ ۔ ہوبہو ۔ کما حقہ ۔ بجنسہ ۔ بنفسہٖ ۔ بذاتہٖ ۔ بذاتِ خود بنفسِ نفیس، فارسی عربی کے یہ الفاظ قریب قریب ہم معنی ہیں اور ان کا یہ ہیئت کذائی استعمال صرف اردو ادب پیش کر رہا ہے۔

مِنْ وَعَنْ ۔ مِنْ وَعَنْ عربی کے دو حروف ہیں ہر دو کے معنی "سے" کے ہیں ۔ ان ہر دو کی ترکیب سے من وعن بنالیا گیا اور مِنَ کے وزن پر عَن کو بھی عَن پڑھا گیا جس کے معنی کسی چیز کی پوری حقیقت کا اظہار یعنی جس کے سر ہر گوشۂ فکر و خیال سے اُس کی ترتیب دی گئی ہو۔

ایسے ہی بعینہ "ب" حرف جر کے معنی ساتھ کے ہیں ۔ اور "عین" کے معنی کسی کی ذات، ہستی، حقیقت کے ہیں ۔ اور " ہٗ " ضمیر ہے جس کے معنی " وہ " کے ہیں ۔ پورے لفظ بعینہ کے معنے وہ ساتھ اپنی حقیقت کے یعنی پورے کا پورا، اُسی جیسا، اُسی کی طرح، ایسے ہی ھُوَ بَھُوَ جس کے معنے وہ ساتھ اس کے وہ خود اس جیسا وہ خود اسی کی طرح کا یعنی اسی جیسا یہ "ھُوَ بَھُوَ" تھا یہ دو ھُوَ دو ضمیریں بہ معنی 'وہ' وہ تھیں ۔ درمیان میں بائے فارسی مفتوح لایا گیا جس کے معنی ساتھ کے ہیں اور جو اسم پر مفتوح آتی ہے عربی "با ہونی تو مکسور ہوتی اور "بِھو" یعنی بہ پڑھا جاتا جو رکیک و ثقیل تھا ۔ زبر سے پیش کو جانا (جو بہ ہوا) یہ ھُوَ بَ ھُوَ" عربی فارسی کی ترکیب اردو استعمال میں "ھو بہو" بہ سکون آخر ادا ہوئی ۔ ایسے ہی کما حقہ جیسا بس اس کا حق ہے یعنی پورا پورا اور اسی طرح کا بجنسہ جیسی اس کی جنس ہے ۔ یعنی بلا کمی بیشی کے یہ عربی ترکیب ہے ۔ بذاتہٖ بنفسہٖ اپنے ۔ آپ یہ

بھی عربی ترکیبیں ہیں۔ نفس و ذات کے معنے اپنے آپ کے ہیں۔ ان کی بے عربی ہونے کے سبب مکسور آئی۔ اور آخر کی ضمیر اس کا مرجع یہی نفس و ذات ہیں جن کے معنی اپنے آپ کے ہیں۔

اسی کا فارسی ترجمہ بذاتِ خود، اور بہ نفسِ نفیس ہے۔ "ب" بہ زبر آیا ہے۔ فارسی ترکیب ہونے کے سبب ضمیرو کی جگہ اس کے معنے خود اور نفس نفیس سے ظاہر کیے گئے ہیں۔

شگوفہ ۳۵ شگوفہ فارسی شگفتن کھلنا سے بمعنی کلی ہے۔ شگوفہ چھوڑنا، شگوفہ کھلانا اسی سے اردو بنا لیا گیا۔ بیٹھے بٹھائے اچانک منہ سے انوکھی بات کہہ دینا یا کوئی انوکھی بات کر دکھانا جیسے اچانک صبح کو کلیاں کھل جاتی ہیں۔

مصیبت ۳۶ عربی مصدر اصابۃ سے اسم فاعل مونث کا صیغہ ہے یعنی اصاب یصیب اصابۃ تو مصیب و مصیبت جس کے معنی کسی موزوں مناسب چیز کا کسی موزوں مناسب شئی تک پہونچ جانا چنانچہ قرآن کریم نے اس موزونیت کو علی وجہ الکمال ظاہر کیا ہے۔

مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ وَمَا اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَۃٍ فَمِنْ نَفْسِکَ قُلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ فَمَالِ ھٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا یَکَادُوْنَ یَفْقَھُوْنَ حَدِیْثًا ۔

یہاں ہر دو خیر و شر کیلئے "مصیبت" استعمال ہوا ہے۔ اور یہی موزونیت عربی کی اس ضرب المثل سے واضح ہے۔ "النصیبُ یصیبُ ولو کان تحت الجبلین ویسیر ولو کان بین الشفتین" دو پہاڑوں میں دبی ہوئی چیز نصیب میں ہے تو ضرور کسی نہ کسی طرح پہنچے گی۔ اور قسمت کی نہ ہو تو دو ہونٹوں سے نکل جائے گی۔ ہوتا ہے کہ منہ میں سے چبا ہوا اور کوئی چیز اڑ کر دوسرے کے منہ میں یا کسی جانور کے حصہ میں آجاتی ہے۔ یہاں "یصیبُ" جو اصابۃ سے بہ معنی عام ہے خیر ہو کہ شر اور اپنی مکمل

موزونیت کو ظاہر کرتا ہے۔ ایسے ہی اردو کا "اصابتہ رائے" دلیل و عقل کا قرین قیاس ہونا اصابتہ کی موزونیت کو واضح کرتا ہے۔ خیر سے متعلق ہو کر شر سے۔ لیکن یہی اردو کی "مصیبت" وہ مصیبت ہے۔ جو اک خاص تکلف اور تکلیف دہ چیز کے تصور کو بتا رہی ہے۔ اور واویلا — وامصیباہ کی شکل تک جس کا شور پہنچا ہے۔ کہ ایک خاص مکروہ مفہوم کا اچانک پیش آجانا اس کو عام معنے سے نکال کر ایک قائل قضا و قدر کے جس حسن اعتقاد اور حسنِ ظن کو جس حسن فہمی کے ساتھ پیش کرتا ہے وہ کچھ ذوق سلیم ہی جانے یہی اردو کی ادافہمی، رمز شناسی ہے۔

واہی تباہی [۳۷]

اردو میں اول قول غلط سلط بکواس کو کہتے ہیں۔ یہ عربی کے دو لفظوں کا مجموعہ ہے۔ واھی، جو اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ جس کے معنے کمزور، ضعیف، رَدّی کے ہیں۔ تَبَاھی یہ بھی عربی کا مصدر ہے۔ جس کے معنے اظہار فخر و مباہات کرنا بڑے بول کے ہیں دونوں کے امتزاج سے فضول بکواس کے معنے پیدا کرنا۔ ایک حسنِ تخیل نہیں تو اور کیا ہے؟

اَلقَط [۳۸]

تعلق توڑ دینا۔ قلم کا سر چوڑائی میں کاٹ دینا قلم پر قط رکھ دینا۔ قط کے معنی عربی میں توڑ دینا، کاٹ دینا تھے۔ ال جو عربی میں تعریف کی علامت ہے۔ اس پر داخل کر کے القط بہ معنی قطع تعلق بولتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ قط رکھ کر جیسا قلم کا زائد حصہ قلم سے علیحدہ ہو کر قلم لکھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ القط میں بھی اسی طرح نا قابل صحبت یعنی انسان کی صحبتِ ناجنس، قطع تعلق سے دور ہو جاتی ہے اور پھر اپنی زندگی اجیرن نہیں بنتی قابلِ قبول رہ جاتی ہے۔ اور ایسے ہی اور بہت سے لفظ ہیں۔ ال تعریف کے ساتھ الحاصل = آخر کار۔ الغرض = القصہ، المختصر سب بہ معنی آخر کار ہیں۔ اور المست مست فارسی پر ال عربی بڑھا کر

اردو بنالیا گیا ہے ۔ بے حد خوش اپنے میں مگن مست ۔

٣٩ الا دھند

کسی شغل و عمل کو اس قدر بکثرت کرنا کہ اس میں تناسب کی رعایت نہ رہے ۔ دھند ہندی میں کہتے ہیں ۔ روئی جیسی دھنکی ہوئی چیز جو سردیوں میں کہر کی شکل میں صبح کو اکثر اور کبھی شام کو بھی فضا میں پھیل کر فضا کو مکدر گدلا ۔ دھندلا (کم نظر) بنا دیتی ہے ۔ الا ۔ یہ عربی کا علیٰ تھا بہ معنی اوپر ۔ اس کو الا بنا کر ہر دو کے اتحاد سے بے تحاشا بے سمجھے بوجھے اور بے سوچے کسی کام کو کرتے رہنا معنی پیدا کئے گئے ۔

٤٠ آناً فاناً

یہ عربی ترکیب آناً فاناً تھی ۔ آن بہ معنی نصف گھڑی کم سے کم وقفہ ف بہ معنی لیں دونوں کو ملا کر فوراً بلا توقف یعنی آن کے بعد فوراً دوسری آن کے معنی میں مستعمل ہے یعنی بہت ہی جلدی جھٹ پٹ جیسے آنکھ جھپکتے ، پل بھر میں کسی کام کو جب کر دکھاتا ہو تو بولتے ہیں ۔ اردو استعمال میں دوسرے آن کے ہمزہ کی تسہیل اردو کی سہولت پر کی گئی اور عربی کی تنوین زبر والی بحال رکھی گئی ۔ ایسے اور بھی لفظ مستعمل ہیں ۔ وقتاً فوقتاً = کبھی کبھی ۔ یوماً فیوماً = دن بدن ۔ اور اسی طرح رسماً ۔ عمداً ۔ قصداً ۔ ارادةً وغیرہ بولتے ہیں ۔

٤١ فی الفور

فوراً اور اس قسم کے اور بہت سے لفظ اردو میں مستعمل ہوتے ہیں ۔ جن کی اصل بنیاد اس پر رہی کہ " فی " کے معنی عربی میں ، (میں ۔ درمیان ۔ بیچ) کے ہیں ۔ یعنی اندر سے کچھ نکالنا جو گہرائی کو ظاہر کرتا ہے تو اس کو فی البدیہہ = فوری طور پر فی الفور بولا گیا ۔

فی الجملہ = خیر مان لیا جائے جیسے ولو بالفرض اگر مان بھی لیا جائے ۔ فی الحال = ابھی ابھی فی الحقیقت فی الواقع = واقعی سچ مچ ۔ فی المثل = مثال کے طور پر ۔
فی النار = جہنم نرک کو گیا ۔ فی زمانہ = آجکل ۔ فی سبیل اللہ = خیر خیرات ۔
فی صدی = ہر سو میں سے ایک ۔ فی کس = بترکیب فارسی ہر شخص کو ۔

Marfat.com

فی آدمی یہ ترکیب ہندی ہر ہر کو ۔ فی راس : راس بہ معنی سر اور پورا جسم یعنی ہر ہر آدمی کو فی نفر : اپنے میں ۔ نیز اسی "فی" کی گہرائی پر "فی نکالنا" بولا گیا یعنی اندر سے کچھ اوپر لانا اظہار عیب و نقص کیلئے بولا گیا اور "فیہ" خالی بھی بولا کہ اس میں کچھ ہے ۔ بہ معنی عیب و نقص ۔

۴۲ **اَلّلَذی نہ اُلّلُذی**

اِدھر کا نہ اُدھر کا یہ ہند ہے ۔ اِلی الذی کا یا اِلی الذی کا یعنی طرف اس کے جو وہ ہے یا مگر وہ جو وہ ہے یہ اردو ترکیب تھا اِدھر اُدھر کی رعایت پر زبر اور پیش دیکر اَلّلَذی نہ اُلّلُذی بنا لیا گیا یعنی دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا ایسے ہی ۔

۴۳ **اِلَّا ماشاءاللہ**

جو کام کبھی اتفاق سے ہو جائے یعنی ویسے تو یہ ہونے والا نہ تھا مگر جو اللہ چاہے تو کیا نہ ہو، بس خدا چاہے تو ہو گیا ۔

۴۴ **ماشاءاللہ**

یہ اظہار تعجب پر بولیں گے ۔ کیا چاہا یا جو چاہا "اللہ نے" واہ واہ یعنی اللہ جو چاہے ۔ وہ کیا کچھ خوب نہ ہوگا؟ اب اردو میں یہ کلمہ تحسین کیلئے بولا جاتا ہے ۔

۴۵ **اقبالی**

اقبالی مجرم اپنے جرم کا خود اعتراف کرنے والا ۔ اقبال عربی مصدر سامنے آنا اور ادبار عربی مصدر پیچھے جانا ۔ ادبار زبر کے ساتھ اردو میں بدبختی کے لئے بولا گیا کہ پیچھے جانے کی چیز ہے اور اقبال نصیب بخت کے لئے کہ جس کے آگے آنے کو سب جانتے ہیں ۔ چونکہ اس کا مادہ مجبور قبول تھا اس رعایت پر جرم کا قبول کرنے والا اقبال جرم کرنے والا اقبالی کہلایا ۔

۴۶ **علی الحساب**

حساب سے ، پورا پورا ، واجبی طریقہ کا لین دین علی الحساب آخر کے سکون کے ساتھ جیسا کہ ۔

۴۷ **فی زمانہ**

بہ معنی آج کل بسکون آخر اردو ہے ۔ اور فی زماننا عربی ترکیب ہے ۔ ٹھیٹھ اردو میں اہل زبان فی زمانہ

بولیں گے اور مدراسی علاقے اسے عربی کا اثر لے کر فی زمانتنا (ہمارے زمانہ میں) بہ معنی آجکل بولیں گے مگر فصیح فی زمانہ ہے۔ فی زمانتنا اردو نہیں ہے وہ عربی ترکیب ہی رہی۔ اور یہ بسکون آخر بہ معنی فی زمانٍ یا فی زمانہٖ یا فی زمانۂ کو فی زمانہ کہنا اردو کا تصرف اردو کہلا ئے گا۔

۴۸
بلغاروں بلغار ترکی لفظ بہ معنی حملہ ہے۔ اردو میں بلغاروں اس کی جمع بہ معنی بلا محنت کے غنیمت کسی شئی کا مل جانا مستعمل ہے۔ کہ حملے میں بھی مال غنیمت بکثرت بلا زحمت ہاتھ لگتا ہے۔

۴۹
آبخورہ فارسی ترکیب (پانی پیا گیا) جس کو کلھڑ یا کلہی کہتے ہیں مٹی کا وہ پیالہ جو آوے سے نکالا ہو اور پانی نہ لگا ہو جس کو دودھ چائے بیچنے والے پانی میں ڈبو کر دودھ چائے بھر کر دیتے ہیں جو پی کر پھینک دیا جاتا ہے۔ یعنی اس مٹی کے برتن نے کبھی کچھ پانی پی لیا جو بعد میں دودھ پی کر پھوڑ دیا گیا۔ بس اس کی اسی قدر پیاس بجھی۔ مٹی کے برتنوں کو بغیر پانی میں ڈبائے استعمال نہیں کرتے کہ ان کی آوے کی خشکی کچھ پانی پہلے پی لے اور پھر جو چیز انمیں ڈالی جائے اس کو نہ پیئے۔ یہ آبخورے چونکہ ایک ہی مرتبہ کے استعمال کے بعد پھینک دئے جاتے ہیں اس لئے ان کو آب خورہ پانی پلایا گیا۔ آبخورہ بولا گیا۔ پھر ہر مٹی کے گلاس کٹورے، پیالے کو بھی آبخورہ کہنے لگے۔ اور اسی سے "آبخورے بھرنا" یعنی کسی منت میں ان کورے مٹی کے پیالوں میں دودھ چاول یا اور کوئی شربت بھر کر نذر و نیاز چڑھانا استعمال ہوا۔

۵۰
آبلہ چھالہ۔ پھپھولہ کہ اس میں گندی بلوریں پانی ہے۔ یہ آب فارسی اور لہو ہندی سے آب لہو تھا۔ جو مخفف ہو کر آبلہ بنا کہ یہ گندا پانی لہو پیپ ہی کی قسم کا ہوتا ہے۔

۵۱
آداب بہ معنی اظہار تعظیم و تکریم یہ جمع ادب کی ہے۔ عربی میں ادب

Marfat.com

کہتے ہیں "ہر چیز کی حد کو نگاہ رکھنا" بہ معنی حفظ مراتب، اردو تہذیب نے آداب بہ معنی تکریم استعمال کیا گویا کسی شخصیت کے لئے بہت سی تہذیبوں کے گلدستہ کو تسلیم و کورنش کے طور پر پیش کیا ہے۔

ازاربند ۵۲

ناڑے کو کہتے ہیں۔ ناڑ ہندی میں ناف تھی۔ ناڑا وہیں بندھتا ہے۔ پاجامہ کو تھامنے کیلئے مگر اس میں کچھ رکاکت تھی جس کو ازاربند اور کمربند فارسی ترکیب سے دور کیا گیا۔

استغفراللہ ۵۳

یہ عربی کا جملہ ہے جس کے معنے ہیں "مغفرت خدا سے چاہتا ہوں گناہوں سے" چونکہ یہ جملہ بطور توبہ اور اظہار نفرت کے گناہوں پر بولا جاتا ہے۔ تو اردو ادب ہر قسم کے اظہار نفرت پر بولتا ہے کہ اس کام سے توبہ ہی بھلی۔ اس کے تصور پر بھی لعنت۔ ایسے ہی۔

لاحول بھیجو ۵۴

یہ جملہ تھا "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" جسکے معنی تھے۔ گناہوں سے بچنا اور بندگی پر طاقت پانا یہ اللہ ہی کی توفیق سے میسر ہوتا ہے۔ اردو ادب اب اس کو کسی برے کام سے پناہ کے وقت بولتا ہے کہ خدا ہمیں اس مخمصے سے بچائے پھر مزید ترقی کر کے لاحول ولا یا صرف لاحول بہ معنی لعنت بھیجو اس کا دھیان بھی نہ کرو۔ مستعمل ہوا۔

اشتعالک ۵۵

اشتعال عربی مصدر بہ معنی بھڑکنا، جوش میں آنا تھا۔ اسے ہندی ہیں ک تصغیر یا ک حاصل مصدر کا بڑھا کر اشتعالک بنا لیا گیا بہ معنی دوسروں کو بھڑکانا۔ ابھارنا۔

صاحب سلامت ۵۶
یاد اللہ

کسی سے مختصر تعارفی ملاقات۔ ہلکی سی پہچان کیلئے یہ اردو کا استعمال اک خاص نزاکت کا مالک ہے۔

Marfat.com

۵۷ اصلاً اصلاً عربی بہ معنی درحقیقت اَصلاً اردو بہ معنی بالکل ہرگز۔ بولتے ہیں۔ مجھے اصلاً خبر نہ تھی یعنی بالکل بے خبر تھا ــــــ لاعلم تھا۔

۵۸ وصلی بچوں کی تختیوں کے استعمال سے پہلے دور میں کاغذوں کو کوٹ کر ہم ذات کر کے ایک دبیز پلیٹ بنالی جاتی اس پر بچے خوش نویسی کی مشق کرتے ان کو وصلیاں کہتے تھے۔ عربی وصل بہ معنی میل جول متعارف ہے جو بہت سے کاغذوں کے کوٹنے پر ایک تختی کی شکل میں آیا ہے۔ اب سے سو برس پیشتر تک وصلیوں کا استعمال تھا ان کو نکوہ کر پھر دھوڈالتے اور وہ خراب نہ ہوتی پھر لکھنے کے قابل ہوجاتی سخت گٹائی سے انہیں کافی سختی ہوتی تھی۔ اور ایک وصلی کا جوتہ دہلی کا کام دار جوتہ ہے جو نہایت نازک ہوتا ہے اور کافی مضبوط، وصلی کی طرح کا ہوتا ہے

۵۹ اغوا عربی، بہکانا۔ ورغلانا۔ لیکن عورتوں کو جو کمزور ہوتی ہیں بد بہکائی جاتی ہیں اُن کو قبضے میں لانا پرانا اردو کا استعمال تھا اب چند دنوں سے لڑکوں کے لئے بھی بولا جانے لگا تھا اور اب تو مطلق لڑکا لڑکی ہو کہ بوڑھا جوان جو بھی غنڈوں کے ہتھے چڑھے جبریہ طور پر یا بہلا کر وہ اُڑا لے جائیں یہ بولا جارہا ہے۔

۶۰ انا للہ قرآن پاک میں ہے وہ لوگ جو مصیبت کے وقت کہتے ہیں۔ "انا للہ و انا الیہ راجعون"

(ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹیں گے) اُن پر خدا کی رحمتیں ہیں یعنی وہ خدا کیلئے ہر مصیبت برداشت کر لیتے ہیں اب اردو ادب یہ کلمہ خاص اظہار تأسف کے لئے بول رہا ہے۔ حدیث میں ہے جس نے کسی افتاد پر یہ کلمہ پڑھا خدا نے اس کا نعم البدل اسے دے دیا۔

اردو ادب اسی لطافت اور اسی قدرت کی مزاج شناسی پر تأسف

کے وقت یہی کہہ لیتا ہے اور اختصار کے طور پر کبھی بلکہ اکثر صرف "انا للہ" بولتا ہے۔

انشاء اللہ ۶۱ اگر اللہ چاہے۔ کبھی ہمارے اسلاف کی یہ ذہنیت تھی کہ ہر کام کو انشاء اللہ کہہ کر کرتے کہ وہ اگر نہ ہونا ہو تو بھی ہو جائے اس کلمہ کی برکت سے اگر اللہ چاہے تو کیا کچھ نہیں ہو پاتا۔ ہمارے پیغمبرؐ سے کفار قریش نے یہود دجہود کے بہکانے اور اکسانے پر ان سے پوچھ کر یہ کہا کہ بتاؤ اصحاب کہف۔ یاجوج ماجوج۔ سکندر و خضر کون تھے؟

حضورؐ نے حسب عادت کہہ دیا کہ کل بتا دیں گے۔ خیال یہ رہا کہ جبریلؑ آئیں گے تو خود اس کے بارے میں بیانات لائیں گے بتا دیا جائے گا۔ لیکن یہاں اٹھارہ دن تک وحی ہی نہ آئی اور روز یہ کفار آکر چڑاتے اور آوازے کستے۔ من گھڑت بات ہوتی تو کہی جا سکتی تھی۔ حضورؐ خاموش تھے۔ اٹھارویں دن وحی آئی اور سورۂ کہف نازل ہوئی جہاں اس میں یہود کے بتائے ہوئے سوالوں کے تشریحی بیانات ہیں وہیں یہ بھی ہے۔ "لا تقولن لشیئٍ انی فاعلٌ ذٰلک غداً الا ان یشاء اللہ" کسی چیز کے بارے میں ہرگز نہ کہنا کہ میں کل کر دوں گا۔ بجز اس کے کہ اللہ چاہے۔ یعنی انشاء اللہ کہیے۔ بغیر کوئی کام نہ کرنا چاہئیے یہ تو اصل حقیقت تھی کہ انشاء اللہ اس لئے کہا جاتا تھا کہ اس کی برکت سے وہ کام ہو جائے۔ آج اس کلمہ میں یہ نوبت آگئی ہے کہ جو کام نہ کرنا مقصود ہو بس اسی کیلئے انشاء اللہ کہیں گے کہ ہم تو نہیں چاہتے اللہ چاہے تو وہ اور بات ہے۔ اگرچہ فقہاء انشاء اللہ والے معاملات کو قابل قبول نہیں سمجھتے کہ اس نے اللہ پر بات ڈالدی خود ذمہ داری نہ لی۔

خدا خیر کرے ۶۲ کسی افتاد، حادثہ کے وقت بولتے ہیں خیر

بہ معنی بھلائی یعنی یہ تو کوئی ناخوشگوار واقعہ ہی سے ۔ مگر تفاؤل کے لیے جیسے چشم بدّور بولتے ہیں یعنی اچھی چیز کو دیکھ کر کہ نظر بد نہ لگے ۔

٦٣ اللہ بھلی ایسے ہی یہ لفظ اللہ بھلی کرے کا مخفف کو حالات خراب ہیں مگر اللہ اچھا ہی کرے ۔

٦٤ خدا تیرا ناس کرے یعنی تجھے تباہ و برباد کرے مگر لفظاً "ناس" ٹھیک نالی کے لیئے لائے ہیں کہ تو آدمی بنے ناس کہتے ہیں انسان کو کہ لطیفہ تخیل ہے ۔

علی ھذا القیاس یہ الفاظ مذکورہ اسی قسم کے سیکڑوں الفاظ آج اردو میں عربی فارسی کی آمیزش کے لیے انوکھے معنوں میں مستعمل ہیں جن کو اردو نے اپنا لیا ہے جو اردو کے ہی کہلائیں گے ۔ اپنے لغوی معنے کے اعتبار سے وہ عربی کے ہوں یا فارسی کے اب مزید چند الفاظ کا اسی سلسلہ میں ۔ ذکر محض کر دے کہ یہ عنوان طول نہ ہو جائے بدلا جاتا ہے کہ الفاظ ذیل بھی اسی قسم کے ہیں جن میں اردو کے استعمال کی خاص چھاپ پڑی ہے ۔

طفل تسلی ٦٥ ـ خاطر مدارات ٦٦ ـ تواضع ٦٧ ـ رشتہ داری ٦٨ ۔

آب کاری ٦٩ ـ قضیہ ٧٠ ـ ماجرا ٧١ (جھگڑا) جو عربی کا ماجری معنی گذرا ہوا قصہ ـ ٧٢

دھم خم ٧٣ ـ رم جھم ٧٤ ـ گل کھلانا ٧٥ ـ گل کترنی

گلاب ٧٦ ـ گلابی ٧٧ ـ قیامت ٧٨ ـ قیامت کی ٧٩ ـ قیامت ڈھانا ٨٠

فضیحتہ ٨١ ـ قرینہ ٨٢ ـ آمدنی ٨٣ ـ کم دانی ٨٤ ـ اللہ علم ـ خفتہ ٨٥

Marfat.com

آن بان شان[۸۶] ۔ دادرسی[۸۷] ۔ بعد خرابی بصرہ[۸۸] ۔ بدخرابی بسیار[۸۹]

الزام[۹۰] ۔ کسی پر خواہ مخواہ کوئی بری نسبت چپکا دینا۔

آب[۹۱] ۔ آب آگئی[۹۲] ۔ آب جاتی رہی[۹۳] ۔ ماند[۹۴] ۔ ماند ہوگی[۹۵]

ماند پڑگئی[۹۶] ۔ راس آئی[۹۷] ۔ جان آگئی[۹۸] ۔ تار تار[۹۹] ۔ خس کم جہاں پاک[۱۰۰]

حرام کاری[۱۰۱] ۔ بدکاری[۱۰۲] ۔ بے کاری[۱۰۳] ۔ بیراہی[۱۰۴] ۔ بیتابی[۱۰۵]

مرضی[۱۰۶] (رضامندی) گمنام[۱۰۷] ۔ گمراہ[۱۰۸] ۔ سرفروشی[۱۰۹] ۔ صرافہ[۱۱۰]

نخاسہ[۱۱۱] ۔ حرافہ[۱۱۲] ۔ تار برقی[۱۱۳] ۔ ملنساری[۱۱۴] ۔ خرمہرہ[۱۱۵] ۔

رائی کھائی[۱۱۶] گم سم[۱۱۷]۔ وغیرہ یہ چند نمونے بطور استشہاد پیش ہوئے ہیں۔ آئندہ اس پر ایک مبسوط لٹریچر ہی پیش کیا جائے گا۔

اردو ادب اس قسم کے مہند الفاظ سے بھرا پڑا ہے اور اردو زبان کا یہ برتاؤ کچھ عربی فارسی ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ جو زبان بھی اس کی زد میں آئے یا اس کے قرب و جوار میں آئے اور اس سے تال میل ۔ میل جول کھائے ۔ چنانچہ آج انگریزی کی بھی یہی حالت ہے یعنی یہی پوزیشن ہے ۔ پوزیشن خود عربی "حیثیت" کی جگہ بولا گیا ہے ۔ حالانکہ عربی کے حیثیت اور اردو کے حیثیت کی "حیثیت"

Marfat.com

میں بڑا فرق ہے۔ اردو میں کہتے ہیں اس کی کیا حیثیت ہے یہ ایک جامع مفہوم کو حامل ہے جو اس کی ہمہ قسم کی سکت کو بتاتا ہے خواہ مالی ہو کہ اعزازی کہ استحقاقی وغیرہ۔

الغرض! ایسے الفاظ جب کسی زبان میں گھل مل جاتے ہیں اور اپنے اصلی معنے بھول جاتے ہیں تو وہ جہاں جن معنوں میں استعمال ہوتے ہیں وہ وہیں کے اسی زبان کے لفظ کہلاتے ہیں۔

آمدم برسر مطلب!

اب یہ ہندی کی جبریہ ٹھونسی پروگرام بنا بنا کر کسی درجہ میں بھی قابل قبول، مقبول و رائج ہو گی نہ قابل تسلیم۔ موجودہ ہندی جس کو رواج دیا جا رہا ہے آج کسی برا عظم ہند کی بولی نہیں ہے۔ عوام کا فیصلہ بہرصورت فیصلہ کن فیصلہ ہے۔ جس میں ہندو مسلم سب برابر ہیں۔ اگر زبان کا تعلق کسی فرقہ سے ہوتا تو آج جنوب کا ہندو ٹامل مادری زبان بولنے والا کیوں خواہ مخواہ اپنی مذہبی زبان سے بغض و کینہ بڑھاتا اور کشت و خون پر آمادہ کاہے کو ہو جاتا۔ دراصل یہ پیار ہے اپنی مادری زبان سے اور یہ اثر ہے اس کی محبت اور عشق کا جو انہیں جان عزیز سے بھی زیادہ عزیز ہے اور ہونا ہی چاہئیے زبان ہی تو سب کچھ ہے وہ ہی تو ہمارے سب کارنامے اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ کل کی تاریخ کل ہمیں کیا جانیگی کہ ہم کون تھے۔ اس لئے اردو نے جن جن زبانوں کے لفظ اپنائے وہ ایک روز میں نہیں اپنائے بلکہ ایک مشترکہ تمدن میں ہندو مسلم نے بھائی بھائی بن کر اپنائے ہیں وہ اب کسی صورت کسی عربی فارسی کے نہیں ہیں جن کو اردو نے اپنا لیا ہے۔ یہ اردو ہی کے رہیں گے۔ یہ قبیلا لوجی لسانیات کے ماہروں کا فرض ہوگا کہ وہ یہ تلاش کریں کہ ان کا ماخذ کیا ہے

Marfat.com

کہاں سے یہ لفظ کیوں آیا۔ ہم آم کھانے والوں کو پیڑ گننا چہ معنی!

——— ہمارا مقصد یہی تھا کہ ہم بطور نمونہ کچھ عربی کے ایسے لفظ آپ کے سامنے پیش کردیں جو محض اپنی کلچرل اثراندازی ہندوستانی ادب میں ہیں۔ ہندوستانی زبان کے لفظ بن کر استعمال ہوئے اور اپنے حقیقی لفظی معنی ملحوظ نہ رکھ سکے جس کے سبب ہندوستانی زبان نے کلچرل حیثیت سے عربی کے ادبی کلچر سے وہ وہ فوائد اٹھائے کہ شاید باید۔ اسی کی بدولت زبان کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوا۔ اور اس زبان کی یہی خوبی ہے کہ ہر زبان کی خوبیوں کو جس سے اس کا پالا پڑے اپنائے بغیر نہیں چھوڑتی۔ بلکہ اصل پر چار چاند لگا کر اسے استعمال کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر وہ زبان جس کا اس ہندوستانی زبان سے سابقہ پڑا اس کے ذخیل الفاظ کا بہترین سرمایہ اس کی ادبی کائنات کہلایا۔ جس میں عربی فارسی کو اپنے سلجھے ہوئے ادب اور تمدن کے سبب وہ کچھ اکثریت حاصل رہی کہ عربی فارسی کے الفاظ اردو ترکیب میں کہیں تبدیل معنے سے کہیں ترکیب بدل کر کہیں روپ بدل کر۔ غرض یہ کہ مختلف چولے بدل بدل کر ہندی لفظوں سے ایسے چولی دامن ہو کر مستعمل ہوئے کہ ہر کس و ناکس نے خوب خوب سا لطف خیال اٹھایا خود چولی دامن ہی کی ہندی فارسی ترکیب دیکھئے اور چھلیت ایسے ہی کچھ سے رہے۔ مزید ملاحظہ ہوں۔ ملنساری۔ روپ کار۔ راج شاہی۔ لعل سے لال قیمتی پتھر۔ اور اسی سے مال کا لال۔ تہس نہس۔ پرچہ نویس۔ سی آئی ڈی۔ جادوگر۔ مہتاب رائے۔ باغ گذار۔ خانگی جھگڑا۔ اور ایسے چند الفاظ ملاحظہ ہوں جن میں عربی فارسی کے ہم معنی لفظوں سے ہندی کے ہم معنی لفظوں کو ترکیب دی گئی اور ایک خاص لطفِ کام و دہن ذوق فہم نے جس کے تلفظ سے حاصل کیا۔ ادل بدل۔ تن بہار۔ رشتہ ناتا۔ کاغذ پتر۔

Marfat.com

رنگ روپ، ڈھاک ڈھول، دھن دولت وغیرہ وغیرہ ۔

یہی وہ کلچرل ادبی اثاثہ تھا جو عربوں نے فارسی پر ڈالا تھا۔ فارسی پر جس ایک گہر عالم جس کی سلیقہ شعاری سے متاثر و متاثر ہوا۔ تمدن عالم کے چند شعبوں پر عربی تمدن کا بڑا گہرا اثر پڑا ہے ۔ تاریخ تمدن عالم جس کی شاہد ہے ۔ فارسی لباس زیب تن ہوتے ہوئے یہ تمدن عرب ہندوستان بھی آیا۔ یہاں کی ذہانت بھری فضا میں اس پر وہ چار چاند لگے کہ اپنی لسانی حیثیت سے اپنے اصل عربی ماخذوں کے حدود سے تجاوز کرتا ہوا بڑھتا صفت لے گیا۔ ادھر ہم یہ بلا تامل کہہ سکتے ہیں کہ عربی کلچرل اثرات کے زیر سایہ دارالسلام (بغداد) اپنے عروج میں جن کارناموں کو پیش کر چکا ہے ۔ اور سرزمین اندلس کے غرناطہ و قرطبہ جن فنکارانہ معجزنمائیوں کو دکھا چکے ہیں ۔ وہ آج صفحۂ ہستی سے ناپید ہیں لیکن سرزمین ہند پر اگرچہ اس پورے اقتدار سے یہ کلچرل برکات بلا واسطہ نہیں ہوئے ہم آج بھی ہندوستان کے آداب، رسم و رواج ۔ لباس و طعام ۔ رہن سہن کے معاشرتی طور طریقے رہائشی عمارات ۔ مکانات، تفریح کے باغات بالخصوص ہندوستانی زبان کی ادبی گل کاریوں کو یہاں کا ہر مرد، عورت ۔ بچہ بوڑھا جوان جس لباس تمدن میں پیش کرتے ہوئے اپنی تاریخ دہرا رہا ہے وہ حقیقت دنیا سے ڈھکی چھپی نہیں ہے جو چیز آج خود ایران و عرب کے پاس نہیں ہے وہ خود انہیں کی دی ہوئی لائی ہوئی ہندوستان میں ہر ہندوستانی کے پاس جزو تربیت ہندی بن کر اس کی اپنی ملکیت ہے جس پر اسے بجا فخر و ناز ہے گو آج تعصب کی نگاہیں اس لئے ادبی معصوم چاند پر خاک ڈالنے کی کوشش کر رہی ہیں لیکن ہسٹری غلط لکھی یا لکھائی جا سکتی ہے ۔ جیسا کہ سابق حکومت برطانیہ کے زیر قیادت یہ فن غلط تاریخ نویسی کا نوازا گیا ہے ۔ یا آج بعض کوتاہ بیں اسی سعی نامشکور میں لگے ہیں لیکن آج تک ہسٹری آف سویلائزیشن کو غلط لکھنے یا لکھانے والا کوئی سیمیا گر شعبدہ باز پردۂ دنیا پر نہیں پیدا ہو سکا۔

Marfat.com

اور یہ فطری صلاحیت زمین ہند کا خاصہ ہے چنانچہ آج یونانی طریقۂ علاج جس کو مغرب عرب یونیٹی میڈیسن کہتی ہے اور ہم نے اپنی "طبِ انسانی" تالیف میں اسے طبِ انسانی ثابت کیا ہے یہ طریقۂ علاج آج نہ یونان میں ہے نہ ایران توران میں اور نہ جہاں اس نے اپنا شباب گذارا۔ دارالسلام بغداد میں اور نہ کہیں عرب و عجم میں اگر ہے تو اسی سرزمین ہند پہ بتیس دانتوں میں ایک زبان زندہ ہے ظاہر ہے کہ دانت ہی جھڑتے ہیں زبان تا دم زیست باقی رہتی ہے۔ ہماری زبان کی طرح ہمارا طریقۂ علاج بھی قدرت کا "مزاج شناس رمز آشنا" ہے۔ خدا چاہے یہ غیر فطری گھٹا ٹوپ اندھیاری کے بادل اس فطری کلچرل آفتاب کی تمازت کے مقابلے میں جلد چھٹ جائیں گے اور ہم متحدہ ہندوستان میں متحدہ کلچرل ادب یوپنیا کو اپنے آفاقی طرز معاشرت سے محض مطمئن ہی نہ کر سکیں گے بلکہ دعوت لبیک بھی دے سکیں گے۔ اور خدا چاہے ہمارے درباری لباس کے نمایاں شان خود اس کی اپنی مادری زبان درباری زبان ہندوستانی ہوگی۔ نہ کہ زمانۂ قبل تاریخ کی ہندی۔

یہ ہم ہی ہیں کہ وہ زندہ تمدن رکھتے ہیں کہ ان الاسم یظہر فی المسمّٰی (بچوں کے ناموں کے معنے کا اثر ان میں اپنی کیفیات کے ساتھ ظہور پذیر ہو رہا ہے) یہ سٹرڈاگ۔ مسٹر فکس کا مضحکہ خیز بے بنیاد یورپی تمدن نہیں ہے۔ بلکہ ایک حقیقت ہے اس حقیقت کے پیش نظر یہاں کے ناموں تک میں یہ جذبہ کارفرما ہے۔ چنانچہ ہمارے نام کسی خاص عقیدت کو ظاہر کرتے ہیں یا کسی انتساب اعلیٰ کو جیسے، عبدالحی، لونا للہ، فخر اللہ، عبدالاحد وغیرہ وغیرہ خدا کی وحدانیت کو محمد احمد محمد یعقوب، محمد موسیٰ وغیرہ پیغمبر کی رسالت کو، غلام رسول، غلام حسن، غلام علی محمد دستگیر، حسنین، سبطین، صفنفین، خالد، فاروق، خاص ارادت مندی کو، ارجمند، شوکت اقبال، مسعود اختر، مسعود اقبال، شوکت محمود، فرحت اللہ وغیرہ نیک نامی کو ایسے ہی عورتوں میں کنیز فاطمہ، مریم فاطمہ، بتول، رابعہ خاتون

Marfat.com

خورشید اختر، ثریا، پروین، نجمہ، سعیدہ، فہمیدہ، عقیلہ، جمیلہ وغیرہ اک اک خاص ادا بھی کو پیش کرتے ہیں۔ چونکہ ہندوستانی جہاد کی اسپرٹ سے فتح نہیں ہوا تھا۔ بلکہ یہاں کی مرطوب گرم آب وہوا کے تقاضے کے تحت مغلوں سے آخرکار یہ ہند مغلوب الحال ہوا۔ جیسے مغل انگریزوں سے مغلوب الاوقات ہوئے خود انگریزوں نے بے حد حکمت عملی سے کام لیا کہ اس کو وطن نہیں بنایا۔ پھر بھی یہ ہندوستان تھا۔ انسان اول بابائے آدم کی اولین فرودگاہ انسانیت چھوڑنے پر ان کو بھی اسے مجبوراً چھوڑنا ہی پڑا۔ دستور زمانہ ہے کہ قدرت اچھی چیز کا ذائقہ تھوڑا تھوڑا سبھی کو چکھاتی ہے۔

کل آریہ آئے۔ بھیل ڈراوڑ۔ جنوب کو دھکیلے گئے۔ تیمور آئے ان کی بھی ترکی تمام ہوئی۔ مغل آئے ان کی بھی مغلائی ختم ہوئی، سات سمندر پار کے وحشی تاجر آئے وہ بھی اپنی وقت سر پر لے کر رخصت ہوئے۔

ع ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں۔

اب یہاں ہمیشہ کیلئے ہندی جمہوریت یعنی اسلامی طرز معاشرت کا سیکولر مذہب ہی قائم رہ سکتا ہے ورنہ پھر پچھلی تاریخ کا دہرایا جانا لازمی ہے۔ ہندوستانی میں اردو ادب کے کلچر پر جہاد اور متعلقۂ جہاد کا کوئی اثر نہیں پڑ سکا ہے۔

اور زبان زر خرید غلام، جاریہ، جزیہ، وغیرہ کے اثرات سے یکسر خالی ہے۔ صرف مفت حاصل شدہ مال و دولت کے لئے ظرافتاً کہیں طنزاً مال غنیمت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ پھر بھی سوقیانہ ابتذال سے خالی نہیں لفظ "غنیمت" اس معنی میں مستعمل ہے کہ کسی چیز پر صبر کر لینا بھی جہاں کسی فائدہ سے خالی نہ ہو تو بولتے ہیں کہ غنیمت ہی ہوا۔ غنیمت ہے کہ یہ ہو جائے۔ وہاں بھی بہ سہولت حصول کے مفہوم کا ہی لحاظ رکھا گیا ہے۔ ہند زیادہ تر روحانیت کے پیشواؤں کی عقیدت سے گو مفتوح نہیں ہوا تو بھی مسحور ضرور ہوا ہے۔

اس لئے محمد غوث، غلام دستگیر، غوث پیر، وغیرہ نام اسی عقیدت

Marfat.com

کے حامل ہیں، بعض ناموں کے آخر شطاری، بخاری، انصاری، مکی، مدنی، غوری، سبزواری، فاروقی، عثمانی، صدیقی، قادری، انصاری، حسنی، حسینی، کاظمی، علوی، علمی کرامت خاندان کے اظہار احساس کا ذہنی تجربہ ہے۔

بہر حال شمالی ہند میں فارسیت زدہ عربی تمدن براہ ایران، افغانستان، غزنی، قندھار ہوتا ہوا بری راستے سے آیا اور جنوب میں ایران کے بحری راستے سے چنانچہ غزنی کی گرم آب و ہوا میں، جوش۔ گوش۔ ہوش۔ نوش وغیرہ بواؤ مجہول بولے جاتے ہیں۔ شمالی ہند میں آج بھی یہ واؤ مجہول پڑھی جاتی ہے اور جنوبی ہند میں بواؤ معروف جوش۔ موش۔ ہوش۔ گوش وغیرہ پڑھا جا رہا ہے اس لئے کہ جنوب میں یہ لفظ سمندری راستے سے ایران کے سرد حصے اصفہان، طہران سے آئے ہیں۔ عادل شاہی دور سے یہ آمد شروع ہوئی اور ٹیپو کے وقت میں اور تیز ہوگئی۔ اور شمال میں غزنی قندھار کے گرم راستہ سے دور مغلیہ سے پہلے ہی آنے لگے تھے۔ وہاں زبان حرارت کی وجہ سے پورے مخارج حروف میں گھومتی ہے اور سرد ممالک کے لب و لہجہ میں پورا منہ نہیں کھلتا زبان کی مخرجوں میں نہیں پھرتی لفظ دب کر نکلتے ہیں جو واؤ معروف کی شکل میں ادا ہوتے ہیں۔

اگرچہ غزنوی خوش آمدید ایک ذہنی سیلاب ہوتا تھا لیکن اُس کا اثر دہلی مرکز پر بلا واسطہ پڑتا تھا۔ جو بحرانی دور کے بعد بھی اپنے تمدنی اثرات کافی چھوڑ جاتا۔ جب سکندر کے فتوحات کا چند روزہ سیلاب ہند میں صرف دریائے چناب، مغربی پنجاب تک آیا اور نیچے یونانی سنگ تراشی کے عملی اثرات وغیرہ پورے ہندوستان کے لئے چھوڑ گیا تو یہ روز روز کا شدر حال اور آئے دن کی مہمان نوازی کبھی دعوت دے کر بلائی ہوئی اور کبھی بن بلائی مہمان داری حسن توقعات کی امیدوں پر اپنے ساتھ کیا کچھ سوغات تمدن نہ لاتی ہوگی جس پر ہند کی دعوت بیک اور یہاں کی آب و ہوا کی خوشگواری

ہر دل عزیزی یا اثر پذیری کا سمند ناز پر تازیانہ کا کام نہ کرتی ہوگی؟ ضرور کرتی تھی اور کیا ہے، جس کا اثر ہماری پوری معاشرت میں رچا بسا ہوا ہے۔

اس وقت ہم نے صرف لسانی اثرات کی تصویر کا ایک رخ اور وہ بھی طائرانہ نظر اندازی سے پیش کیا ہے جس سے مکمل تصویر کے خدوخال کے کچھ دھندلے آپ کے سامنے آگئے ہیں۔ کسی دوسری فرصت میں خدا چاہے ان میں رنگ بھر کر آپ کی خدمت میں صحیح تصویر مکمل پیش کی جائے گی۔

عادۃ اللہ یوں ہی جاری ہے کہیں کی بستیاں اجڑتی ہیں اور کہیں ان کے ملبے سے نئی تازی شاندار عمارتیں بنتی ہیں، فطرت کا یہ سلسلہ جس غرض و مصلحت پر کہیں کچھ بناتی ہے تو کہیں حکمت کے مصالح کے پیش نظر کہیں کچھ بگاڑ بھی دیتی ہے۔

چنانچہ آج تقسیم ہند کے کھل اثرات ابھی جس تجزی کا نشت ہیں نادانستہ مصروف ہیں۔ کل کا مستقبل ہی ان کو تاریخی زاویہ نگاہ سے بروئے کار لائے گا جن سے آج ہم قطعاً نابلد بے بہرہ ہیں۔

یہ حقیقت واضح ہے کہ شمالی ہند کا اتفاقی جنوبی ہند سے سلسلہ مرتفع دکن کے سد راہ ہونے کے سبب سلطنت بہمنیہ کے قیام سے پہلے نہیں ہو سکا۔ دراوڑ قوم جو اصل ہند کے قدیم باشندے تھے وہ آریاؤں کے دھکا سے سمٹتے مرتے کھینچتے شمال سے جنوب کو منتقل ہوگئے۔ ایسے وقت بھی منظم طور پر آئے جن کو آریاؤں نے حتی کم جہاں تک دریا پر دیا جنگل چھوڑ دیا۔ مگر قدرت کو منظور نہ تھا کہ یہ سب کچھ ہی اس سے زیادہ آج کل ہندوستان کی آبادی کا جزو اعظم ہیں۔

قدیم جنوبی ہند کا باشندہ حضرت اسلام میں شمال کا ممنون احسان نہیں ہے بلکہ یہاں تو محمد بن قاسم کے ورود سے بھی پہلے دور صحابہ میں مالابار ساحل کی طرف سے اسلام آچکا تھا۔ خود "مالابار" اس عربی

جملہ کی ہیئت ترکیبی یہاں کے غیر منتفع علاقے کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی گذشتہ تاریخ دہرا رہی ہے کہ یہاں صرف ناریل ہوتا ہے کہ اسی کو پی لو اسی کو کھا لو۔ اسی کو جلا لو۔ اسی کو چھال سے دوسری ضروریات پوری کر لو۔ یہ اصل میں "مالابار فیہ" تھا۔ یعنی وہ جس میں کوئی بار فائدہ نیکی خوبی نہ ہو۔ "فیہ" کے حذف پر "مالابار" رہ گیا۔ چنانچہ یہاں کا قدیم اسلامی تمدن آج بھی یہاں کی خاص قوموں میں اپنی خاص زبان کے ساتھ زندہ ہے۔ جن کا تعلق دور کا بھی عادل شاہی حکومتوں سے نہیں ہے۔

علاقہ کورگ کا قومی لباس باوجود غیر مسلم ہونے کے عربی نسبت کو بدرجہ اتم پیش کرتا ہے۔ بلکہ مغربی ساحل اور علاقہ مدراس میں یہ قدیم وضع قطع کے مسلمان خود یہاں کے ان مسلمانوں سے مختلف نظر آتے ہیں جو بیجاپور، گول کنڈہ کی بربادی کے بعد یہاں آکر بس گئے ہیں۔ اس لئے کہ یہاں کے یہ قدیم مسلمان۔ ایرانی۔ تیموری۔ مغلیہ تمدن کے اثرات سے نا آشنائے محض ہیں ان کے اپنے مخصوص جبے ہیں۔ خاص قسم کے تہبند ہیں اور سر پر پلاسٹر کی قسم کی ٹوپیاں ہیں سر سے چپکی ہوئیں جو دور سے ہی بتلا دیتی ہیں کہ یہ یہاں کا قدیم اسلامی طبقہ ہے جس سے عرب کے سواحلی علاقے کی مشابہت آج بھی ٹپکتی ہے۔ ان کو دیکھ کر قدیم عربی تمدن کی پوری تصویر سامنے آجاتی ہے

الحاصل شمالی ہند جو آج بھی ہندوستانی تمدن کی مرکزی شان رکھتا ہے کیا ہندو۔ کیا مسلمان۔ سب پر مغلیہ دور حکومت کا تمدن غالب ہے۔ اگرچہ الصحبتہ المؤثرہ۔ ہند کی قدیم دیوتا پرستی کی عادت اور یہاں کے روحانی کرشموں کے زیر اثر یہاں بھی عبدالنبی۔ عبدالرسول۔ عبدالحسین۔ بندہ نواز۔ کنیز فاطمہ امت الرسول وغیرہ نام نظر آتے ہیں۔ لیکن وہ اثرات جو عربی تمدن کی یادگار ہیں۔ ہندوستانی تمدن کا جزو اعظم ہیں۔ چنانچہ فقیر چند۔ علم چند۔ فتح چند گلاب سنگھ۔ عربی ورد کی فارسی گل ہے۔ جب یہ مطلق بولا جاتا ہے تو گ

Marfat.com

گل ہی گلاب کا پھول کہلائے گا کہ گل کہلانے کا جو مستحق ہے وہ صرف گلاب ہے۔ دوسروں کے ساتھ دوسری صفت یا کوئی قید لگے گی تو معنی دب گے جیسے گل لالہ، گل یاسمین۔ گل نیلوفر۔ گل شبو وغیرہ ورنہ گل قند سے مراد یہی گلاب کا گل قند ہوگا۔ سیوتی وغیرہ کے گل قند کو گل قند سیوتی کہیں گے لیکن اردو استعمال نے گل آب بنا کر گلاب استعمال کیا کہ یہی پھول پھولوں کی آب رونق اور سرتاج ہے۔ اور پھر اس سے گلابی۔ گلابی سردی۔ گلاب جامن۔ گلاب پاش اور گلاب سنگھ وغیرہ بنائے گئے۔ دولت رام۔ ہیرالال۔ رام لال۔ اجمل سنگھ۔ دیوان چمن لال۔ دیوان معتون سنگھ۔ شمشیر سنگھ۔ شمشیر سنگھ۔ خود ہمارے وزیر اعظم جواہر لال کا نام بھی جو اپنے اصلی لفظ جواہر لعل سے بھی بولا جاتا ہے۔ عربی جوہر کی جمع جواہر اور فارسی لعل سے مرکب ہے جو لعل ہندی کا لال بن گیا اور لعل چونکہ ایک سرخ قیمتی خوش نما پتھر ہے اس لئے اردو میں ایک چھوٹی خوبصورت سرخ رنگ کی چڑیا کو بھی لال کہنے لگے اور ہیرا لال ہیرا چاند بیٹے کے لئے اسی جواہر بے بہا کی کیفیت کا حامل ہے۔

اور اس جمہوریہ کا درباری لباس جس وحدت گذشتہ کو بتلا رہا ہے یہ وحدت پسندی۔ ہندو مسلم کی مشترک میراث ہے۔ جس کو ہماری اردو شاعری نے ایک تاریخی افتخاری حیثیت دے دی ہے۔ جس کے مطالعے سے بڑے سے بڑا فلاطون زمانہ بھی یہ معلوم نہیں کر سکتا کہ شاعر کس فرقے سے تعلق رکھتا ہے۔ ہندو ہے یا مسلم ذیل کے تخلص جس کے لئے شاہد عدل ہیں۔

کچھ دور سابق کے آنجہانی زندہ جاودانی اور کچھ عصر حاضر کے ذی حیات ہندو شعراء کے تخلص۔

ملاحظہ ہوں

سرشار۔ برق۔ شاد۔ نظر۔ سرور۔ مہراج بہادر برق۔

رنگین ۔ رواں ۔ نسیم ۔ ساحر ۔ شوق ۔ پنڈت برج موہن کیفی ۔ ناشاد ۔
جوش (ایک پنڈت لبھورام ، ایک جوش ملیح آبادی مسلم شاعر ہیں اور یہ دوسرے
جوش ہندو شاعر جوش ملسیانی ہیں)
خروم ۔ جوشی ۔ جگر (ایک شیام موہن لال ہندو شاعر ہیں دوسرے
جگر سکندر علی خاں مسلم شاعر ہیں) وفا ۔ فراق ۔ ملا ۔ فیض ۔ فرحت ۔ مدہوش ۔
عرش ۔ بیتاب ۔ تاجور (سامری ولد پنڈت کرپارام لائل پوری) دوسرے
تاجور مسلم شاعر نجیب آبادی ہیں ۔ تحسر ۔ منور ۔ بسمل ۔ اختر ۔ یہ بھی ہندو
شاعر ہیں اور دوسرے اختر ۔ ایک اختر انصاری ایک اختر شیرانی
مسلم شاعر ہیں ۔ شاد ۔ یہ بھی ہندو شاعر ہیں دوسرے شاد عظیم آبادی ہیں ۔

ملاحظہ فرماتے ہوئے استفسار سے کیجئے یا چشم بصیرت کھول لیجئے کہ یہ ہندو
ہیں یا مسلم ۔ شعراء کے تخلص تو آپ کو کسی فرقے وارانہ تمیز کی رہبری نہ کریں گے ۔
آپ کو ایک بھی کوئی ایسا تخلص ان شعرائے کرام کا نہ ملے گا جو ان کے
کسی برائے جسم کو بتاسکے ۔ حالانکہ شاعر کا تخلص اس کے کمال شعری اور ذہنی
جذبات کا آئینہ ہوتا ہے ۔ اب ان شاعروں کے بطور نمونہ کچھ اشعار بھی
خط کشیدہ تخلصات کا بغور مطالعہ کرتے ہوئے ملاحظہ فرمائیں تاکہ آپ کو ان
پاکیزہ ہستیوں کے جذبات اور ان کے کلام سے اُن کے ذہنی رجحانات کی روشنی
میں واقفیت ہو جائے ۔ اور کلچرل انداز کی سیر حاصل واقفیت بھی ہو جائے
کہ مضمون نگاری ان کا کام ہے ۔

اگرچہ اس بحث کے اضافہ سے مضمون بحر طویل میں آجائے گا لیکن قدری
نقطۂ نظر سے ناقابل فروگذاشت ہے ۔ بالخصوص حالاتِ حاضرہ کے تقاضے کے تحت
از بس ضروری ہے کہ ہمارے وہ برادرانِ وطن آج جو ناعاقبت اندیشی سے اردو
دشمنی کا سودائے خام رکھتے ہیں ۔ وہ ان بزرگوں کی روح کا بے چینی کے ساتھ
ملاحظہ کریں ۔ یہی بزرگ آج اس اردو کے معمار تھے جو ہمارے کلچر کی

آج واحد علم بردار ہے۔ الغرض جو چیز حقیقت نے مشترکہ بنائی ہے قانونِ قدرت ہے کہ وہ مشترک ہی رہے گی۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیے۔

۱) پنڈت رتن ناتھ درؔ سرشار

آپ لکھنؤ کے معزز کشمیری برہمن خاندان میں ۱۸۴۶ء میں پیدا ہوئے۔ ادبی دنیا کے آسمان پر آفتاب نظم و نثر بن کے چمکے .....

کلام ملاحظہ ہو۔

اللہ ہمیں عشق کے پھندے سے نکالے ۔ دم توڑتے ہیں قطع محبت نہیں ہوتی
سیاہ ابر مغرب سے ایسا اٹھا ۔ میں سمجھا کعبے کا پردہ اٹھا
بنا سا نیا دختِ رز کا نشان ۔ کہ ہے رنگِ خندہ سے ہونٹوں پہ جان
کہاں تک یہ گردش یہ دورانِ سر ۔ سفر ہو گیا اب تو مشکل سفر
یہ تفریق اور تفرقہ تا کجا ۔ کہیں رند ہیں اور کہیں متقی کدہ

---

۲) منشی جوالا پرشاد برقؔ

۱۸۶۲ء میں سیتاپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کی شاعری انشاپردازی کی امتیازی شان آسان اور عام فہم زبان کا استعمال ہے جس کے سبب ... تک آپ کی ادبی خدمات کے معترف ہیں۔ کلام ملاحظہ ہو۔

وہ تو برس رہے ہیں نقدیں جو ساتھ ... کے برق تیر سے دل کا کی ...
دنیا میں ظہور صبح ہوا گلشن پہ کیسا جوبن ہے
خورشید کا غنچہ کھلنے لگا اللہ کی قدرت روشن ہے
باغوں میں ہزاروں پھول کھلے کیا بھینی بھینی خوشبو ہے
مستی میں شجر ہیں جھوم رہے اک وجد کا عالم ہر سو ہے

Marfat.com

خوشیاں اشجار نے منائیں ⁂ میوں کی ڈالیاں لگائیں
بھونروں نے یہ گونج کر صدا دی ⁂ کوئل نے یہ پھیر دی منادی
معشوقۂ گل عذار آئی ⁂ آئی آئی بہار آئی

سر کشن پرشاد شاد ۳)

۱۸۶۴ء میں پیدا ہوئے ۔ عرصہ تک حیدر آباد کے وزیر اعظم رہے ۔ شاعری میں نظام نواب میر محبوب علی خاں کے شاگرد تھے ۔ دو اردو جرائد دبدبۂ آصفیہ اور محبوب الکلام آپ نے نکالے ۔ آپ کی تصانیف میں سے چند کے نام ملاحظہ ہوں ۔ بزم خیال ۔ رباعیات شاد ۔ ہدیۂ شاد ۔ فریاد شاد ۔ مطلع خورشید ۔ ایمان شاد ۔ خمار شاد ۔ نغمۂ شاد ۔ ارمغان وزارت ۔ کلام شاد ۔ بیاض شاد ۔ مثنوی آئینہ وجود وغیرہ یہی نہیں بلکہ آپ نے اپنے دور اقتدار میں "خانخاناں" کی یاد تازہ کردی تھی کہ ادبی مجالس کا قیام اور شعراء، ادباء علماء، فضلاء کی وابستگی آپ کی ڈیوڑھی سے سلطنت آصفیہ میں اک شاہانہ دربار کی حیثیت رکھتی تھی ۔ اور مزید طرفہ تماشا جینے آپ کے کچھ عربی مراسلے بھی دیکھے ہیں ۔ مضامین کی عرفانی واحدانیت کی قدریں علیحدہ رہیں خود ان کا اعلیٰ ادبی مقام اور بلاغت، فصاحت کسی طرح اہل ادب اہل زبان سے کم نہ تھی ۔ اور جب کبھی موسم گرما میں بنگلور آتے تو غرباء کے وارے نیارے ہو جاتے ۔ جب تفریح کو بازار آتے یا کسی ضرورت پر اور ضرورت تو کیا ہوتی یہی ناداروں کو نفع رسانی کی خواہش تو سواری میں روپوں سے بھری ہوئی ایک بڑی سی تھیلیا ہوتی ۔ ہر دو طرف اِدھر اُدھر کے سائل یا اُمیدواروں کو نوازتے چلے جاتے ۔ اور یہ تقسیم زر کی تفریح تقریباً روز ہی رہتی ۔ کیا زمانہ تھا اور کیسے کیسے اہل ہمت ۔ اہل دل ۔ اہل ادب فنکاروں سے دنیا آباد تھی ۔ میں نے معتبر ذرائع سے سنا ہے کہ مرگ باش ہونے پر جب سر کو صندل کی لکڑیوں

Marfat.com

کلام ملاحظہ ہو :-

فریاد ایک روز قیامت دکھائے گی ∴ کچھ کم نہیں ہے صور سے میری صدائے دل
امید عفو ہے کہ خدا عاصی نواز ہے ∴ ہر چند بے حساب ہیں میری خطائے دل
ترتیب کائنات میں پوشیدہ راز ہے ∴ میں کیا بتاؤں تیرا پتہ تجھ کو ہائے دل
اے شاد نا امید نہ ہو اس کے فضل سے ∴ ہے منحصر اسی پہ فنا و بقائے دل
ہے وہ مندر میں و مسجد میں نہاں یاد رہے ∴ نور اس کا ہے ہر اک جا پہ عیاں یاد رہے
دل جو ہے شاد کہ ہے بہت دلاسہ خواجہ ∴ وہ یہ کچھ نہیں ہے تیرا کمال یاد رہے
خانۂ دل کعبہ ہے یہ کوئی ہنگامہ نہیں ∴ ہے دھوکا سا آجا اس میں کوئی بتکدہ نہیں
نغمۂ توحید ہے سن سن کے واعظ راگ گا ∴ اپنی بیتی ہے یہ کچھ غیر دل کا افسانہ نہیں
ذکر سے زندوں کے واعظ تو ابھی واقف نہیں ∴ یہ تو ہے موت کی صدا ہے شور رندانہ نہیں
مطلوب تھا کون اپنا تھا کون بجز اس کے ∴ کس پہ میں مرتا تھا اس پہ ہی تو مرتا تھا

نوبت رائے نظر

لکھنؤ کے معزز کائستھ خاندان میں ۱۸۶۶ء میں پیدا ہوئے۔ سنہا لکھنوی کے شاگرد ہیں۔ اردو زبان و ادب کی خدمت آپ کا ذاتی مشغلہ تھا۔ منشی دیا نرائن صاحب نگم ایڈیٹر زمانہ کانپور نے اپنے رسالے کا نائب مدیر بنا کر اپنے پاس بلا لیا۔ غرض کہ آپ کی پوری لائف اسی ادبی مذاق میں گذری۔ اودھ اخبار کا قلمدان ادارت بھی آپ کے سپرد رہا۔

کلام ملاحظہ ہو :-

نظر اب چل کے کرنا چاہیے آباد مرقد کو ∴ بہت ہے منتظر اپنی زمیں گور غریباں کی
موت نے کیا سماں کر رکھا ہے اس کے لئے نظر ∴ مدتیں گذریں سبب کھلتا نہیں تاخیر کا
طول غم سے مختصر غم کی کہانی ہو گئی ∴ جب بکھری اک آہ دل کی نوحہ خوانی ہو گئی

Marfat.com

ختم دلچسپی تری وارفتنا بس ہو گئی ∴ ہم بھی زندہ تھے کبھی وہ زندگانی ہو گئی
مئے کو دنیا آتش سیال کہتی ہے نظر ∴ لیکن اپنے جام میں آتے ہی پانی ہو گئی

[illegible] دل نزار رہتا ہے ∴ اندرونی بخار رہتا ہے
دل [illegible] عقیدت و عرفاں ∴ زندہ زیر مزار رہتا ہے
خاک مدفن نہ باد تند اڑا ∴ کہ یہاں خاکسار رہتا ہے
مایۂ زندگی سخن ہے نظر ∴ شعر ہی یادگار رہتا ہے

یہ تجربہ ہوئے اس دل کو قرار الفت کے ∴ وطن میں لطف اب آنے لگے ہیں غربت کے
کچھ [illegible] داغ فرقت کے ∴ گواہ حال ہیں ذرے زمین تربت کے
ہو زندہ [illegible] دیکھ لیں گے جلوہ دوست ∴ وہ ہم نہیں کہ رہیں منتظر قیامت کے

عیاں کثرت میں ہو وحدت نہاں وحدت میں کثرت ہو
یہ ہے لاشرک کی شان ادا یہ ہے انداز یکتائی
شہود شاہد [illegible] مشاہد میں نظر آئے
جو حاصل ہو تری چشم دروں کو نور بینائی
جنوں کی شکل [illegible] تو کیا مجنوں و شیدائے
محیط کل نے کب مجنوں زنداں میں جگہ پائی

نوٹ :-
براہ کرم تعصب کے چھینٹوں سے بچتے ہوئے ملاحظہ فرمائیں۔
وحدت [illegible] اگر ایک مسلم شاعر بھی لکھے تو اس سے زیادہ کیا لکھ سکتا ہے۔

عجب [illegible] ہے کہ برادران وطن کے یہاں مدفن نہیں مرگھٹ ہے۔
یہاں جلی ہوئی نعشوں کی خاک بھی نہ ملے گی۔

فاروقی

Marfat.com

(۵) منشی درگا سہائے سرور

ضلع بجنور جہان آباد قصبہ کے رہنے والے تھے۔ علاوہ شاعری کے کسب بھی آبائی پیشہ تھا۔ سنہ ۱۸۷۳ء میں پیدا ہوئے تھے۔ سرور کے نام سے آپکا کلام چھپ چکا ہے۔ ان موتیوں کی کانٹ چھانٹ اہل ذوق نے کافی قدردانی کی ہے۔ میدان نظم میں سرور کا رتبہ بے حد بلند ہے۔ قبل از وقت مرگ کا شکار نہ ہوتے تو اپنے زمانے کے ایک مانے ہوئے استاد مانے جاتے۔

کلام ملاحظہ ہو:-

ترنم ریز تھا شاخوں پہ میرے طائرِ سدرہ
چمن کا میرے دستِ آموز اک مرغِ غزل خواں تھا

کلی دوشیزۂ تازہ کی آئی اک نئی گلشن میں
شگوفہ جو چمن میں تھا عروسِ گل بداماں تھا

بہارِ عالمِ نیرنگ تھی ہر پنکھڑی سہری
نہ تھا معلوم رنگِ انقلابِ دہر پنہاں تھا

حقیقت کھل گئی دورِ خزاں آیا جو گلشن میں
نہ تھا غازہ رخِ گلرنگ پر خونِ شہیداں تھا

تحیر زا تھا منظر آہ کیسا اک باغِ ہستی کا
وجودِ عالمِ امکاں گرداب پریشاں تھا

دو شعر شاہجہاں کے طلب اقتدار پر سرور صاحب کی نظم حسرتِ دیدار سے ملاحظہ ہوں:-

بے نام و بے نشاں ہوں بے تاج و بے نگیں ہوں
اک ننگ و عار مجھ سے ہیں آہ اب مکیں ہوں

فریادِ آتشیں ہوں دردِ دلِ حزیں ہوں
پامال ہو چکا جو وہ نقشِ دل نشیں ہوں

پُتلا ہوں آہ اب میں سوزِ غمِ نہاں کا
رگ رگ میں مشتعل ہے شعلہ مری فغاں کا
سوزِ دروں کا مرہم جانِ دل و جگر ہیں
راحِ مشامِ جاں ہیں دامن کشِ نظر ہیں

مرنے سے دو تین ماہ قبل کی "سودائے عشق" نظم کے دو بند ملاحظہ ہوں:۔

مئے سوزِ عاشقی کا جو نصیب جام ہوتا
میں سحر کو بھی نہ بجھتا وہ چراغِ شام ہوتا
وہ جگر کا داغ بنتا دمِ حشر بھی نہ مٹتا
دل و جاں کو پھونک دیتا وہ تپِ دوام ہوتا
نہ چمن میں گل کا شیدا نہ میں عندلیب ہوتا
نہ میں بجھنے والا شعلہ نہ شرارِ خام ہوتا
ترا داغ سوزِ الفت جو مجھے نصیب ہوتا
نہ ہلالِ عید بنتا نہ مہِ صیام[۱] ہوتا

۶) پنڈت برج نرائن چکبست

چکبست تخلص بھی ہے اور ان کے کشمیری گھرانے کا لقب بھی بزرگوں کا وطن لکھنؤ ہے۔ ۱۸۸۲ء میں فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ لکھنؤ میں پروان چڑھے اور تعلیم

ع۱ ماشاء اللہ کیا اسلامی تمدن کی عکاسی ہے۔

انتقال ۱۹۲۶ء بارہ فروری کو بریلی کے اسٹیشن پر فالج کے حادثے سے انتقال کیا۔ محشر لکھنوی نے انہیں کے مشہور مصرعے سے ان کی تاریخ وفات نکالی۔

ع موت کیا ہے انہیں اجزا کا پریشاں ہونا۔

آتش۔ غالب اور انیس کے کلام کے دل دادہ تھے۔ انہیں کا رنگ ان کے کلام میں نمایاں ہے۔ پہلی غزل آٹھ نو سال کی عمر میں کہی تھی۔ عمر بھر آزادی جمہوریت انسانیت کا نوحہ کرتے رہے۔ اک رباعی ملاحظہ ہو:-

یہ قوم ذرا عاقبت اندیش نہیں ٭ سودا تو ہے لوٹ کا سر تبش نہیں
پہلے کی ترقی سے ہیں کتنے پیچھے ٭ افسوس ہمیں کچھ بھی پس و پیش نہیں

اک اور رباعی ملاحظہ ہو:-

آبادی اصل میں ہے نہ ویرانہ ہے ٭ شادی کا یہ گھر نہ عزا خانہ ہے
واللہ مبتدا ہے اس کی نہ خبر ٭ دنیا اک نا تمام افسانہ ہے

واللہ براہِ کرم اس مبتدا خبر کی بندش کا خیال فرمائیے کہ کتنی گہری ٹھوس عربی ادبیت کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔

فنا کا ہوش آنا زندگی کا درد سر جانا
اجل کیا ہے خمار بادۂ ہستی اتر جانا

مقام کوچ کیا ہے منزل مقصود تک بھولے
قیامت تک سرائے دہر میں دو دن ٹھہر جانا

بہت سودا رہا واعظ تجھے نار جہنم کا
مزہ سوز محبت کا بھی کچھ لے بے خبر جانا

درد دل پاس وفا جذبۂ ایماں ہونا
آدمیت ہے یہی اور یہی انساں ہونا

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہور ترتیب
موت کیا ہے انہیں اجزاء کا پریشاں ہونا

دل کئے تسخیر بخشا فیض روحانی مجھے
حب قومی ہو گیا نقش سلیمانی مجھے

چاہتا ہوں وسعتِ دل تخمِ غم کے لئے
امتحان سے رنج دہقان کی فراوانی مجھے

تیری جبیں سے نورِ حسنِ ازل عیاں ہے
اللہ رے زیب و زینت کیا اوج نوبشاں ہے

گوتم نے آبرو دی اس معبدِ کہن کو
سرمد نے اس زمیں پہ صدقے کیا وطن کو

رہتی نگاہ ہے کرم کارساز پر
صحرا چمن بنے گا وہ ہے مہرباں اگر

جنگل ہو یا پہاڑ سفر ہو کہ ہو حضر
رہتا نہیں وہ حال سے بندے کے بے خبر

الغرض! وغیرہ وغیرہ۔

قبل از وقت مرگ ناگہانی پر افسوس کہ اس آزادی کے مخلص علمبردار نے آج کی بہارِ آزادی نہ دیکھی۔

---

۱۷ منشی مہاراج بہادر برق

برق سکیت ضلع ایٹا کے رہنے والے تھے۔ کئی پشت سے دہلی میں آ بسے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار منشی ہرنرائن بھی شاعر تھے۔ حسرت تخلص تھا۔ ۱۸۸۴ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کو ذوق شعری بچپن ہی سے تھا۔ مطلع انوار کے نام سے آپ کا مجموعۂ کلام شائع ہوا ہے۔ ۱۹۳۰ء میں یکایک آپ فوت ہو گئے۔ آپکا کلام ملاحظہ ہو:-

اٹھتے ہی ہو گئے ہم منزلِ عرفاں کے قریب
جس قدر رسم و رہ دہر سے بیگانہ بنے

Marfat.com

لذت گویائی کا مستور خاموشی میں ہے
محویت کا ایک عالم خود فراموشی میں ہے
خود حجابوں سے نہاں ہے اور جلوے بے حجاب
حسن مطلق تیری روپوشی بھی رونقی میں ہے ؟

موج رقصاں ہے صفائے قلب کی
اس میں قدرت نے بھری ہے دلکشی
سیراب ابر لطف ہیں سب تشنگان حق
ذرّے زبان حال سے ہیں تر زبان حق

برق کی دوسری نظم "شان حق" کے چند بند ملاحظہ ہوں :-

شیرازہ بند دفتر ادراک ہے شان حق
سر چشمۂ حیات سے فیض روان حق
حق کی صدا ہے پردۂ ہستی کے ساز میں
در پردہ بس رہی ہے حقیقت مجاز میں

روئے مجاز عکس ہے حق کی صفات کا
ہر تو اس آئینہ میں ہے انوار ذات کا
حق اصل کل ہے سلسلۂ کائنات کا
اعجاز حق سے راز طلسم حیات کا

ظلمت سرائے دہر میں ہے حق کی روشنی
جلوہ فشاں ہے قادر مطلق کی روشنی

زیب ریاض دہر اگر فیض حق نہ ہو ؛ رنگیں کتاب خندۂ گل کا ورق نہ ہو
نیرنگ ہفت رنگ بہار شفق نہ ہو ؛ عالم فروز تابش مہر افق نہ ہو
اس تیرہ خاکدان میں برستا جو نور ہے
حق تو یہ ہے یہ جلوۂ حق کا ظہور ہے

Marfat.com

دنیا میں ذاتِ حق سے یہ سب بندوبست ہے
انجام حق ہی ہستیِ فانی میں ہست ہے
کذب و ریا کو حق کے مقابل شکست ہے
تابش سے حق کی تیرگئ کفر پست ہے
رکھتا ہے اصل پیش حقیقت دروغ کیا
باطل کو حق کے سامنے ہوگا فروغ کیا

جاء الحق و زھق الباطل ۔ ان الباطل کان زھوقا ۔ اس قرانی آیت کا یہ ترجمہ نہیں تو اور کیا ہے ۔ ؟

(۸) منشی سکھ دیال سکسینہ رشیں

۱۸۸۸ء دسمبر کی پیدائش اور بہت ہی کم عمری میں تعلیم سے فراغت حاصل کی۔ کہتے ہیں کہ ۲۳ ر سال کی عمر میں ایم ۔ اے ۔ ایل ۔ ایل ۔ بی پاس کر چکے تھے شاعری کا ذوق حسب ماحول بچپن سے تھا۔ انگریزی زبان دانی کے سبب مغربی شعراء کا کلام فارسی اور اردو شعراء کے معیار سخن کے ساتھ پڑھنے، بھانپنے اور جانچنے ۔ یہی وجہ تھی کہ فلسفۂ مغرب میں کافی مہارت بہم پہنچائی تھی ۔ لیکن دنیا سرائے فانی ہے ۔ ۱۶ ر اگست ۱۹۲۱ء کو بہت ہی قبل از وقت سامان سفر آخرت کیلئے اس ادبی دنیا کے انجم رخشاں نے کمر ہمت باندھ لی ۔ آپ کے اردو فارسی کے کلام میں زیادہ تر غزلیں ہیں کچھ نظمیں از قسم قصیدہ، مثنوی، رباعیات، قطعات وغیرہ بھی ہیں نام و نمود اور شہرت سے بے نیاز بلکہ بیزار تھے ۔

کلام ملاحظہ ہو :۔

بس دیکھ لی تری یہ فرومائیگی حیات
لائی تھی کس فریب سے دنیا میں کھینچ کر

Marfat.com

ع

ابھی اے مرگ تو نے کر دیا زیرِ زمیں مجھ کو
ابھی تھا دوستوں میں میں یہ زیرِ آسماں بیٹھا

خصت اے خضر کہ گم گشتگی ہے منزلِ عشق
رہنمائی کے لئے مل گیا عنقا ہم کو

کوئی نہ باغِ دہر میں یارب ہوا نہال
ہر برگ آکے یاں کفِ افسوس مل گیا

ع زیرِ زمیں کی ترکیب قیامِ لحد کو بتاتی ہے جو ہندو دھرم آواگون، تناسخ اور مردہ سوزی کے مسائل کا حامل ہے اور رواں کا عقیدہ ہے

(۹) جگت موہن لال رواںؔ

رواں اناؤ ضلع اُناؤ کے رہنے والے ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوئے۔ کیننگ کالج لکھنؤ سے امتیازی شان سے ۱۹۱۲ء میں بی۔ اے پاس کیا اور ۱۹۱۴ء میں اسی کالج سے ایم۔ اے ایل۔ ایل۔ بی پاس کر کے اُناؤ میں وکالت کرنے لگے۔ اپنی ذہانت اور خوش خلقی کے سبب بہت نیک نام کامیاب وکیلوں میں شمار ہونے لگے۔ آپ کے دم قدم کی برکت سے اُناؤ میں علم و ادب کا چرچا ہوا اور شعر و شاعری زندہ ہوئی۔ اُناؤ۔ لکھنؤ کانپور کے درمیان ہے۔ آپ کا حلقۂ ادب ادھر کانپور سے اور ادھر لکھنؤ سے ڈانڈے ملائے ہوئے تھا۔ مولانا احسن مارہروی مرحوم پروفیسر علی گڈھ یونیورسٹی رواں کے بڑے عقیدت مند نیازمندوں میں تھے۔ یہی عقیدت کشش علی گڈھ کے مشاعروں میں کھینچ لائی۔ آپ کے کلام کا مجموعہ "روحِ رواں" کے نام سے چھپ کر خراجِ تحسین حاصل کر چکا ہے۔ افسوس کہ آپ بھی چند روز عاجب۔ فرائش رہ کر ۱۹۳۲ء میں اس دو روزہ مہمان سرائے کو خیرباد کہہ گئے۔ دلدادگانِ اردو ادب کو آپکی بے وقت موت نے بے حد مجروح کیا۔ آپ کی رباعیات کی دل نشینی، دل کشی اپنی آپ مثال تھی۔

کلام ملاحظہ ہو :-

اب دشمن جاں ہے کلفتِ غم ساقی
فریاد لبوں پر آگیا دم ساقی
کیا دور نہ ہوگی یہ مری تشنہ لبی
میرے مولا میرے مکرم ساقی

چھوٹوں کی بڑوں کی دست گیری دیکھوں
اپنے ہاتھ اپنی ہی اسیری دیکھوں
جب فرق نہ ہو قید میں آزادی میں
اللہ نہ کرے کہ میں وہ پیری دیکھوں

ترے بیمارِ غم کا آج شاید وقت نازک ہے
کہ سارے چارہ جو بیٹھے خدا کو یاد کرتے ہیں

یہ ارمانِ ترقی آج ہے دعویٰ خدائی کا
اسی دل کا جو کل تک تھا لہو کی بوند مشکل سے

ترا بخشا ہوا دل اور پھر دل کی ہوس کاری
مرا اس میں قصور اے دست گیرِ عاصیاں کیا تھا

کب ترے معراج کے ہم سر ہے معراجِ شہی
تیرے قدموں پر نچھاور سینکڑوں تاجِ شہی

نوٹ:۔ سبحان اللہ کیا عقیدت ہے سرورِ کائنات سے۔

(۱۰) پنڈت امرناتھ ساحر

ولد رائے بہادر پنڈت جانکی ناتھ مدن رئیس دہلی ۱۸۶۳ء میں بریلی میں پیدا ہوئے بچپن ہی میں پنڈت پرشاد رام رازداں کے حلقۂ تلامذہ میں داخل ہوئے اور تین چار سال میں اردو فارسی کے ماہر کہلائے۔ مولانا عبدالحلیم عاصم کاشانی سے فارسی پڑھی

Marfat.com

چند ہی روز میں علم عروض و قوافی میں اعلیٰ درجے کی مہارت پیدا کر لی اور عمدہ شعر موزوں کرنے لگے۔ آپ نظم و نثر اردو کے مسلّم ادیب ہیں ۱۸۸۷ء میں سحر ساحر چھپا آپ کے وقیع مقالے شائع ہو چکے ہیں۔ آپ نے بھگوت گیتا کے مضمون کو جمال اردو شاعری کا سرمایہ ادب بنا کر پیش کیا۔ وہیں انگلستان کے شعراء کے بھی خیالات کو بھی اردو کے خزانے میں بہترین صورت سے جمع کر دیا۔ غرض کہ آپ نظم و نثر کی جملہ اصناف سخن پر کمال دسترس کے ساتھ ادبی حکومت کرتے تھے۔

کلام ملاحظہ ہو:—

حسن تھا مست ازل جام انا لیلیٰ سے
تن کی عریانی سے مجنوں کوئی عریاں نہ ہوا

لب[عہ] منصور سے دی کس نے انا الحق کی صدا
تو اگر پردۂ پندار میں پنہاں نہ ہوا

دل ہے بت خانۂ اصنام خیالی ساحر
تو وہ کافر ہے کہ بھولے سے مسلماں نہ ہوا

سر عرش بریں سے زیر پائے پیر میخانہ
کمال اوج پہ ہے حسن و الملک رہنما نہ

زیارت کو چلے ہیں شیخ و زاہد فی امان اللہ
خدا کی شان ہے کچھ پھر گئی تقدیر میخانہ

تو پہنچا میکدے میں چھوڑ کر دیر و حرم ساحر
جھکا سر ذوق مستی میں رہِ شہ تا تیر میخانہ

ہے منزل فنا میں مرا اسم سفر وہ داغ
روشن چراغ گنبد مینا کہیں جسے

عہ اجزائے بیت فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن یا فعلن ہیں۔ اس مصرعہ میں فعلاتن فعلاتن فعلاتن [illegible] رہ گئے ہیں اس لئے لب پہ منصور کے یا لب سے منصور کے ہوتا تو زیادہ اچھا تھا۔ فاروقی

Marfat.com

منسوب کفر دیر سے ایماں حرم سے ہے
اک رہ گیا ہوں میں کہ تمھارا کہیں جسے

وہ تیرہ بخت ہوں مرے ظلمت کدے کا نور
ہے روشنائی شب یلدا کہیں جسے

ساحر نفس وہ دام ہے جس میں کہ ہے اسیر
موج توہم خیال کہ عنقا کہیں جسے

دل مٹا پر نہ مٹا حرف محبت دل سے
کفر اسلام ہوا مر کر ایماں نہ ہوا

قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا۔ کی بہترین تفسیر ہے۔ فاروقی

رنگش ہو دل جو ہوئے عشق سے سرشار نہ ہو
سر قلم ہو جو سزاوار سر دار نہ ہو

حسن کیا حسن ہے جلوہ جسے درکار نہ ہو
یوسفی کیا ہے جو ہنگامۂ بازار نہ ہو

تری لے نور وحدت جلوہ سامانی نہیں جاتی
شہود تن میں نور جان کی عریانی نہیں جاتی

موحد کوئی ہو سکتا نہیں جبتک کہ اے ساحر
نگاہ حق و باطل، باقی و فانی نہیں جاتی

ساحر عطائے رحمت باری ہے کفر عشق
رندوں کو شمع طور یہ دیر کہن میں ہے

---

(۱۱) پنڈت جگ موہن ناتھ ریٹھ شوق

آپ پنڈت وشوشیور ناتھ ریٹھ کے فرزند ہیں۔ اندور میں ۱۸۶۲ء میں پیدا ہوئے

آپ کا آبائی تعلق ریاست جاورہ سے تھا۔ آپ کے والد تلاش معاش میں جاورہ سے شمالی ہندوستان آئے ۱۸۹۰ء میں ڈپٹی کلکٹر مقرر ہوئے۔ صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ کے متفرق ضلعوں میں ڈپٹی کلکٹری کرتے کرتے ۱۹۲۰ء میں پنشن لی اور شاہجہاں پور میں مقیم ہو گئے۔ آپ کی خوش قسمتی کہ منشی امیر احمد مینائی جیسے استادِ فن کی تلمیذی ابتداء ہی سے آپ کو میسر آئی۔ امیر صاحب کے بعد آپ سید محمد نوح شہید مچھلی شہری کے شاگرد ہوئے اس کے بعد نازاں بدایونی سے مشورہ سخن جاری رہا۔ سرکاری ملازمت کے زمانے کا اکثر کلام ضائع ہو گیا ہے پھر بھی شوق کا کلام سوقیانہ ابتذال سے جیسا پاک ہے ویسا ہی شوق لکھنوی مرحوم کی شوخیت سے بھی پاک ہے۔ کنگھی چوٹی، انگیا، مسّی، بازاری الفاظ بھولے سے بھی نظم نہیں کرتے۔ عربی فارسی کے کرخت بھاری بھر کم الفاظ بھی نہیں لاتے۔ آپ کے مجموعۂ کلام "پیام شوق" میں غزلوں کو حسبِ ترتیب سن درج کیا گیا ہے۔ جس سے شاعر کے ارتقائے فکری کا خاصہ اندازہ ہو جاتا ہے۔ اسی ترتیب سے کلام ملاحظہ ہو۔

سنہ ۱۹۱۶ء ادب کی جگہ مرنے والو ہے قبر
سمجھ کر یہاں پاؤں پھیلائیے گا

خبر بھی ہے کچھ بار عصیاں کی شوق
ہوئی واں جو پرسش تو شرمائیے گا

سنہ ۱۹۲۰ء ہمارے میکدے کو چھوڑ کر نہ جا زاہد
ملے گا قطرہ نہ کم بخت حوضِ کوثر پہ

سنہ ۱۹۲۴ء مئے کا یہ احترام اللہ توبہ
اور پھر وہ حرام ارے توبہ

اللہ اللہ کرارے زاہد ⁖ جام ہی صبح و شام ارے توبہ

سنہ ۱۹۲۹ء نہیں امید کہ وہ حشر بہ داماں ہو جائے
ایسا دیوانہ جو خود داخل زنداں ہو جائے

Marfat.com

شوخی مے نوش کو اتنا بھی گوارا نہ ہوا
خم میں جو دردِ بچے نذرِ حریفاں ہو جائے

غزل نوروز کا ایک شعر :-

سارا گلشن ہے رشکِ رضواں : کیا خوب ہے فیضِ عام نوروز

(۱۶) پنڈت برج موہن دتاتریا کیفی

۱۸۶۶ء میں ۱۳ دسمبر کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں اردو فارسی کی جملہ درسی کتابیں بہت جلد پڑھ لیں۔ انگریزی کی تعلیم سینٹ اسٹیفن کالج دہلی میں ہوئی۔ یورپ بھی گئے۔ ان کی طرز معاشرت کے پرکھنے کا بھی موقع ملا۔ حالی۔ آزاد کی صحبتیں اٹھائیں۔ عرصے تک کشمیر میں ایک اعلیٰ عہدہ پر فائز رہے۔ اب ایک زمانے سے انجمن ترقی اردو کے خاص رکن رکین اور روح رواں تھے شب و روز کا یہی شغل یہی دھن تھی۔ اردو فارسی کا عشق خاندانی ورثہ ہے جو ان کو جان سے زیادہ عزیز ہے۔ مال کی توجیہہ ہی کیا۔ نثر و نظم میں آپ محقق کی حیثیت سے ایک ممتاز شخصیت کے مالک ہیں۔ ادیب۔ العصر۔ مخزن زمانہ میں آپ کا کلام بکثرت شائع ہو کر خراج تحسین حاصل کر چکا ہے اب " ہماری زبان " آپ کی زبان ہے" اردو کا کلمہ آپ کا ایمان ہے اور یہی خدمت ذی شان آپ کی عزیز جان ہے۔ کلام ملاحظہ ہو :-

وہ فضائل اب کہاں ہیں ہند کی تہذیب میں
جن پہ مشرق و غرب کی اقوام قرباں ہو گئیں
روشنی نے غرب کی سر اور خیرہ کر دیا
برکتیں ہم تک جو پہنچیں فتنہ ساماں ہو گئیں
ہانیت نہ ہو تجھ میں تو کیا دھڑکا رقیبوں کا
جو ہے منظور یار اپنا ہو ۔ تو غیروں کو اپنا کر

یہ کہہ دینا تو ہے اک بات ہیں تو دو نہیں ذاتیں
تصور اور عمل میں اپنے تو یہ رنگ پیدا کر

خبر رکھتے ہیں کل کی آج سے وہ بے خبر ہو کر
سنئے عرفاں کے مستوں کی غفلت ایسی ہوتی ہے

حال یہ ہے خود نما عشق میں کیفی کا ہوا
شیخ کافر اسے اور گبر مسلماں سمجھا

ایک دہلی ہی کی ہند کی جاگیر نہیں
دامن اردو کا فراخ اور جہانگیر ہے یہ

اس صفت سے جو مزین ہے زبان اردو
مرجع شیخ و برہمن ہے زبان اردو

پیار تھا اس میں ہوئی اس میں مناجات ہولی
دین اور دھرم کی اردو سے مدارات ہوئی

امتیاز اس کو نہ انساں سے انساں پہ نہیں
حد ورثہ کا ہمارا کسی گلستاں پہ نہیں

فرق اس کیلئے گبر اور مسلماں پہ نہیں
اس کو تمیز ذرا وید پہ قرآں میں نہیں

شرک[ع] نے اس کے یہ وحدت سے جلا پائی ہے
جس پہ یکتائی فدا ہو یہ وہ ہرجائی ہے

حوادث کچھ ہوں ترا دامن نہ ہوگا پاک طینت کا
کہ شبنم سے گلوں کی پاک دامانی نہیں جاتی

[ع] کیا لطیف نقطہ ہے کہ ہندو مسلم کا مشترک سرمایہ ہے۔ اس شرک یعنی اس اشتراک نے وحدت یعنی اتحاد سے ترقی کی اسکی ہرجائی ہر دل عزیزی پر یکتائی یعنی بے نظیری قربان ہو۔ فاروقی

Marfat.com

دہ کچھ آئینہ میں دیکھا کہ ہیں تصویر سے گم سم
بنے بیٹھے ہیں وہ بت ان کی حیرانی نہیں جاتی

اک خواب کا خیال ہے دنیا کہیں جسے
ہے اس میں اک طلسم تمنا کہیں جسے
خمیازہ ہے کرشمہ پرستیٔ دہر کا
اہلِ زمانہ عالم عقبیٰ کہیں جسے

(۱۳) رام پرشاد کھوسلہ ناشاد

آپ کے والد رائے بہادر سالک کھوسلہ تھے ۱۸۸۱ء میں پیدا ہوئے ضلع جالندھر کے ذاعن قصبے کے رہنے والے ہیں ۱۹۰۳ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے پاس کیا ۱۹۰۵ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی سے بی۔اے۔آنرز ہوکر آئے ۱۹۰۷ء سے ۱۹۱۳ء تک سناتن دھرم کالج لاہور کے پرنسپل رہے ۱۹۱۶ء میں ای۔سی۔ایس ہوئے اور کٹک۔مظفرپور۔بھاگلپور۔پٹنہ کے مختلف کالجوں میں پرنسپل رہے۔متعدد مرتبہ یورپ گئے آئے۔اردو زبان کے ایک پختہ کار۔فن کار۔رنگین بیان۔شاعر ہیں۔اردو کے سنجیدہ رسالوں میں آپ کا کلام بڑی آؤ بھگت کے ساتھ شائع کیا جاتا رہا۔ "زمانہ" کا نمبر جن میں پیش پیش تھے۔نظموں پر زیادہ توجہ ہے۔لیکن نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ قوم آج ناشاد سے شاد نہیں۔۱۳ جون ۱۹۴۲ء کو آپ داعی اجل کو لبیک کہہ چکے ہیں۔ کلام ملاحظہ ہو:-

ماہ تاباں کی جھلک نے مجھ کو بے خود کر دیا
بادۂ رنگیں نے تیرا ساغر دل بھر دیا

یہ جہاں ہے ایک الم کدہ نہ لگائے کوئی بھی دل یہاں
کہیں آرزوئیں شہید ہیں کہیں حسرتوں کا مزار ہے

وہی انتظار سحر کا ہے وہی راہ دیکھنا شام کی
وہی آسمان کی گردشیں وہی دور لیل و نہار ہے

بتا زاہد ملا جمعیت خاطر سے کیا تجھ کو
مجھے عرش بریں تک لے گئی میری پریشانی

ابھی کون و مکان کا راز کھل جائیگا اے زاہد
اگر گوشہ نشینی چھوڑ کر ہو محو دربانی

وہی اللہ کا گھر ہے جہاں سب کو پہنچنا ہے
کہاں کا کفر اے ناشاد اور کیسی مسلمانی

کہیں تر دامنی کا اس پہ دھبہ آ نہیں سکتا
ترے خرقہ سے اے زاہد ہے بہتر میری عریانی

---

(۱۴)

پنڈت لبھو رام جوش

یکم فروری ۱۸۸۲ء کو جالندھر کے قصبہ ملسیان میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۲ء میں داغ مرحوم سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ ۱۹۰۵ء میں حضرت داغ کی وفات کے بعد پھر کسی سے اصلاح نہ لی۔ اپنے ہی ذوق سلیم کے فکر شعور پر خدمت بزم سخن انجام دیتے رہے۔ مختلف سرکاری ہائی سکولوں میں ہڈ مدرس فارسی رہے۔ ۱۹۳۸ء میں وظیفہ یاب ہوئے۔ منشی فاضل ادیب فاضل کے امتحان میں یونیورسٹی میں اول رہے۔ پنجاب، دہلی، یو۔ پی کے آل انڈیا مشاعروں میں شریک ہو کر خراج تحسین حاصل کرتے رہے۔ "بادہ سرجوش" کے نام سے آپ کے کلام کا ایک حصہ شائع ہو چکا ہے۔ عادات و خصلت سادہ، کھانے پینے میں سادہ مزاجی رہنمائے تعلیم لاہور کی ادارت کے فرائض بھی ایک زمانے تک انجام دیئے۔ آج کل باپ بیٹے یعنے جوش صاحب اور ان کے فرزند عرش صاحب "آج کل" کی ادبی خدمت دہلی میں انجام دے

Marfat.com

رہے ہیں اور یہ آج کل ہر دو جوش کے جوش کا پرجوش استقبال کر رہا ہے۔[1]

کلام ملاحظہ ہو:۔

یہی التجا ہے کہ اے خدا مجھے حشر سے تو معاف رکھ
وہ نہ میرے حضور میں آئے کیا جو کسی کو منہ نہ دکھا سکے

یہ ادا ہوئی کہ جفا ہوئی یہ کرم ہوا کہ سزا ہوئی
اسے شوقِ دید عطا کیا جو نگہہ کی تاب نہ لا سکے

دولتِ کفر کی امید نہ چھوڑوں گا کبھی
مل ہی جائے گا کوئی دشمنِ ایمان مجھ کو

آج وہ شانِ کرم ہی ہیں دکھانے والے
کہیں رسوا نہ کرے تنگیٔ داماں مجھ کو

میرے اعمال ہوں سر سبز الٰہی کیونکر
تو نے پیدا ہی کیا سوختہ ساماں مجھ کو

ہوس جاہ رہا مانع تاعت اے جوش
سرد ساماں نے کیا بے سروساماں مجھ کو

---

(۱۵) منشی تلوک چند محروم

ضلع بھوانی تحصیل عیسیٰ خیل کے ایک چھوٹے گاؤں میں پیدا ہوئے۔ انگریزی تعلیم بی۔ اے تک ہے۔ پوری عمر ہیڈ ماسٹری کرتے رہے۔ شعر و سخن کا جذبہ فطرت میں بچپن سے تھا کہ خود بخود موزوں مصرعے زبان پر بچپن ہی میں آنے لگے تھے۔ ٹھیٹ پنجابی زبان تھی اردو زبان سے واقفیت کما حقہ نہ تھی۔ اس لئے ابتدائی مشق

---

[1] اب جوش ملیح آبادی تو خیر سے "آجکل" کو چھوڑ" کل پرسوں" کے ہو کر پاکستان سدھارے۔
فاروقی

سخن کے اشعار زبان کے عیوب سے پاک نہیں ہیں۔ محروم کی نظمیں پنجاب کے اخبارات اور رسالوں میں شروع ہی سے شایع ہونے لگیں۔ آپ فن شاعری میں غالب کے ہم مذہب ہیں۔ کسی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا نہ کسی سے اصلاح لی۔ اپنے ہی فکر شعور پر اپنی اصلاح کرتے رہے۔ ان کے کلام کا ایک ضخیم مجموعہ شایع ہوچکا ہے۔

محروم کے بلند پایہ کلام کی داد اکبر الہ آبادی نے اس رباعی سے دی ہے :-

ہے داد کا مستحق کلام محروم ⁂ لفظوں کا جمال معنی کا ہجوم
ہے ان کا سخن مفید دانش آموز ⁂ ان کی نظموں کی ہے بجا ملک میں دھوم

محروم غزل گو شاعر کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک نظم گو اور مصلح کی حیثیت سے ملک میں مشہور ہیں۔ آخر عمر میں رباعیات اور قطعے لکھنے کا مشغلہ بنالیا ہے۔ آل انڈیا مشاعروں میں شرکت کرتے ہیں اور اپنی اسی نصابی سادہ وصفی سے آتے ہیں اور پُر مغز کلام سے محظوظ کرجاتے ہیں۔

سہارنپور میں بھی ۱۹۲۵ء کے آل انڈیا طرحی مشاعرے میں تشریف لائے تھے۔ مصرعہ طرح

ع :- " ہر ذرہ مہر وماہ تنزنا رہگذر میں ہے " ⁂ پر اپنے مخصوص رنگ میں غزل سنائی تھی جس میں شرکت کا مجھے بھی اتفاق ہوا ۔ میری غزل کا مطلع تھا :-

شمس و قمر میں ہے نہ وہ لعل و گہر میں آب ⁂ جو تاب حسن انکی ہماری نظر میں ہے

اگرچہ محروم صاحب سن تھے لیکن آواز پرجوش پیرا دیکھنے میں آئی۔ جس سے سر عبدالقادر صاحب کے ان الفاظ کی تصدیق ہوئی۔ " الفاظ کی برجستگی بندش کی چستی، خیالات کی پاکیزگی حضرت محروم کے اشعار کی خصوصیات ہیں مگر ان کی شاعری کا جو وصف خاص طور سے پسندیدہ ہے وہ یہ ہے کہ اس میں صلح و محبت کی تلقین ہے۔

تضمین کے چند بند .... ملاحظہ ہوں :-

مہ و مہر کی جلوہ سامانیوں میں ⁂ طیور سحر کی نواخوانیوں میں
فضائے چمن کی گل افشانیوں میں ⁂ ہواؤں میں خنکی میں دریاؤں میں

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے۔

نوٹ:۔ پانی کی جمع پانیوں پر آپ نہ جائیے۔ شاعر آغر پنجاب کی آخری سرحد کے علاقے کا ہے اور یہ سہل انگاری قابل درگذر ہے۔ فاروقی

نہیں گو بقید مکان و زماں تو ؛؛ زمیں پر فضا میں سر آسماں تو
کہوں کیا کہاں ہے نہیں ہے کہاں تو ؛؛ نہاں تو عیاں تو یہاں تو وہاں تو
جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے
کیا کوئی زریں جز یرہ چھوڑ کر آیا ہے تو ؛؛ گلشن فردوس سے منہ موڑ کر آیا ہے تو

رباعی

طبع موزوں خدائے برتر سے ملی ؛؛ تائب بہ کلام قلب مضطر سے ملی
آیا مجھ کو یقیں کہ شاعر ہوں میں ؛؛ جب داد سخن جناب اکبر سے ملی

ایضاً

جو کچھ کہ ہے مستعار دیتی دنیا ؛؛ ہے وقت سفر سنبھال لیتی دنیا
دانا ہے تو تخم خیر بوئے جا تو ؛؛ آخر ہے آخرت کی کھیتی دنیا
"الدنیا مزرعۃ الآخرۃ" کا ترجمہ ہے
فاروقی

(۱۶) کرشن سہائے نہرکاری وحشی

آپ فتح پور کے کائستھ خاندان سے ہیں سنہ ۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئے۔ فارسی گھر کی لونڈی باندی تھی انگریزی تعلیم صرف وکالت کے پیشے کی غرض سے حاصل کی پہلے شاعری کا ایسا چسکا نہ تھا مگر ایک سانحے کے ساتھ سے آپ کے جذبات شعری کے سوتے اُبل پڑے یعنی آپ کی رفیقۂ حیات کے سنہ ۱۹۲۳ء میں داغِ مفارقت دے جانے سے آپ کے جذبات کا آفتاب، شاعری کے افق ادب پر طلوع ہوا۔ آپ کے کلام میں انوکھا پن ہے۔ زیادہ تر غزل، نظم، رباعی، آپ کے میدان

Marfat.com

کاوش رہے ہیں۔ نورجہاں کی نظم کے چند بند ملاحظہ ہوں:

کتنی حسرت ناک ہے دنیا میں تیری داستان
کتنا عبرت خیز ہے منظر ترا نورجہاں
بے شمار افواج تھیں جس جا پہ تیری پاسباں
سو رہی ہے بے خبر تو آہ اب تنہا وہاں
یا کہ ویرانیٔ صحرا پاسبانی میکند
یا کنوں شمع شبستاں نوحہ خوانی میکند

یاد ایامے کہ جب کافر جوانی تھی تری
یاد ایامے کہ جب گھر گھر کہانی تھی تری
یاد ایامے کہ جب یہ زندگانی تھی تری
سلطنت کیا، شہ کے دل پہ حکمرانی تھی تری
یاد ہے تیرے طلا، جبیں پہ چیں کا آنا یاد ہے
خوف سے سارے جہاں کا سہم جانا یاد ہے

قطعۂ کشمیر میں گل مرگ کا وہ لالہ زار
اودی اودی وہ گھٹائیں اور وہ ہلکی سی پھوار
اک طرف سرو رواں اور اک طرف گل کی قطار
اک طرف قمری کی کوکو اک طرف صوتِ ہزار
فرشِ گل پر ناز سے چلنا ترا مستانہ وار
دیکھنا وہ شوق سے شہ کا بہار اندر بہار

دامنِ صبر و شکیبائی ہوا جب تار تار
بجھ گئی شمعِ لحد بھی ہو گئے آخر اشک بار
اب نہ مونس رہ گیا کوئی نہ کوئی غمگسار
اب بھی آتی ہے تربت سے صدائے دل فگار

بر مزارِ ما غریباں نے چراغے نے گلے
نے پرِ پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

نوٹ:۔ آخر کا شعر اگرچہ عالمگیر کی بیٹی زیب النساء کا ہے اور اُسی کے مزار پر حقیقی معنوں میں آج بھی چسپاں ہے۔ ممکن ہے آج پاکستانی حکومت نے اس شکستہ مزار کی اپنے احساسِ غیرت پر کچھ مرمت کرا دی ہو ورنہ تقسیمِ ہند سے پہلے تک جس اپنے باغ میں جو اس نے اپنی لونڈی کو ہبہ کر دیا تھا مدفون ہے۔ باغ واغ کا تو کہیں پتہ نہیں۔ ایک دیہاتی شکل کے چند گھر شکستہ مزار کے احاطے میں آباد ہیں۔ مزار کو گنبد میسر نہیں بلکہ یہ مزار بھی انہیں گھروں میں ایک شکستہ کونہ نظر آتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ایک قلبِ مضطر کے پہلو میں ایک زخمی جگر ان گھروں کی شکستہ حالی اور زیب النساء کے مزار کی خستہ حالی قلب و روح کو پامال کئے بغیر نہیں رہتی۔ یہ شعر کم نصیب زیب النساء کا اسی کیلئے اور اسی کے مزار کے لئے موزوں ہے۔ اور واقف کار زائرین یہی شعر وہاں پڑھتے بھی ہیں بعض لکھ بھی دیتے ہیں۔

لیکن نورجہاں کے مزار پر بھی حکیم اجمل خاں کی بدولت ایک کتبہ اس کی بارہ دری میں لگ گیا ہے۔ اس کی ویرانی بھی کچھ کم حسرت و یاس کے منظر کو پیش نہیں کرتی بلکہ دریائے راوی کے ارادے آج بھی اندرونِ مزارِ نورجہاں کو دھلا رہے ہیں کہ دیکھنا عنقریب اپنے آغوش میں لے لیں گے۔ وحشی صاحب نے آخری شعر نورجہاں کے متعلق لکھ دیا ہے ممکن ہے کہ غلط تاریخی اطلاع پر مبنی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ حسرت و یاس کی ہم رنگی قریب قریب دونوں جگہ موجود ہے۔ بلکہ نورجہاں کے مزار کا عین جہانگیر اور شیر افگن کے مزار کے مقابل ہونا اس عالمِ برزخ کی روحانی کشمکش کو اور زیادہ اجاگر کرتا ہے کہ یہاں بھی شیر افگن آخر اصل حقدار حائل ہے۔ اس معنوی مشابہت پر اس شعر کا نورجہاں کیلئے بھی استعمال ایسا کچھ ناموزوں بھی نہیں ہے۔ بیدل فاروقی

وحشی صاحب کے رنگِ تغزل کے نمونے بھی ملاحظہ ہوں:۔

مرتب

Marfat.com

زمین سے آسمان تک آسمان سے لامکاں تک ہے
ذرا پروازِ مشتِ خاک تو دیکھو کہاں تک ہے

جبینِ شوق کو کچھ اور بھی اذنِ سعادت دے
یہ ذوقِ بندگی محدودِ سنگِ آستاں تک ہے

بڑھائے جا قدم راہِ طلب میں شوق سے وحشی
کہ حدِ سعیِ لاحاصل نقطۂ کون و مکاں تک ہے

سبحان اللہ کیا اوجِ کمال کا عرفانی شعر ہے۔ فاروقی

رباعی

دیکھو دیکھو حیاتِ فانی دیکھو ؛ دریا میں حباب کی روانی دیکھو
او نام پہ زندگی کے مرنے والو ؛ سر سے وہ گذر رہا ہے پانی دیکھو

آ دل میں مرے خفائے طور بن کر چھا جا ؛ رگ رگ میں صفاتِ نور بن کر چھا جا
اے ساقیِ بزمِ کن میں صدقے تیرے ؛ آنکھوں میں مری سرور بن کر چھا جا
سبحان اللہ کیا ترجمانِ وحدت کی منظر کشی ہے۔ فاروقی

چند شعر :-

دنیائے عشق میں دلِ ناآشنائے غم !
ایسی بھی ایک شام ہے جس کی سحر نہیں

اسے ذوقِ طلب سمجھوں کہ تکمیلِ جنوں سمجھوں
تری صورت کا ہر ذرے پہ ہوتا ہے گماں مجھکو

عشق گر حسن کے پردے میں نہ پنہاں ہوتا
دشت تو دشت ہے گلشن بھی بیاباں ہوتا

لاکھ پردوں سے تو یوں حسن شرر باری ہے
پھونک دیتا یہ دو عالم کو جو عریاں ہوتا

منشی شیام موہن لال جگر

وطن بریلی۔ قنوج سے آکر بریلی میں بس گئے تھے۔ اسی خاندان کے چشم و چراغ منشی گوبند رام مرحوم کے فرزند اکبر رائے بہادر منشی درگاہ پرشاد تھے۔ آپ عربی فارسی اور سنسکرت کے جید عالم تھے۔ ترقی کرتے کرتے انسپکٹر مدارس کے جلیل عہدہ پر فائز ہوئے۔ ان کے بڑے بیٹے رائے کنہیا لال جگر کے والد تھے۔ جگر ۱۸۹۰ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اردو فارسی کی ختم کر کے ۱۹۱۶ء میں بی۔ اے کا امتحان بریلی کالج سے پاس کیا۔ ۱۹۱۸ء میں نائب تحصیلدار ہوئے۔ اگرچہ ملازمت وہ بھی سرکاری اس سے جگر کی آزاد منشی کو لگاؤ نہ تھا۔ پھر بھی چار و ناچار حسب اقتضائے وقت وقع الوقتی کے لئے گذران کرتے رہے آپ عزیز لکھنوی کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ تیس۳۰ پینتیس۳۵ سال کی مشق سخن نے خاموش طبعی سنجیدہ مزاجی شرافت النفسی کے ساتھ آپ کو اردو ادب کے ادیب کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ سو صفحات کے قریب غزلیات ہیں۔ چار سو صفحات کی نظمیں ایک مثنوی بارہ سو سے زیادہ صفحات کی، پیام ساوتری اور ایک کرشن سدا تین سو اشعار کی۔ ایک بچوں کی نظموں کا مجموعہ آپ کے نتیجۂ فکر کی جگر کاوی کا نمونہ ہیں ملکوتی معصومیت کی جھلکیاں آپ کے اشعار میں فخر و قناعت بے نیازی اور حزن کے اظہار کے ساتھ موجود رہتی ہیں۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:—

کتنا عبرت خیز ظالم ہے ترا انداز درد
چٹکیاں لیتی ہے رہ رہ کر تری آواز درد

گپھاؤں سے تری نکلیں تو سارے عالم میں
صدائیں گونج اٹھیں توحید کے ترانوں کی

دل سے طاعت تری نہیں ہوتی ؛ ہم سے اب بندگی نہیں ہوتی۔

Marfat.com

ہم نے مانا کہ عمر فانی ہے ⁂ موت تمہیدِ زندگانی ہے
جس نے تیری نظر کو دیکھ لیا ⁂ اس کو دنیا نظر نہیں آتی

اندرجیت شرما

۲۰ر ڈسمبر ۱۸۹۲ء بمقام کھرکودہ ضلع میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ اردو ہندی کی تعلیم سے بچپن میں فراغت حاصل کی۔ ٹریننگ اسکول کے امتحانات میں ب ہوکر معلّمی کے فرائض انجام دیتے ہوئے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور معلم نگریزی ہڈ ماسٹر کی حیثیت سے مقرر ہوئے۔ تیس بتیس سال سے شعر وسخن لہ باقاعدہ جاری ہے۔ مولانا ندرت میرٹھی کے شاگرد ہیں۔ نیرنگِ فطرت کے نام پ کا کلام شائع ہوا۔ اور یو۔پی کی ٹکسٹ بک کمیٹی نے مڈل سکول کے مدرسین لئے منظور کیا۔ سی۔پی اور بمبئی کی حکومتوں نے لائبریریوں کے لئے جس کی اکثر ں مختلف صوبوں میں بطورِ انتخاب زیرِ درس ہیں۔ ان کے کلام کا دوسرا مجموعہ ہزار کے نام سے شائع ہوکر ملک میں مقبول ہوا۔ خود شرما جی اپنے کلام کے یں کہتے ہیں " اب تک تقریباً تین سو نظمیں مختلف موضوعات پر لکھی ہیں۔ زیادہ مناظر پر ہیں۔ ساٹھ کے قریب غزلیں اور پچاس کے قریب گیت لکھے ہیں۔ اکثر یکارڈوں پر بھرے جا چکے ہیں۔ کلام ملاحظہ ہو :-

دنیا کی زندگی کو فنا پہ ثبات ہے
ہر اک حباب ساغرِ آبِ حیات ہے
الحاد کے نشان نے ایماں بنا دیا
حیوان کے وجود نے انساں بنا دیا
نت کو مبارک ہوں فرشتوں کے خیال ⁂ اہلِ دنیا کو فقط چاہیئے انساں ہونا

Marfat.com

بخشا فروتنی نے یہ رتبہ کہ بعد مرگ
ہر ذرہ عرش بوس ہے میرے مزار کا

ہر شئے میں تیرا یارب جلوہ نظر آتا ہے
جس کوہ پہ جاتا ہوں سینا نظر آتا ہے

ماشاء اللہ کیا عرفان نگاہی ہے۔
فاروقی

پنڈت میلا رام وفا

۱۸۹۴ء میں ضلع سیالکوٹ کے موضع ڈیپولے میں پیدا ہوئے۔ ننھیال ان کی ابتدائی تعلیم قلعۂ صوبہ سنگھ میں ہوئی۔ (یہ گاؤں بھی ضلع سیالکوٹ ہی میں مشن ہائی سکول سیالکوٹ سے انٹرس کا امتحان پاس کیا۔ کچھ عرصہ مشن کا لاہور میں پڑھے۔ خانگی مشکلات سے تعلیم کو جاری نہ رکھ سکے ۱۹۱۵ء میں پنجاب مشہور "ویش" میں اسسٹنٹ ایڈیٹر ہو گئے۔

پنڈت جی کی یہ زندگی بے حد کامیاب رہی "بندے ماترم" "بھیشم" دیر کے ایڈیٹر کی حیثیت سے ہندوستان میں آپ مشہور ہوئے۔ آپ نے اپنی کی آواز کو اس عہدے میں جہاں پھلتے ہوئے دیکھا۔ عہدے سے سبکدوش ہو گئے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۳۰ء کی سول نافرمانی میں ایک نظم بہ عنوان "فرنگی سے خطاب" لکھنے پر دو سال کی قید سخت بھگتی۔ شعر و شاعری کا شوق طالب کے زمانے سے تھا۔ نویں جماعت میں صاحب پہنچے تو پنڈت راج نرائن ارمان اصلاح شروع کی جنہوں نے چار پانچ مرتبہ اصلاح دینے کے بعد کہہ دیا کہ تمھیں کی ضرورت نہیں۔ انٹرس پاس کر کے لاہور پہنچے تو عرصے تک استاد کی صحبت فیض اٹھاتے رہے۔ مشن کالج میں جب یہ فرسٹ ایر ہی میں تھے تو انعامی مشا کی وہ غزلیں جن کا فیصلہ علامہ اقبال مرحوم نے کیا تھا۔ جن میں بی اے۔

ے طالب علم شریک تھے ان کی غزل دوسرے درجہ پر تھی لیکن علامہ اقبال نے
منقید ان کے کلام پر کی وہ کسی غزل کے حصے میں نہ آئی۔ علامہ مرحوم نے لکھا
ب العلوم میں ایسا ذہین سخن سنج میری نظر سے کبھی نہیں گذرا۔ میرا خیال ہے کہ
۔ دن یہ شاعری کی دنیا میں بڑا نام پیدا کرے گا۔ میں اس سے مل کر بڑا خوش
ں گا۔ غزل کے ردیف نکلے خط نکلے بلا نکلے تھے۔ علامہ اقبال مرحوم نے
ا کے اس شعر کی بہت ہی تعریف کی۔

ع بوقت گریہ پاس اضطراب دل لازم ہے
جو آنسو آنکھ سے نکلے تڑپتا لوٹتا نکلے

ا کو بیاض رکھنے کی نہ کبھی عادت تھی نہ اب ہے اس لئے طالب علمی کا کلام قریب
ب مفقود ہے بعد کا کلام اخبار اور رسائل میں چھپ جانے کے سبب ایک حد
محفوظ ہے۔ ابتدائی کلام کے جو نمونے دستیاب ہو سکے ملاحظہ ہوں:۔

بس بس تنگ پیمبر کہ باقی نہیں مجبوریاں
اب طاقتِ برداشتِ غم اور زیادہ

دنیا کی آفتیں ہیں غریبوں کے واسطے
آندھی کا زور ہے مرے شمعِ مزار پر

اہلِ زمانہ پر متعجب ہوں اے وفا
مرتے ہیں کیوں یہ زندگی مستعار پر

حاضر کے شعراء میں ان کا جو مقام ہے۔ اس سے علامہ اقبال کی پیشنگوئی
حرف بحرف درست ثابت ہوتی ہے۔ نظموں پر سیاسی رنگ غالب ہے۔ غزلیات
بھی لاجواب ہیں۔ بہت بڑے اخبار نویس ہیں اور اس سے زیادہ بڑے شاعر ہیں۔
کم لکھی جو لکھی خوب لکھی۔

رگھوپتی سہائے فراق

۱۸۹۶ء میں گھور گھپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گورک پرشاد عبرت
کرتے تھے۔ آخر دم تک جن کو شاعری کا ذوق رہا۔ اور ذوق شعری فراق کی گھٹی
ابتداء میں دو بہار کتابیں اردو کی پڑھ کر انگریزی پڑھنے لگے۔ بی اے پاس کر کے
ہو گئے۔ اور آج تک[1] پروفیسر ہیں۔ یو پی کے گورنر نے ای سی ایس میں چنا تو
لیکن تحریک ترک موالات میں شرکت کے سبب بے حد پریشان تھے۔ کانگریس
حمایت میں قید فرنگ کی سختیاں جھیلیں۔ آپ کا خاندان امیر مینائی کے حلقہ بگوشوں
ہے۔ امیر کا رنگ اتران کے کلام میں کبھی کبھی جھلک اٹھتا ہے۔ آپ کا رشتۂ شاگردی
پروفیسر ناصری اور وسیم خیرآبادی سے رہا۔ حسرت، اصغر، بیگانہ، اور اقبال
کو فراق بہت پسند کرتے ہیں۔ انگریزی ادب اور شاعری سے بھی لطف اندوز
رہتے ہیں۔ غرض کہ اس دور کے نامور رنگین نوا غزل گو شاعر ہیں۔ اردو ادب
میں آپ کا شمار ہے۔ آپ کی اردو ادب کے متعلق تنقیدی نگاہ فن شاعری
تنقید حیات کا کام دیتی ہے۔ کلام ملاحظہ ہو:۔

تھرتری بس ہے آسمانوں میں ؛ کچھ تو ہے زور ناتوانوں میں
کتنا خاموش ہے جہاں لیکن ؛ اک صدا آرہی ہے کانوں میں
موت کے بھی اڑے ہیں اکثر ہوش ؛ زندگی کے شراب خانوں میں
کونین کو نیند آرہی ہے ؛ اُف تری نگاہ کے فسانے
ہوش کی توفیق بھی کب اہل غم کو ہو سکی ؛ عشق میں اپنے کو دیوانہ سمجھ بیٹھے

[1] اور اب الہ آباد یونیورسٹی سے ریٹائر ہو گئے ہیں آپ انگریزی کے پروفیسر تھے لوگ ادبی ذوق
فارسی کے پروفیسر ہونگے خیال کر لیا کرتے ہیں۔ فاروقی

Marfat.com

اہلِ دل جس کو ترا برقِ نظر کہتے ہیں
ہاں وہ اندازۂ فنا عشق کو آیا بھی کہاں

اک جہاں لاکھوں افسانے عشق تصویرِ سکوت
درمیاں رسوائیاں ہیں راز دل افشا نہیں

ہم نے مانا کہ غمِ شامِ سحر بھی دھوکا ہے فراقؔ
اور اگر غور کریں دل میں تو دھوکا بھی کہاں

شعلے لپکتے ہیں مقتل زعمِ شہادت کی یہ گرمی
دبی دبی سی حیات بھی ہے موت بھی ہے کچھ سہمی سہمی

گلزاروں کا بھرم کھل جائے سر تا پا فرجسم تو دیکھ
شبنم اور شعلے میں بھی کہاں ہے اتنی ٹھنڈک اتنی گرمی

پنڈت آنند نرائن ملّاؔ

ولد پنڈت جگت نرائن ملّا آنجہانی کشمیری برہمن ۱۹۰۱ء کی پیدائش ان کے دادا نے لکھنؤ میں تربیت پائی۔ جہاں ان کا خاندان مستقل طور پر آباد ہو گیا تھا۔ ملّا بچپن ہی سے بے حد ذہین طباع تھے۔ جوبلی گورنمنٹ ہائی سکول لکھنؤ میں ابتدائی تعلیم کے بعد کیننگ کالج میں تعلیم پائی ۱۹۲۵ء میں ایم۔ اے ایل ایل۔ بی پاس کر کے لکھنؤ میں وکالت کرنے لگے۔ مولانا محمد برکت اللہ صاحب رضا فرنگی محل سے اردو فارسی پڑھی اور اپنے اسکول کے ہیڈ ماسٹر پنڈت منوہر لال زتشی جن کا ادبی ذوق صوبے بھر میں مشہور ہے۔ ان سے بھی استفادہ کیا اور نظمیں کہنے لگے۔ مستقل کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ نہیں کیا۔ اس دور کے نہایت خوش فکر رنگین بیان شاعر ہیں۔ باوجود پیشے کی مصروفیت کے اردو شاعری سے وہ گہرا لگاؤ ہے کہ مشقِ سخن برابر جاری ہے۔

کلام ملاحظہ ہو :-

سحر کی یاد ہو تم اور خیال شام ہو تم
جو بن چکا ہے مرا حرز دل لب وہ نام ہو تم

کبھی شاہ فرشتہ آدم خاکی کبھی بن جائے
ابھی تو بھیس میں انسان کے شیطاں ہے جہاں میں ہوں

وہی روح حقیقت پر پڑا ہے پردۂ ایماں
ابھی انساں فقط ہندو مسلماں ہے جہاں میں ہوں

نظر میں ہیں تصور کے وہی موہوم نظارے
ابھی انساں حقیقت سے گریزاں ہے جہاں میں ہوں

یہ دل کیا ہے کسی کو امتحان ظرف لینا تھا
تن خاکی میں اک چھوٹی سی چنگاری نہاں کر دی

بھرم حسن حقیقت کا کوئی کھلنے نہیں دیتا
نظر جب سامنے آئی تجلی درمیاں کر دی

لذت درد کون دے لطف وصال کیلئے
میں نے تو چھوڑ دی بہشت تابع خیال کے لئے

روح مری ہے مضطرب اپنے جمال کیلئے
جلوۂ دو جہاں ہے کم چشم سوال کے لیے

آرزوئے کلیم کی دہر میں یادگار ہوں

[illegible]

لالہ امر چند قیس

ضلع ہوشیار پور قصبہ بسی کلاں کے رہنے والے آپ کے والد لالہ ہری رام مرحوم علاقے کے مشہور تاجر اور ساہوکار تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد بجواڑہ سے

Marfat.com

جو عہد اکبری کا ایک مشہور معروف شہر تھا مورد عتاب شاہی سے بستی کلاں میں آ بسے تھے ۔ قلیش کی ابتدائی تعلیم مقامی پرائمری سکول میں ہوئی ۔ پھر وظیفہ لے کر سردار بہادر داس چند ہائی سکول بجواڑہ میں داخل ہوئے ۔ ہیڈ ماسٹر کا خیال تھا کہ ایسا ذہین طالب علم نظر سے نہیں گزرا ۔ کبھی کتاب تک نہ خریدی لیکن نثر کی کتابیں تک از خود حفظ ہو جاتیں ۔ ان دنوں جب کبھی شعر کہتے تو ماسٹروں سے سزا پاتے ۔ کپورتھلہ، جالندھر، لاہور کے کالجوں میں اعلیٰ تعلیم پائی ۔ سناتن دھرم کالج سے بی ۔ اے پاس کیا اور روزنامہ ملاپ کے عملۂ صحافت میں شامل ہو گئے ۔ ایک وقت بہت سے اخباروں میں کام کرتے رہے اور مختلف رسائل اور جرائد میں آپ کے مضامین " پاگل " " جاہل " " دلیش بھگت " وغیرہ بے شمار ناموں سے عزت و توقیر کے ساتھ شائع ہوتے رہے ۔ آپ کے والدین کا پختہ ارادہ وکالت کی اعلیٰ تعلیم بیرسٹری کے لئے ولایت بھیجنے کا تھا ۔ لیکن آپ نے تعلیم کا مقصد ملازمت نہیں ہو سکتا ۔ جانے سے انکار کر دیا ۔ اور ادبی زندگی کو اس پر ترجیح دی اگرچہ قابل رشک ملازمتوں کی آپ کو پیش کش ہوئی ۔

نومبر ۱۹۴۷ء سے آپ نے ظاہر دنیا سے قطع تعلق کر لیا اور گھر پر مطالعہ میں ایسے مشغول رہے کہ ۲۶ / ۲۷ دسمبر ۱۹۵۰ء کو مثنوی مولانا روم پڑھ رہے تھے کہ انکشاف [illegible] ہو گیا اور مستانہ وار گلی کوچوں میں وعظ کرتے شعر پڑھتے رہتے تھے ۔ جناب تخلص ابوالمعانی مولانا محمد علی صاحب آزاد ۔ جالندھری کے شاگرد رشید ہیں ۔ اردو فارسی ہندی [illegible] لکھتے ہیں اور فی البدیہہ لکھتے ہیں ۔ تین سال تک مشق سخن کے بعد استاد نے کہا کہ اب اصلاح کی گنجائش نہیں ۔ اپنا کلام خود دیکھ لیا کریں ۔ تخلص صاحب کو ادبیات کی ہر صنف پر عبور حاصل ہے ۔ آپ زبردست ادیب اور نقاد ہیں ۔ بہت [illegible] کتابیں لکھے ہیں ۔ جذبات تخلص ۔ زمانہ طالب علمی میں ہی شائع ہوئی تھی ۔ فلسفہ گیتا بھی انہیں دنوں کی یادگار ہے ۔ مختصر ڈراموں کا مجموعہ " آنسو " بھی پبلک سے خراج تحسین حاصل کر چکا ہے ۔ آپ کی زیر اشاعت کتابوں کے چند نام ملاحظہ ہوں :-

Marfat.com

رسول درشن (اردو فارسی نعتوں کا مجموعہ) مدوجزر ہند (ایک سیاسی نظم) شعلۂ زار بجد (راجستان منظوم) غزلوں اور نظموں کا مجموعہ آپ کے شاگردوں میں ساگر۔ نسیم جالندھری۔ اختر ہوشیارپوری۔ نشتر جالندھری۔ خاص شہرت کے مالک ہیں۔ آپ کا پہلا شعر یہ ہے:-

جا کر کسی کی بزم میں آیا نہ جائے گا
اٹھوں گا میں تو دل کو اٹھایا نہ جائے گا

نمونۂ کلام ملاحظہ ہو :-

جب ہوش نہ آیا تھا پرایا بھی تھا اپنا
ہوش آیا تو اپنا بھی پرایا نظر آیا

اُس بزم میں اللہ رے حیرت کا یہ عالم
پردے کے نہ ہونے پہ بھی پردہ نظر آیا

جن نگاہوں سے ٹپکتی تھیں کبھی معصومیاں
دیکھتے ہی دیکھتے وہ فتنہ ساماں ہوگئیں

مَے فروش آنکھوں کو جس دم یاد کر لیتا ہوں میں
اک جہانِ بے خودی کو یاد کر لیتا ہوں میں

پیشِ نظر ہے خواب کا منظر سا خواب میں
اے قیس ورنہ تو ہے نہ لیلیٰ نقاب میں

کیا پوچھتا ہے برقِ تجلی نقاب کی
جلوے میں ہے نقاب کہ جلوہ نقاب میں

اے شوقِ دید اتنا فریبِ گماں تجھے
وہ حسن بے نقاب ہے اب تک نقاب میں

آنکھوں سے اب نقاب اٹھاؤ جنابِ قیس
لیلیٰ بھی ہو سکے گی مقیدِ نقاب میں

جی جی کے مر گئے کبھی مر مر کے جی اٹھے
کیا معجزہ دکھایا ترے انتظار نے

لطفِ خیال کیف تصور نشاطِ یاد
کیا کیا نہیں دیا کسی غفلت شعار نے

اللہ رے شوق دید کی سحر آفرینیاں
گوشہ الٹ رہا ہے کسی کے نقاب کا

قیسؔ جب مئے کشی نہیں کرنا
پھر اسے کیوں سرور ہوتا ہے

گنگا دھر فرحت

۱۹۰۵ء میں کانپور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد بابو بشمبر ناتھ صاحب آنجہانی کے زیر نگرانی حاصل کی۔ ڈی اے وی کالج کانپور سے بی اے اور ایل ایل بی لکھنؤ یونیورسٹی سے پاس کر کے کانپور میں بہت کامیاب وکالت کرتے رہے ہیں۔ ۱۹۲۱ء میں تحریک ترک موالات کی شرکت پر دو سال تعلیم چھوڑ دی جس سے آپ کو کافی نقصان پہنچا۔ اس کے بعد آپ خاموش قومی کارکن کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ مگر ۱۹۳۰ء میں پھر جذبۂ حب الوطنی ابھرا۔ دو سال کے لئے پھر تعلیم چھوڑ دی اور سٹی کانگریس کمیٹی کا کے جنرل سکرٹری بنے اور چھ ماہ کی سزا بھگتی۔ مذاق شعر بچپن سے تھا۔ [illegible] سنبھلی سے کلام پر اصلاح لی۔ لیکن صرف چند غزلوں پر استاد نے اصلاح نہیں کی۔ بلکہ تنقیدی نگاہ سے درست کرنے کا شاگرد کو مشورہ دیا۔ اس طرز اصلاح پر چند روز کے بعد استاد نے کہدیا کہ اب اصلاح کی ضرورت نہیں۔ دور حاضر کے آپ کامیاب شاعر ہیں آپ کے اشعار کی تعداد ہزاروں تک پہنچی ہے۔ انجمن ترقی اردو ہند کے سرگرم کارکن ہیں ... کلام ملاحظہ ہو :-

Marfat.com

زیست کو مستعار کہتے ہیں ؛ زندگی کو غبار کہتے ہیں
اصل میں ہیں وہی بلند مقام ؛ خود کو جو خاکسار کہتے ہیں
یہ تجاہل ہے ان کا یا شوخی ؛ ضبطِ غم کو غبار کہتے ہیں
عینِ ہستی ہے مجھ کو اے فرحت ؛ جس کو سب انتظار کہتے ہیں

جنھوں نے تم پہ نچھاور کیے ہیں دونوں جہاں
وہ پیکرِ خلوص و وفائیں سلام کہتی ہیں

جو ضبطِ عشق کو دیتی ہیں درس [illegible]
وہ نغمہ ریز ہوائیں سلام کہتی ہیں

وہ جن سے ہے مری ہستی کو اک [illegible] حرارت
وہ صبر آموز جفائیں سلام کہتی ہیں

وہ جن سے ملتا ہے زاہد کو اذنِ مے خواری
وہ اودی اودی گھٹائیں سلام کہتی ہیں

یہ مری خواہش نہیں تو بخش دے میرے گناہ
ہاں مگر توفیقِ خمیازہ بھی اے معبود دے

یہ مری خواہش نہیں ناکامیاں مجھ تک نہ آئیں
ہاں مگر کچھ قوتِ برداشت اے مسجود دے

سبحان اللہ کیا اعترافِ عبودیت ہے۔

یہ نہیں خواہش کہ مل جائے سکونِ جاوداں
ہاں مگر موجِ حوادث پر بھی قابو بھی دے

صرف فتح و کامیابی میں نہ تو محسوس ہو
ہاں شکستِ آرزو میں بھی ہو تجھ پر اعتماد

۱؎ یہ بندش صبر آموز تقطیع میں ٹھیک نہیں ہے "صبر باز" ہوتا تو تقطیع درست تھی۔ فاروقی

جس جگہ ہلنے لگیں ایمان کی بنیاد و میخ
اس جگہ ہو پیچہ کفر مستقل بہ اعتقاد

چند رباعیاں :-

اپنی قسمت گھر کو معلوم نہیں ، قدر سایہ تجھ کو معلوم نہیں
سجدہ کرنے کو ہیں فرشتے تیار ، اپنی عظمت بشر کو معلوم نہیں

ہر راہ بھی مسدود ہوئی جاتی ہے ، ہر جنس بھی مفقود ہوئی جاتی ہے
بت خانہ و کعبہ کی نمائش بے سود ، ہستی مری معبود ہوئی جاتی ہے

رسوا آیا ہوں خوار آیا ہوں ، درگاہ میں تری شرمسار آیا ہوں
اپنی رحمت کی لاج رکھ لے مالک ، ہر چند کہ میں گنہگار آیا ہوں

سنت پرشاد مدہوش

۱۹۰۶ء میں باندہ میں پیدا ہوئے ۔ آپ کے والد رائے صاحب بابو گنیش پرشاد باندہ ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپل بورڈ کے چیرمین تھے ۔ یہاں آپ کا کائستھ خاندان وجاہت اور عزت کے لیے مشہور ہے ۔ ابتدائی تعلیم مقامی گورنمنٹ ہائی سکول میں ہوئی ۔ بی ۔ اے الہ آباد سے اور ایم ۔ اے آگرہ یونیورسٹی سے کیا ۱۹۲۸ء میں اقتصادیات کے لکچرار مقرر ہوئے ۔ پھر دیال باغ انٹرمیڈیٹ کالج پھر ڈی ۔ اے ۔ وی کالج کے شعبۂ اقتصادیات کے صدر ہوئے ۔ مدہوش صاحب فلسفہ اور دینیات سے غیر معمولی دلچسپی رکھتے ہیں ۔ عربی استعداد اتنی حاصل کی کہ قرآن شریف پڑھ سکیں ۔ فارسی میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں ۔ مثنوی مولانا روم بڑے شوق سے پڑھتے ہیں ۔ دینیات اور فلسفہ کا مطالعہ پردۂ ظلمت کو چاک کرنے کے لئے کرتے ہیں ۔ اور فرماتے ہیں ۔

Marfat.com

کلام ملاحظہ ہو :-

مدہوش ہے شرمندہ کھوئی ہوئی عظمت پہ
مسجود ملائک کی یہ ناصیہ فرسائی

رہوار تمنا ہے گرتا ہے پھر اٹھتا ہے
صحرائے تمنا تناسخ ہے اور بادیہ پیمائی

عشق کی رہ میں کچھ اس طرح سے بہ جاتے ہیں
جو کہ کہنا نہیں چاہئیے کہہ جاتے ہیں

اور جب کہنے کی ہو بات تو ان کے آگے
دل کو ہم تھام کے خاموش سے رہ جاتے ہیں

بات پردہ کی ہے جو حضرت مدہوش آکر
پردۂ شعر میں کس لطف سے کہہ جاتے ہیں

رشک آتا ہے مجھے ان پہ جو ہیں اہل جمود
دل کو پھینک آؤں کہیں یہ عشق ٹھکراؤں کہیں

وسعت صحرائے عالم کا تقاضا دیکھئے
قیس کی سی زندگی یہ مرکزی اچھی نہیں

موج مئے ہے یا کہ کوثر آفریں دل کی ترنگ
جو خمار آور ہو وہ تو سرخوشی اچھی نہیں

اس سے ٹکراتا ہے اپنا شیشۂ ہستی نہیں
تلخی یہ مینائے نیلی فام کی اچھی نہیں

رند کہتے ہیں کہ آجائے یہ راہِ راست پر
لغزشیں یہ وقت کے رفتار کی اچھی نہیں

علمائے ہند و دھرم آواگون (تناسخ) کا قائل ہے جس میں مکتی (نجات) مفقود ہے۔ اس شعر میں اس عقیدے سے تبرا بیزارگی کا اظہار ہے۔ فاروقی

Marfat.com

بہت ہی تند جو ہے ساقیٔ اجل کی شراب
تو رند بھی تو ہیں خو کردۂ بلا نوشی
اٹھا کے شیشۂ ہستی پٹک دیا مدہوش
نہ چھوڑی شیشۂ شکن تو نے شانِ مے نوشی

تڑپ کے چیخ کے اور تلملا کے پیتا ہوں
شراب خانوں میں محشر اٹھا کے پیتا ہوں
ہے مے حرام بسیطِ مئی میں کر کے اس کو حلال
شراب عشق کو مذہب بنا کے پیتا ہوں
خدا کے نام سے چھوڑی تھی مے کشی میں نے
اسی کے نام سے ساغر اٹھا کے پیتا ہوں

رباعیات:-

بندہ ہوں ادا نماز[علے] کرتا ہوں :: اک فرض سے اپنا ساز کرتا ہوں
دے کچھ نہ مجھے وہ دینے والا مدہوش :: پر دستِ طلب دراز کرتا ہوں

ہے طالبِ رب تو سب ہی کھو جانے دے :: دنیا کی طلب کا ہاتھ سو جانے دے
مدہوش ضرور چشمِ دل وا ہوگی :: تو چشمِ ہوس کو تو کور ہو جانے دے

بیٹھے ہو اداس اہلِ ظلمت صد حیف :: ہوتے ہو نراس اہلِ ظلمت صد حیف
ظلمات کے آگے آبِ حیواں بھی ہے :: ہو عاصی یاس! اہلِ ظلمت صد حیف

علے ظاہر ہے کہ نماز اک خاص طریقۂ عبادت ہے۔ جو مسلمان پنج وقتہ روزانہ ادا کرتے ہیں۔ یہ تخئیل غیر مسلم کے یہاں آنا کہاں تک اسلامیات سے قرب بتاتا ہے۔ فاروقی

Marfat.com

بال مکند عرشی

۲۰ ستمبر ۱۹۰۸ء قصبہ ملسیان ضلع جالندھر کی پیدائش آپ پنڈت لبھو رام جوش ملسیانی کے فرزند ارجمند ہیں۔ شعر و سخن سے فطری مناسبت ہے۔ تلمذ کسی سے نہیں۔ اپنے والد محترم کے ہی فیضان صحبت سے شعریت کے جذبات ابھر آئے۔ غزل اور نظم دونوں پر دسترس ہے۔ مختلف اخبار و رسائل میں کبھی کلام چھپتا ہے۔ شاعر پیشہ نہیں بلکہ شاعری ایک تفریحی شغل ہے۔ بڑے بڑے مشاعروں میں مختلف انعام طلائی و نقرئی تمغہ جات حاصل کئے ہیں۔ سائل۔ بیخود۔ قمر بدایونی۔ ثاقب لکھنوی۔ حسرت موہانی۔ جگر مرادآبادی، نوح ناروی۔ سیماب اکبرآبادی جیسے مشاہیر فن سے داد سخن لی ہے۔ نثر میں خامہ فرسائی کا بھی شوق ہے۔ انجمن ترقی اردو سے گہری ہمدردی ہے۔ لدھیانہ میں اس انجمن کی شاخ کا قیام اور بقا آپ کے ذوق ادب کا ممنون ہے۔

کلام ملاحظہ ہو:۔

دل کو سوجھی بھی تو کب چاک جنوں سینے کی
دامن ہوش میں جس وقت کوئی تار نہ تھا

کیا دل نے سجدہ اسے ہر قدم پر
جبیں ڈھونڈتی ہی رہی آستانہ

دیا کیوں اس کو عشق جاودانی
جسے بخشی ہے تو نے عمر فانی

تو سوز حقیقی ہے مجھے سوز عطا کر
تو شمع ازل ہے مجھے پروانہ بنادے

---

۱ نوٹ:۔ یہ تحقیق تب کی تھی جب خامہ فرسائی کی گئی تھی ورنہ بعد کو ہر دو باپ بیٹے میدان شعر و سخن میں اور "آجکل" کے مدیروں میں سرگرم عمل رہے ہیں۔ فاروقی

Marfat.com

نہ امنگ ہے نہ شراب ہے نہ بہار ہے نہ شباب ہے
کہوں موت کو میں عذاب کیوں مجھے زندگی ہی عذاب ہے
ہے ورق ورق پہ لکھا ہوا یہی دردِ یاس کا ماجرا
نہیں جس میں باب امید کا مرے عشق کی وہ کتاب ہے

کوئی اپنا نہیں یہاں اے عرش ٭ سب کو اپنا بنا کے دیکھ لیا

صنم کدہ ہو کلیسا ہو دیر ہو کہ کنشت ٭ یہ خوب کر نہیں سکتے اسے عمل جو ہے زشت
خیال حور و قصور و مئے طہور نہ کر ٭ اگر تو غور سے دیکھے تو زندگی ہے بہشت
یہ لاف برہمن و شیخ و زاہد کی کیسی ٭ کوئی غرور سے نہیں ہے نیک سرشت
یہ مسجد اور یہ مندر خدا کے گھر تو یہ ٭ اور ان میں آ کے تو کرتا ہے آرزوئے بہشت
ترے فریب دریا کے ہیں مقبرے گویا ٭ یہ رکھ دیئے ہیں جو چن چن تو نے سنگ و خشت
ہے ایک دل ہی میں تسکین و اضطراب نہاں ٭ اسی کا نام ہے دوزخ اسی کا نام بہشت

بچھڑ کر قافلے والوں سے یہ حالت ہوئی میری
کہ ہر آواز اب بانگِ درا معلوم ہوتی ہے
تصنع کی فسوں کاری کا کچھ ایسا اثر دیکھا
کہ یہ دنیا مجھے دنیا نئی معلوم ہوتی ہے

رباعیات:-

فردوس کے چشموں کی روانی پہ نہ جا ٭ اے شیخ تو جنت کی کہانی پہ نہ جا
اس وہم کو چھوڑ اپنے بڑھاپے ہی کو دیکھ ٭ حورانِ بہشتی کی جوانی پہ نہ جا

ایمن کا نور گر ہے تو میرے وطن میں ہے ٭ اب تک بھی شان طور اس اجڑے چمن میں ہے
دونوں ہیں تیری یاد میں آلودہ غرض ٭ جو عیب شیخ میں ہے وہی برہمن میں ہے

Marfat.com

جگیشور ناتھ بے تاب ۔ بریلوی

سنہ ۱۹۱۰ء کی پیدائش ۔ وکالت پیشہ ہے ۔ شاعری وراثت ہے ۔ آپ کے جد اعلیٰ رائے بیج ناتھ صاحب شوق آنجہانی سابق ممبر منشی سرکار اودھ صاحب دیوان تھے آپ کے برادر بزرگ بابو راجیشور ناتھ زیبا آنجہانی شاعری کا کمال بحد شغف رکھتے تھے ۔ بے تاب صحبت برادری سے شعر و شاعری کی طرف مائل ہوئے ۔ برق دہلوی کے شاگرد تھے ۔ آپ اردو زبان کی خدمت اور اس کو اپنی مادری زبان سمجھنے اور کہنے پر فخر کرتے ۔ اردو کے نظم گو شاعر اور ہندی کے مشہور مصنف ہیں ۔ کلام ملاحظہ ہو :-

لڑکپن

اڑا رنگ طفلی شباب آتے آتے ٭ گری دل پہ بجلی شراب آتے آتے
جوانی کی کافر ہوا جو نہی سنکی ٭ ہوا ہو گئیں شوخیاں بھولے پن کی
حیا سے حجاب آشنا ہو رہی تھیں ٭ تبسم میں جو بجلیاں سو رہی تھیں
دبے پاؤں دل سے مرے آہ نکلی ٭ تڑپتی ہوئی اک دعا دل سے نکلی
نئی حسرتوں نے امنگوں نے گھیرا ٭ دل موجزن کی ترنگوں نے گھیرا
ہوا آنکھوں آنکھوں میں اسرار مبہم ٭ ہوئی نظر الفت محبت مجسم
فریب نظر اک تقاضائے سن تھا ٭ مقدر میں اپنے لکھا یہ بھی دن تھا
شب و روز جب خلوتوں نے ستایا ٭ مجھے عہد طفلی بہت یاد آیا
مگر جذب صادق نیا رنگ لایا ٭ پھر آیا مرا عہد رفتہ پھر آیا
سمٹ آئی تنویر شمس و قمر کی ٭ نظر آئی تصویر لخت جگر کی
چراغ تمنا ہوا گھر میں روشن ٭ مجھے مل گیا میرا پیارا لڑکپن

Marfat.com

معلم

تخلیق سے فارغ ہوا جب خالقِ باری ٭ اور جوشِ کرم خلد میں اک سر ہوئی تیاری
بلائے گئے سامنے سب نوری و ناری ٭ بخشش جب ہوئی قدر و منزلت انھیں باری

اٹھوائے گئے نسل و گوہر بندہ زر سے
سینہ ترا معمور کیا علم و ہنر سے

ہے فیض باب دستِ ترے ساری خدائی ٭ انساں وہ نہیں جس کو نہ ہو تیری رسائی
حصے میں ازل سے ہے ترے عقدہ کشائی ٭ کہتے ہیں فرشتے بھی علم تا صبح سدا ہی

کہ ذات کبھی صاحب ہمت نہیں ہوتا
انساں کوئی دولت کی بدولت نہیں ہوتا

صد حیف گنوا رہے حق تیرے ہم سے ٭ احسان جو کئے تو نے وہ پوچھے کوئی ہم سے
جنبش جو ہوئی بھول جھڑے نوکِ قلم سے ٭ حوریں لئے حاضر ہوئیں گل باغِ ارم سے

دنیا میں نورِ علم کا دریا بہا دیا ٭ تاریکئ جہل کا نشاں تک مٹا دیا
آنکھوں سے کذب و کفر کا پردہ ہٹا دیا ٭ پتلے تھے خاک کے جنہیں انساں بنا دیا

رتبہ زمیں کا چرخ سے دوبالا کر دیا
ہر ذرہ کہہ رہا ہے انا العرش بر ملا

تاجور ساحری

ولد پنڈت کرپارام ساغر۔ آپ کے والد ہیڈ کانسٹیبل تھے۔ سنہ ۱۹۳۰ء کی تحریک عدم تعاون میں ملازمت سے کنارہ کش ہوئے اس لئے تاجور کی تعلیم خاطر خواہ نہ ہو سکی۔

Marfat.com

شاعری خاندانی ورثہ ہے آپ کے دادا پنڈت جوالا داس ساغر مرحوم فارسی کے جید فاضل اور بے بدل شاعر تھے۔ تاجور کی پیدائش لائل پور کی ہے۔ بچپن ہی میں پنجابی زبان میں شعر کہے۔ پھر اردو زبان میں مستقل شعر کہنے لگے۔ ان کا بچپن کا ایک شعر ملاحظہ ہو:-

ان کو دیکھا تو کہا لے لو نکل آیا ہے چاند
اور وہ نادان سوئے آسماں دیکھا کئے

پنڈت برج موہن کیفی دتاتریا سے مشورہ سخن لیا ہے۔

کلام ملاحظہ ہو:-

رہا غم عمر بھر بزم جہاں کی بے ثباتی کا
کسی سے عہد کیا بندھنا کسی سے پیار کیا کرتے
کسی صورت تو آخر تاجور یہ عمر کٹنی تھی
نہ کہتے شعر بھی اکثر تو ہم بے کار کیا کرتے
کبھی دن تھے کہ مذہب رہبر راہ حقیقت تھا
مگر اس نام سے اب آدمی بہکائے جاتے ہیں

اقبال بہادر ورما سحر

ہنگام ضلع فتح پور کے رہنے والے ان کے والد منشی شیو نرائن اپنے قصبے کے باثر سنجیدہ زمیندار تھے۔ اردو علم و ادب سے منشی صاحب کو خاص لگن تھی۔ سحر صاحب نے بچپن میں اردو فارسی پڑھی پھر انگریزی پڑھی ۱۹۰۴ء میں الہ آباد یونیورسٹی سے درجۂ اول میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ خرابیٔ صحت کے سبب تعلیم جاری نہ رہ سکی۔ ۱۹۰۸ء اور ۱۹۰۹ء میں کچھ افاقہ دیکھا تو کالی داس کے مشہور ناٹک شکنتلا کا ترجمہ مثنوی تحریر کے

Marfat.com

کے نام سے کیا جس کو زمانہ کانپور نے اسی سال شائع کیا۔ آپ کا کلام زمانہ اور ادیب میں مدتوں شائع ہو کر پسند عام و خاص ہوا۔ ۱۹۲۰ء سے پانچ سال کے مطالعے کے بعد ہندی میں بھی لکھنے لگے۔ زیادہ تر نثر میں عمر خیام کی پانچ سو رباعیوں کا ہندی میں ترجمہ کیا۔ انڈین پریس الہ آباد میں بڑی شان سے مصور چھپا۔ آپ کہنہ مشق شاعر مانے جاتے ہیں۔ آپ کے کلام میں انوکھاپن جدت خیال اور بے درد بلاغت موجود ہیں۔ کلام ملاحظہ ہو:-

کسی رنگ میں صورت تسلی نہیں ہے ،، کوئی شئی یہاں جاودانی نہیں ہے
لہو سے لہو سب یہ توبہ کا دل ہے ،، سبو میں مئے ارغوانی نہیں ہے
خدا خود نہیں ہے وہ اپنی نشانی ،، غلط ہے کہ اس کی نشانی نہیں ہے
جو اس صنف میں تجربے مشق کم ہے ،، غزل میں وہ جادو بیانی نہیں ہے

بہار

اثر پذیر ہے اعجاز جانفزائے بہار
دم مسیح سے کمتر نہیں ہوائے بہار
برس رہی ہے جوانی نگار قدرت پر
کہ بے حجاب ہے اب حسن خود نمائے بہار
چہل پہل سی ہے اک کائنات میں پیدا
عیاں ہے عین خموشی میں بھی صدائے بہار
عجب نہیں جو زمانے سے کفر ہے معدوم
بتان خود سر و خود بیں بھی ہیں فدائے بہار
ہر اک سماں میں تماشائے طرفہ ہے ظاہر
مثال کے رنگ میں مستور ہے بقائے بہار
رضائے حق پہ ہمیشہ جو شاد ہیں اے سحر ،، تو ان کے واسطے کیا آئے کیا جائے بہار

کیفِ غم

کس قدر مرہونِ منت ہوں ترا اے کیفِ غم
مل رہی ہے تجھ سے کیا کیا لذتِ رنج و الم

ہو رہا ہے اک عجب احساس کا دل میں وفور
یعنی ہو جس طرح چھا گیا خمار آگیں سرور

بس یہی حالت ہے میرے بھی نئے جذبات کی
یعنی اس دنیائے متلون کی ہر بات کی

وہ غمِ بے حد کہ جس سے حال ہوتا ہے زبوں
جو پھر اپنی ہی گرانباری سے پاتا ہے سکوں

وہ سکوں جس میں مخل پھر کوئی ہو سکتا نہیں
ہاں خوشی تو کیا کہیں غم کی ہی گنجائش نہیں

اس سکوں نے یہ اثر اپنا ہویدا کر دیا
اک توازن سا مرے باطن میں پیدا کر دیا

فرطِ شادی سے بھی آتے ہیں کبھی آنسو نکل
جس قدر ہوتا ہے ان میں رنج کا مخفی عمل

خیر جو کچھ ہے بہر حال اب غنیمت ہے وہی
بیش ہو یا کم مری تسکیں کی صورت ہے وہی

بشویشور پرشاد منور لکھنوی

آپ کے والد حضرت آفاق مرحوم اور چچا حضرت تمنا لکھنوی نے عمر بھر اردو ا

Marfat.com

کی خدمت کی آپ کے خسر جناب صدر مرحوم تاریخ گوئی میں یگانہ تھے۔ خاندانی بزرگوں کے علاوہ منور صاحب کو نظر لکھنوی سے بھی فیض سخن حاصل کرنے کا موقع ملا۔ لکھنو اور اس کی فضا شعریت ہی کے لئے تخلیق ہوئی تھی۔ منور صاحب نے اسی ماحول میں پرورش پائی۔ نسیم عرفانی نام سے بھگوت گیتا کو اردو میں نظما چکے ہیں۔ "کائنات دل" کے نام سے آپ کی نظموں کا مجموعہ اردو ادب کے شائقین کے لئے اُن اُن کی دلچسپی کے مطابق فکر و خیالات پیش کر رہا ہے۔ حسنِ فطرت کی نقاشی کی احسن ترجمانی ملے جلے جذبات قومی کے ساتھ آپ کرتے رہتے ہیں۔۔۔ کلام ملاحظہ ہو:۔

محبت کا مذہب

نہ جدت ہے اہلِ شریعت کی اس میں ۔۔ نہ دقت ہے راہ طریقت کی اس میں
نہ حاجت کسی کی اطاعت کی اس میں ۔۔ ضرورت نہ شغل و ریاضت کی اس میں

طریقہ پرستش یہ اعلیٰ ہے سب سے
محبت کا مذہب نرالا ہے سب سے

حدِ امکاں[1] سے آگے اپنی حیرانی نہیں جاتی
نہیں جاتی نظر کی یا بہ جولانی نہیں جاتی
حقیقت کچھ تو اپنی آبرو کا پاس ہو تجھ کو
ہزاروں پیرہن ہیں پھر بھی عریانی نہیں جاتی

---

[1] اصل لفظ حدّ مشدد ہے اردو میں تنہا بسکون دال مستعمل ہے لیکن اضافت میں مشدد ہی لانا چاہئے۔ ضرورت شعری اور تقطیع کی رعایت سے شاید ایسا ہوا ہے ورنہ مصرعہ یوں بدلنا پڑتا کہ حدِ ممکنہ سے آگے حیرانی نہیں جاتی اور پہلا دوسرا، دوسرا پہلا کرنا پڑتا پھر بھی وہ لطف جو "اپنی حیرانی" میں ہے نہ باقی رہتا اس لئے یہی تھوڑا سا سقم گوارا کر لیا جائے۔ اقبال نے بھی تو کسی صورت میں حد بلا تشدید کے باندھا ہے وہ بھی درست نہیں۔ فاروقی

Marfat.com

نہیں تعظیم کے لائق نہیں تکریم کے قابل
وہ در جس کی طرف خود کھنچ کے پیشانی نہیں جاتی

ہر کافر و مومن ترے جلوے پہ فدا ہے
کعبہ ہے یہ دل کا تو کلیسا ہے نظر کا

نوٹ:۔ بہ غور مطالعہ فرمائیے کہ شعر میں بمقابل کافر مومن کا کعبہ کلیسا سے ظاہر کیا ہے کہ کفر کا تعلق کلیسا سے اور ایمان کا کعبے سے۔ شاعر اسلامی تربیت اور ایمانی جذبات کی فطری صلاحیت کی رو میں اس قدر بہ گیا ہے کہ اپنا تمام "مومن کا دل کعبہ" کی صف میں کرتا ہے جس کے مدمقابل کافر کلیسا لایا ہے۔ کوئی تعبیر الحاق دیر و بت خانہ کا نہیں پیش کر سکا۔ جو اسے ہندو ماحول پہ کرنا تھا۔ فاروقی۔

رُباعیات

ہر ذرّے سے کسب نور کرتا ہوں
گرد ظلمت کو دور کرتا ہوں
دل کو میں بناتا ہوں مقام معراج
سینے ہی میں سیر طور کرتا ہوں

دنیا کے تعلق سے کنارہ کرتے ؛ دل کا یہ تلوّن نہ گوارا کرتے
اپنے جو ذرا ہوش ٹھکانے رہتے ؛ ہستی و عدم میں سر نہ مارا کرتے

سورج نرائن مہر دہلوی

ابتدائی تعلیم اردو فارسی کی حاصل کرنے کے بعد آپ انگریزی کی طرف متوجہ ہوئے جس کی تکمیل گورنمنٹ کالج لاہور سے کی۔ اسی دوران میں سات زبانوں کی قابلیت

کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ سنسکرت سے خاص لگاؤ تھا۔ ویدانت کا گہرا مطالعہ کیا اور بہر
حاصل اس سے فوائد حاصل کئے شعر و شاعری کا مذاق بچپن سے ہے۔ "کاشت منر"
میں آپ کی نظمیں شائع ہوئیں۔ پھر زمانہ کا نمونہ بن ہونے لگیں "سادھو" عرصے
تک آپ دہلی سے نکالتے رہے۔ مجموعۂ کلام "کلام مہر" کے نام سے چھپ چکا ہے۔
کلام ملاحظہ ہو:۔

صدائے دوست

آواز ایسی ... ت ہوئے سن کے سامعیں
کرٹی سے اور گھانس سے نکلے بھی ہے کہیں؟
مجھ کو قسم خدا کی صدا یہ تری نہیں
پردہ نشیں مرا ایس پردہ سے جا گزیں
پردوں سے اس کے آتی ہے آواز خوشگوار

ہمت نہ ہارنا

آئے ہو تم یہاں تو کرو تم یہی ہے کام
اور کام وہ کہ جس سے ہو روشن تمہارا نام
اور نام وہ کہ لیں اسے عزت سے خاص عام
ممکن ہے سب سنو تو یہی دہر کا کلام
"ہمت نہ ہارنا کبھی ہمت نہ ہارنا"

خواب دنیا

نام شہرت کہ یہ جھکارے بھی بالکل جھوٹے
مشعل نیرنگ شفق ہم نے بدلتے دیکھے۔

Marfat.com

عشق و آمب ہے کیا حسن سمجھتے ہو کسے
یہ وہ ہیں پھول سے چُنے جائیں جو قبروں کیلئے

یاں ہے جو نور وہ قایم نہیں جز نورِ خدا

رنگِ تغزل ۔ از:۔ غزلیات

باقی رہے نہ بوئے خودی بھی وہ لا شراب
عرفاں کے خُم سے مجھ کو پلا ساقیا شراب

کیفی کو کیف عشق سے کرتی ہے باخبر
ہے راہِ معرفت کیلئے رہنما شراب

توبہ بھلی ہے توبہ بے سود ہے مجھے
جب ابرِ نوبہار ہو اور دل فزا شراب

گر وحدتِ وجود ہے مطلوب اُس کو پی
کرتی ہے کالعدم صُورِ[1] ماسوا شراب

پیرِ مغاں کے فیض کو لُٹے مہر دیکھنا
اہلِ فنا کے حق میں ہے آبِ بقا شراب

عشق اک پردہ نشیں سے ہے بتاؤں کیسے
میرا چارہ کریں احباب و اطبا کیوں کر

شوقِ نظارہ یہاں اور وہ بت پردہ نشیں
میں ہوں حیران کہ حل ہوگا یہ عقدہ کیوں کر

---

[1] صور جمع صورت یعنی جمیع کائنات کو کالعدم، ناپید کرتی ہے۔ فاروقی

ملاحظہ فرمائے کہ مہر صاحب کی خیالی معشوقہ بھی پردہ نشین ہے۔ ورنہ برادران وطن اور پردہ چہ معنی! ظاہر ہے کہ ہنود کے یہاں پردہ نہیں ہے مگر یہ صحبت کا فیض ہے۔ فاروقی

رُباعیات

دو رُباعیاں ملاحظہ ہوں:۔

افسوس کہ کچھ نیک کمائی نہ ہوئی ✽ آئینۂ قلب کی صفائی نہ ہوئی
ظلمت کہ حجاب ہی رہا پیش نظر ✽ انوار کی کچھ جلوہ نمائی نہ ہوئی

گمراہ کو اپنے بس میں لانے کیلئے ✽ دانے ہیں اس میں دل لبھانے کیلئے
تسبیح نہیں ہاتھ میں تیرے اے شیخ ✽ دام تزویر ہے پھنسانے کیلئے

منشی سکھ دیو پرشاد سنہا بسمل

الہ آباد کے رہنے والے کائستھ خاندان جس کے آپ چشم و چراغ ہیں۔ الہ آباد میں نہایت باعزت ہے۔ آپ کا آبائی وطن موضع بھوانی پور ضلع رائے بریلی تھا آپ کے جد امجد ایک صدی سے بسلسلۂ ملازمت الہ آباد آئے اور یہیں کے ہو رہے اردو فارسی کی کتابیں بچپن ہی میں پڑھ چکے تھے باقی تعلیم ماڈرن ہائی سکول اور کائستھ پاٹھ شالہ کالج الہ آباد میں ہوئی جو چند در چند وجوہ پر مکمل نہ ہو سکی۔ شعر و سخن کا چرچا خاندان میں تھا۔ اس ادبی ماحول میں آپ کی طبیعت خود بخود جلا پاکر منجھی گئی نوح ناروی سے شرف تلمذ ہے۔ حضرت نوح کو ان پر ناز ہے آپ کو بھی اپنے شفیق استاد سے نیاز ہے کہ ہر مشاعرے میں غزل پڑھنے سے پہلے استاد کی شان میں ایک دو رباعی ضرور کہہ لیتے ہیں۔ خوش مزاج، زندہ مذاق، ظریف طبع، بذلہ سنج، ہنس مکھ شاعر ہیں۔ جب مشاعرے میں آ براجتے ہیں تو خود کو سب کی توجہات کا مرکز بنا لیتے ہیں۔ شعر پڑھنے کا انداز بھی دل پسند ہے پہلے ہی شعر میں محفل پر چھا جاتے ہیں آپ کی زندگی کا ایک بیشتر حصہ ہمیشہ

Marfat.com

اردو ادب کی خدمت کیلئے وقف رہا ہے "طوفان الٰہ آباد" کے سب ایڈیٹر رہے۔ "رسالہ چاند" کے حصہ نظم کی ترتیب و تہذیب آپ کے ذمہ تھی۔ جذبات بسمل آپ کے کلام کا مجموعہ ہے عبدالقادر کے مقدمے کے ساتھ نہایت آب و تاب سے اوزین پریس الٰہ آباد سے شائع ہوا ہے ... کلام ملاحظہ ہو:۔

رُباعی

آنکھیں ہوں تو دیکھے کوئی رازِ ہستی ؛؛ دل ہو تو سنے نغمۂ سازِ ہستی
کرتے ہیں وضو آبِ فنا سے بسمل ؛؛ ہوتی ہے ادا آج نمازِ ہستی

جمنا جی کا ایک بند ملاحظہ ہو:۔

پوچھے رادھا سے تری قدر، حقیقت تیری
کرشن سے جانچے کوئی خوبی عزت تیری
ساری دنیا میں ہے پھیلی ہوئی عظمت تیری
اس کو جنت ملی، کی جس نے بھی خدمت تیری
اپنا ہم رتبہ جو پایا تجھے گنگا جی نے
اپنے پہلو میں بٹھایا تجھے گنگا جی نے

فیصلہ دیکھیں کیا کریں حشر میں کارسازِ عشق
ایک طرف ہے نازِ حسن ایک طرف نیازِ عشق
حسن کی سب کرامتیں پیشِ نظر ہوں خود بخود
کعبۂ دل میں ہم پڑھیں دل سے اگر نمازِ عشق
کوئی سمجھے یا نہ سمجھے میں تو سمجھا لفظ لفظ
چپکے چپکے کہہ دیا سب کچھ تری تصویر نے
نہ آئی نیند نہ آئی قضا نہ آئے آپ
تڑپ تڑپ کے شبِ انتظار دیکھ لیا

Marfat.com

الغرض کہاں تک اپنی مشترکہ میراث کا ماتم اور اپنے ہندوستانی کلچر کی یگانگت کا مرثیہ آپ کے سامنے پیش کیا جائے۔ جن کے دل میں درد ہے اور صحیح حب وطن کی لہریں ان کے اس پُرخلوص دل کے سمندر میں ہمیشہ موجزن رہتی ہیں۔ ان کی دکھتی رگ کو بار بار کیوں چھیڑا جائے آپ کہیں گے کہ یہ تو داستانِ الف لیلیٰ اوراقِ پارینہ کی حیثیت سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ یہ خواب کے فسانے ہیں۔

یہ مذکورہ بالا بیانِ ادب شعر و سخن کا پرانے کھوسٹ ادیبوں کا ہے آج کے معمارانِ ادب قومی فنکار کچھ اپنی سخن سنجی اردو کے حق میں بتائیں تو ہم ان پرانوں کی اردو نوازی سے یہ کہکر ع اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو۔ درگذر کرلیں۔ اور موجودہ تمدن اس کی ہمنوائی میں اگر کچھ نمونہ پیش کرے ماننے کی بات ہے تو ہم جادو وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے تازہ بہ تازہ نو بہ نو حالیہ واقعات سے ہندوستان کے واحد کلچر اور تمدن کا نقشہ پیش کر سکتے ہیں۔

چنانچہ آج بھی ۲۱ [1] مئی ۴۹ء یوم غالبؔ کے مشاعرے منعقدہ درگاہ نظام الدین اولیاء دہلی براڈکاسٹ از آل انڈیا ریڈیو دہلی کے اشعار جس میں ملک کے ہندو مسلم ہر دو اہل قلم ادیب اور شعرا نے حصہ لیا۔ بانگ دہل کہہ رہے ہیں کہ ہم اور ہمارا کلچر ہندوستانی ہے۔ مذہب ہر شخص کا ذاتی طور پر اپنے معبود حقیقی سے قلبی رشتہ ہے جو ایک ذہنی کیفیت بلکہ ایک وجدانی حقیقت کا نام ہے۔

---

[1] جس وقت یہ سطور اب سے سولہ سترہ سال پیشتر سپرد خامہ کی جا رہی تھیں۔ دہلی میں "یوم غالبؔ" منایا گیا اور اب بھی ہر سال منایا جاتا ہے اور ہمیشہ اپنی ادبی مشترکہ خدمات کی صداقت دہراتا رہتا ہے۔ اردو نے ہمیشہ تمدنی حلقوں میں اور ادبی جماعتوں میں اپنی وحدت مزاجی کو بصد حسنِ خلوص پیش کیا ہے۔ آج بھی سلیقہ شعار سنجیدہ مزاج ہندو برادری جس کی معترف ہے۔

یہ حقائق اگر آج کی فرصت میں بروئے کار لائے جائیں تو واضح رہے کہ

Marfat.com

مزید وضاحت کا باعث ہوتے کہ جن ہستیوں نے اس گلگشت اردو کی آبیاری میں حصہ لیا ہے اور لے رہے ہیں ان کا ذکر خیر بھی ضمناً ہی سہی مزید کچھ تفصیل سے آجاتا۔

بہر حال انتا اس پیش کش کے مطالعہ سے یقینی طور پر محسوس معلوم ہو ہی جاتا ہے۔ کہ جہاں اردو کی گلکاری میں سبھی ہندو و مسلم برابر کے حصہ دار رہیں۔ مزید عالیہ کچھ نمونے ملاحظہ ہوں۔

پریم کاشی ناتھ پرویز ایم۔ اے

سامنے جام ہے سبو بھی ہے ⁂ اور میرے قریب تو بھی ہے
گلشن وقت کی حسیں کلیو!
کیا کسی میں وفا کی بو بھی ہے
جس کو کہتے ہیں بادۂ رنگیں
وہی احساس کا لہو بھی ہے
محض سامانِ دل لگی ہی نہیں
شاعری شرح آرزو بھی ہے

پورن کمار ہوش

محسوس ہو رہا ہے۔ محبت کی آنچ تھی
بھولے سے جس کو دل کی جلن کہہ گیا ہوں
پھر چاندنی میں تاج محل کے طلسم کو
بے اختیار تیرا بدل کہہ گیا ہوں میں
لے کر غزل کی آڑ سر بزم دل کی بات
کس سادگی سے جانِ سخن کہہ گیا ہوں

Marfat.com

کرشن موہن ایم۔ اے

ٹوٹ چکے ہیں ساز کے سب تار کیا کریں
آئے کہاں سے پیار کی جھنکار کیا کریں
لے دے کے ایک دل تھا ہمارا سو کب کا غم
یہ بھی ہوا سے ان کا طرف دار کیا کریں
تلقین دین و توبہ و تقویٰ بجا مگر
چھا جائیں گی گھٹائیں تو میخوار کیا کریں

اُس کا اداس حسن بنا ہے گلے کا ہار ٭ اشکوں کے موتیوں سے پروئی ہوئی شام
جانے کب آئے آج سا ہنگامِ دل نواز ٭ یارو اٹھو کہ جام کھنک لیں دو گھڑی ہے شام

ڈاکٹر امرت لعل عشرت ایم۔ اے، ڈی لٹ

بے قراروں کی زندگی کیا ہے ٭ دل کے ماروں کی زندگی کیا ہے
جو سرِ شام ٹوٹ جاتے ہیں ٭ ان ستاروں کی زندگی کیا ہے
جن بہاروں کا دم خزاں تک ہو ٭ ان بہاروں کی زندگی کیا ہے
گل پرستی اگر نہ ہو عشرت
گل عذاروں کی زندگی کیا ہے

جب کبھی دل پر مرے چھا جاتا ہے گردِ ملال ٭ اس نگر میں چاندنی برساتا ہے تیرا خیال
اہلِ عالم کی نظر سے اس طرح بھاگوں ہوں میں ٭ شہر کی وحشت سے جس طرح بھاگے غزال

اٹھی جو دوپہر کو گھٹا شام ہو گئی ؛ برسی تو اک چھلکتا ہوا جام ہو گئی
جب مہرباں تھی گردش مینا تھی وہ نظر ؛ جب پھر گئی تو گردش ایام ہو گئی
عشرت پھر آج صبح بنارس کے روپ میں ؛ فطرت کی حور شامل اہتمام ہو گئی

کیلاش چندر ناز ایم۔اے

میری ہر اک خوشی ہے خوشی آپ سے
زندگی ہے مری زندگی آپ سے
دل کی دھڑکن میں ہے نغمگی آپ سے
آرزوؤں میں ہے روشنی آپ سے
آپ نے کی عطا ناز کو زندگی
غم نہیں گر ملے موت بھی آپ سے

آزاد گورداسپوری

میرے معاملات ہیں جب آپ ہی کے ساتھ
للہ دیکھئے نہ مجھے بے رخی کے ساتھ
دونوں جہاں کے عیش کا مالک وہی ہوا
بار الم اٹھایا ہے جس نے خوشی کے ساتھ
آزاد خوش بیاں کو بہ فیض جناب جوش
صد شکر کچھ تو ربط ہوا شاعری کے ساتھ

ع ابو الفصاحت جوش ملسیانی

Marfat.com

نمونۂ کلام

عرش صہبائی

حال دل کی کبھی تفسیر بھی ہو جاتی ہے
خامشی عالم تقریر بھی ہو جاتی ہے
آپ تجدید وفا پر نہ ہوں شرمندہ بہت
بے ارادہ کبھی تاخیر بھی ہو جاتی ہے
عرش ہم خوبی تدبیر کے قائل ہیں مگر
اس میں حائل کبھی تقدیر بھی ہو جاتی ہے

نمونۂ کلام :-

نریش کمار شاد

جیسے مری نگاہ نے دیکھا نہ ہو کبھی ٭ محسوس یہ ہوا تجھے ہر بار دیکھ کر

ہائے وہ عالم کہ مرگ آرزو کے باوجود ٭ آدمی مجبور ہو جب مسکرانے کیلئے
کیوں یہ پردے کا تکلف اے سراپا آرزو ٭ تیرے جلوے کم نہیں تجھکو چھپانے کیلئے
اے زمانے بھر کی ٹھکرائی ہوئی مایوسیو ٭ تم ہمارے واسطے ہو ہم زمانے کیلئے

نمونۂ کلام :-

امر چند قیس جالندھری

ہر نظر میں اگر عیاں بھی نہیں ٭ لاکھ پردوں میں وہ نہاں بھی نہیں
میکدے میں بھی جا کے دیکھ لیا ٭ چارۂ رنج و غم وہاں بھی نہیں
جلوۂ حسن گو نہیں ارزاں ٭ جان کے مول کچھ گراں بھی نہیں

Marfat.com

لامکاں میں بھی ڈھونڈ آئے ہم ٭ کیا خبر تھی کہ تو وہاں بھی نہیں
مہرباں تو نہ تھا وہ پہلے بھی ٭ اب وہ اے فیض بدگماں بھی نہیں

نمونۂ کلام

چندر پرکاش جوہر بجنوری

دے کر مجال دید مذاق نظر کو میں ٭ جلووں کو دیکھتا ہوں کبھی جلوہ گر کو میں
پھر ہے جبینِ شوق کو سجدے کی آرزو ٭ پھر ڈھونڈنے چلا ہوں ترے سنگِ در کو میں
منزل مجھے ملے نہ ملے کچھ گلہ نہیں ٭ جوہر نہ ساتھ لوں گا مگر راہبر کو میں

نمونۂ کلام:-

ساحر ہوشیار پوری

اُن کی فرقت کا اس قدر احساس ٭ کتنا میلا ہے چاندنی کا لباس
لاکھ سیراب دید ہوں آنکھیں ٭ بجھ سکے گی مگر نہ دل کی پیاس
فکر انجام کیوں کروں ساحر ٭ مستیٔ عشق آگئی ہے راس

نمونۂ کلام:-

رشی پٹیالوی

جہاں بھولی ہوئی یاد آکے دامن تھام لے دل کا
وہاں سے اجنبی بن کر گذر جانا ہی اچھا ہے
یہ مانا زندگی میں زندگی کے غم نہ کم ہوں گے
ترا غم ساتھ ہوگا تو بڑے دلچسپ غم ہوں گے
سہارا لے کے نکلے ہیں جنوں کی رہنمائی کا
رشی منزل وہیں ہوگی جہاں اپنے قدم ہوں گے

نمونۂ کلام

رعنا جگی بی۔ اے

کوئی بیتا نہ کوئی بندہ نواز ؛ اب کریں کس سے جا کے عرض نیاز
موت اک زندگی کی صورت ہے ؛ یہ اُسی ساز کی ہے اک آواز
زندگی ہے وہ داستاں رعنا ؛ جس کا انجام بھی ہے اک آغاز

ہند و برادری کا اتنا سرمایۂ ادب شعر و سخن کے ہر ہر پہلو کا محض ایک تصور کے طور پر پیش کیا گیا کہ یہ دولت اردو ہماری قومی مشترکہ میراث ہے۔ رہن سہن جس پر کلچرل عمارت قائم ہوتی ہے سب ہندوستانیوں کی واحد ہے۔ یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ہزار سال قبل سے ہندوستانی کلچر (رہن سہن) وہی ہے جو مسلمانوں کی گذشتہ ہزار سالہ خدمت ہند میں بڑی حد تک بھارت میں اک وحدت مزاجیہ کیفیت کے ساتھ اپنایا جا چکا ہے۔

اگر موجودہ تمدن کمیونزم کا شکار نہ ہوا اور خدا نہ کرے کہ ہو تو پھر وہی اسلامی اخوت یعنی انسانی ہمدردی اور بھائی چارے کی جمہوریت جس کا پرچار خدا کے فضل و کرم سے موجودہ حکومت کا مقصد حیات اور نصب العین زندگی ہے بروئے کار آئے گا۔ اور ہندوستان میں وہی ایک فطری مذہب اور واحد کلچر ہوگا جس کو جمہوریت کے دلدادہ شوق سے مسلمانوں کا مذہب فطرت "اسلام" نہ کہیں لیکن اسلام جیسی چیز تو ضرور ہی کہیں گے۔ اسی چیز کو ہم نے ہندوستان کے مشترکہ علاج کے زیر بحث اپنی "طب انسانی" تالیف میں پیش کیا ہے۔

اب ہم سب کی یہی دعا یہی آرزو یہی تمنا ہے کہ ہمارے موجودہ اور سابق مرحوم وزیر اعظم اور ان کے ہم نوا بہی خواہوں کی تمنائیں اور مساعی جمیلہ مساعی مشکورہ بن کر پھلیں پھولیں۔

Marfat.com

یہی جمہوریت وہ مقدس ہستی ہے جو اس موجودہ دور کے تعصب کی اونچ نیچ کو کسی قیمت پر خریدنے کے لئے تیار نہیں بلکہ اس ناپاک جذبے کی بیخ کنی کی جو جو کوششیں انسانی شرافت کے پیش نظر ہو رہی ہیں۔ وہ دن دور نہیں کہ ہند کا کلچر اور حفاظت صحت کا طریقۂ علاج پھر انسانی وحدت اور اُخوت، مروت کی یکسانیت کے ڈھانچے میں ڈھل جائے۔

یہ وہی مذہب فطرت کی تعلیم کی شراب وحدت تھی جو کل برٹش دھنیہ مذبذب میں حلق سے اترتی ہوئی کڑوی نظر آتی تھی وہی آج اپنے فطرتی ذوق کی ہمنوائی پر دیسی گلاسوں میں قند و شہد سے میٹھی فرحت و سرور کے ساتھ پی، پلائی جا سکتی ہے۔ دستور ہند جس کے لئے شاہد عدل ہے جبکہ قدرت نے طاقت اغیار کے طوق غلامی سے ہند کو آزاد بھی کر دیا ہے۔

الحاصل! اس تبصرے کے بعد یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ انگریزی اقتدار میں جو بہ ظاہر ہندوستانی زبان کے ساتھ کچھ حسن سلوک فورٹ ولیم کالج کے قیام کی صورت میں عمل میں آیا وہ اول تو " لا لحبِّ علیٍّ بل لبغض معاویہ" کے طور پر تھا فارسی کے غلبے کو توڑنا گویا نشۂ حکومت کو اتارنا تھا۔ نیز اپنے چند افسروں کو حکومت کرنے میں زبان دانی کی سہولت فراہمی کا یہی واحد ذریعہ تھا جو " آم کے آم اور گٹھلیوں کے دام " میں بہ آسانی پورا ہوا مطلب برآری کے بعد انگریزی نے اس ہندوستانی بارہ پتھر باہر نکال دیا ہر کجروی کی پاداش کے لئے ایک وقت رجعت قہقری کا لازمی۔ اس پر دیسی انگریزی زبان نے جس کے دلیس نکالے کا بے قراری سے آج انتظار ہے جب ہندوستانیوں کے کلچر کی حامل اردو زبان نے اپنے اس حریف سے ٹکر لینا چاہی تو حکومت پر جائی کو پھر پھوٹ کا سہارا ڈھونڈ لینا پڑا اور فرقہ وارانہ ذہنیت کے برٹش بہادر زاویے آج پھر زمانۂ قبل تاریخ کی ہندی کی آڑ لے کر اپنی ہی ساختہ پرداختہ آرام پیراستہ ہندوستانی سے دست و گریباں ہوں تو " یا للعجب "؟

ہمارے ملی برادروں میں اہل علم حضرات کے لئے احساس وقت کا یہی تقاضا ہے کہ سلجھی ہوئی ہندی زبان کے ناخدا کوی اور پالن ہار ہندوستان کے پیر د

امیر خسرو رحمۃ اللہ ہوئے ہیں اور جو ملک محمد جائسی کے دور میں ادبی پروان چڑھی پس در اصل ہندی تو وہی ہے جو مہاتما گاندھی جی آنجہانی کی پیاری اصطلاح میں ہندوستانی بولی ہے جو آج بھی مرکزی ہندوستان میں بلا تفریق ملت بولی سمجھی جا رہی ہے۔ اس دور میں بھی کیا عجب کہ یہ ہمارا اخلاص رابطہ پھر رنگ لائے۔

کیوں نہ ہم اپنا کل ادبی علمی سرمایہ یہ کہتے ہوئے سلیس سلجھی ہوئی ہندی یا ہندوستانی کو انہیں کی رسم الخط میں اپنے خط کے ساتھ ساتھ [illegible]۔

ہم مفت نظر ہوں مری قیمت یہ ہے
کہ رہے چشم خریدار پہ احساں میرا

جبکہ سالہا سال سے خود ہندو طبقہ ہم ہندوستانیوں کا ادبی لٹریچر اور اپنے کہانی قصے اردو میں [illegible] پڑھ رہا ہے۔ ہندو [illegible] بے تکلف پڑھتی اور سمجھتی ہیں چونکہ ہندی رسم الخط ہے اس لیے کوئی شعور نہیں گویا اردو ہی رومن اردو بھی نہ سہی رومن ہندوستانی کا کام [illegible] حضرات اردو لٹریچر سے اپنی گورمکھی رسم الخط میں فائدہ اٹھاتے ہیں کیونکہ [illegible] پنجاب [illegible] پنجابی بھائیوں کو اپنی زبان سے بھی چار قدم آگے بہترین اردو لکھتے پڑھتے دیکھا ہے [illegible] نہیں دیکھا اور [illegible] میں لکھتے پڑھتے بھی دیکھا ہے [illegible] نہیں۔ بہرحال ہندو مسلم دوست اہل علم طبقہ جو اس رسم الخط کا جس کو [illegible] پر اس کا دل سے شیدائی ہے جس کو خود مسلمانوں نے [illegible] اپنے [illegible] "خط نسخ" پر ترجیح دے کر دل پسند کیا [illegible] و اردو کے لیے ذاتی خط میں ہی دیکھنا اپنی شان علمی اور [illegible] حقیقت ہے کہ اچھی چیز کسی کی ذاتی ملک نہیں ہو سکتی [illegible] ہو سکتی ہے۔

آج [illegible] کہا جاتا ہے کہ اردو تو مہاتما گاندھی جی کی پیاری اصطلاح میں "ہندوستانی بولی" ہے۔ وہ ہرگز کسی [illegible]

طبقہ کی بولی نہیں ہے ۔ بلکہ وہ ہندو مسلم کی مرکز میں مشترک آبائی میراث اور ان کی اپنی بولی ہے ۔

یہ ممکن ہے کہ اب سے ہزار سال پہلے اس کی ایجاد کا باعث مسلمانوں کی ہند میں آمد ہو لیکن یہ ناممکن محض ہے کہ اردو تنہا مسلمانوں کی ایجاد ہے ۔

اس لئے اب بطور "ضمیمہ" ہندو بھائیوں کے اردو نثر کے کچھ ادبی نمونے بھی ملاحظہ ہوں ۔ اردو کی دیرینہ بہی خواہی پر یہ اقتباسات شکریہ کے ساتھ زیادہ تر " زمانہ" کانپور" بیسویں صدی" دہلی اور "صدق لکھنو" سے لئے گئے ہیں ۔ ادبی لسانی پہلو سے زمانہ اور بیسویں صدی کا ادائے مقصد کیلئے بہترین انتخاب کہ ہر دو کے ایڈیٹر بھی ہندو بھائی ہیں اور صدق کے اقتباسات زیادہ تر اقتدار اعلیٰ کی ہندو شخصیتوں سے متعلق ہیں ۔ اور پھر بطور تکملہ کچھ اسماء اردو ہندو مصنفین اور ان کی تصنیفات کے بھی مطالعہ میں آجائیں تو مضمون تشنہ نہ رہے ۔ ہر ہر پہلو سے مکمل ہو جائے ۔

یہ ان مشاہیر ملک برادران وطن کی اردو تحریریں اور تصنیفات ہیں ۔ جن میں کچھ بلکہ اکثر آج بھی ذی حیات ہیں ۔ اس مطالعہ سے جہاں ان اکابر کے خیالات کا علم ہوتا ہے ۔ وہیں یہ امر بھی بخوبی روشن ہو جاتا ہے کہ انہوں نے ان تحریروں اور ان تصنیفوں میں جو زبان استعمال کی ہے وہ کسی دکھاوے کیلئے نہیں کی ہے بلکہ وہ یہی بلا تکلف بولتے تھے اور آج بھی آزادی کے سولہ سال بعد بول رہے ہیں ۔ اور یہی وہ بولی ہے جس کو اردو دشمنی پر " اردو" نہ کہا جائے لیکن " ہندوستانی" تو لامحالہ کہا جائیگا ۔

ابوالحسنات بیدل فاروقی

ضمیمہ

ہندو فنکاروں کی ــــــ اردو نثری اقتباسات

الف

تلامذۂ غالب

از مالک رام مصنف تلامذۂ غالب

(۱)

"تصاویر :- کتاب میں جن اصحاب کی تصویریں شامل ہیں۔ ان سے بعض کے ہم پہلے سے روشناس ہیں۔ لیکن اگر ان کی بھی کوئی تصویر ملی تو اسے ترجیح دی گئی ہے۔ تاکہ ایک نئی چیز منظر عام پر آجائے۔ بعض شعرا کی تصویریں بالکل نئی ہیں۔ اور پہلی مرتبہ شائع ہو رہی ہیں۔ مثلاً تفتہ۔ ذکا۔ اشکی۔ لمز۔ رفعت۔ رنج۔ شوکت۔ وفا وغیرہ۔ یہ سب تصویریں مجھے مندرجہ ذیل ذرائع سے دستیاب ہوئی ہیں۔

میں ان تمام حضرات کا ممنون ہوں اور ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے کتب یا حالات یا تصاویر مہیا کر کے اس کتاب کی تکمیل میں اعانت فرمائی"۔

Marfat.com

(۲) "انتخاب اشعار کا معاملہ ذاتی ذوق اور پسند پر منحصر ہے۔ اس لئے جہاں تک کیفیت کا سوال ہے اس کے لئے "رسوائی" کے شدید اندیشے کے باوجود مجھے کسی عذر کی ضرورت نہیں لیکن بسا اوقات ایسا ہوا ہے۔ کہ جو شعر انتخاب میں آئے ان کے علاوہ اور کلام میسر نہیں ہوا"۔

(۳) "اب مجھے ایک خوشگوار فرض ادا کرنا ہے یعنی جن اصحاب سے اس تذکرے کی تکمیل میں کسی طرح کی مدد ملی اُن کا شکریہ"۔

(ب)

(۱) **"اندازے"** از فراق گورکھپوری

"انتساب" میں یہ کتاب ان اہل نظر حضرات کے نام معنون کرتا ہوں جو ادب پر محض بری بھلی رائے ظاہر کر کے بیٹھ نہیں جاتے بلکہ جو ادب میں زندگی کی رمز، حقیقت اور زندگی کی دعوت فکر و تامل پاتے ہیں اور جو زندگی اور ادب میں تبدیلی، ترقی اور انقلاب کی بارش بڑھتے ہوئے گذشتہ ادب اور گذشتہ زندگی کی قدروں کا زندہ احساس کرنا چاہتے ہیں۔

فراق گورکھپوری

---

(۲) اس کتاب کو پیش کرتے ہوئے میری غرض و غایت کیا ہے۔ میں اس خیال سے بہت کم متفق ہوں کہ شعراء کی تعریف یا شعر و شاعری کی خوبیوں کی تعریف تنقید نہیں ہے۔

بسا اوقات یہ تنقید پرستی کی بدولت ہے اور کئی موضوعوں پر خطوط یا تذکرے یا تمام اشتہارات یا ضمنی طور پر شعر و ادب کے بارے میں جو باتیں قلم و زبان سے اظہار کی صورت میں نکل جاتی ہیں وہ تنقید بھی ہوتی ہیں۔

Marfat.com

اردو ادب کی تاریخ میں بالالتزام تنقید و تبصرہ لکھنے کا رواج نیا ہے۔ لیکن قدما کا ایک تنقیدی شعور تھا۔"

---

(۳) "تنقید کا اثر یہ ہونا چاہیے کہ پڑھنے والا ناقد کے بیانوں کی صداقت بھی محسوس کرے اور چونک کر جاگ اٹھے۔ اور خود بھی سوچنے اور غور کرنے پر مجبور ہو جائے۔ شاعر کے کلام سے مرکزی چیز تم کو اس کی نظر سے سمجھ بھی ہو جائے۔ شاعری کو حقیقی معنوں میں سمجھنے کے لیے بہت اونچی سماعت کی ضرورت ہے۔ دل، دماغ، شعور، تحت الشعور، لاشعور سب کان کی طرح ہوں سے جب لگ جائیں تو شاعر کا راز کھلے اور کوئی پائیں۔ ایسے سامع کو تخیل کہتا ہے۔"

---

(۴) حضرت ریاض کی ترجمانی فراق کی زبانی

"اگر حسن سدا بہار ہے تو عشق سدا بہار ہے۔ وہ ایک پیار کی جنون سے حسن مجازی اور حسن حقیقی دونوں کو موہ لیتا ہے۔ اس کی متوالی آنکھوں سے عشق و مستی کی ہزاروں کیفیات جھلک پڑتی ہیں۔ وہ ایسا گنہگار ہے جس کی معصیت پر مغفرت کو پیار آتا ہے۔"

---

(۵) حالی بزبان فراق

"ہر شعر میں اجتماعی و انفرادی زندگی کے نفسیاتی و اخلاقی [illegible] بیان ہوئے ہیں۔ بیان راست دل کو لگا ہے۔ ہر شعر شرافت سے مالا مال ہو گیا ہے۔"

---

(۶) غالب چہرا اس دنیا میں فراق کی بولیاں

[illegible] چند اشعار سے آگے [illegible] لوگ [illegible] ممکن ہے آج کل کے لوگوں کو بھی یہ دھوکا ہو گیا ہے [illegible] شہرت [illegible] وجہ [illegible] کلام کو [illegible]

Marfat.com

اور اردو کی قدر و اہمیت کو میں نہیں سمجھتا تھا۔ یہ ایک مزیدار دھوکا ہے۔ اردو آگے بڑھ کر کیا کچھ ہونے والی تھی اس کی جھلک میں دیکھ چکا تھا۔"

---

(۷)

"بیسویں صدی" کی مدح کروں کہ خوشتر گرامی کی؟

دونوں لازم و ملزوم ہیں۔

نہ میں شاعر ہوں نہ صورت گر ہوں اور نہ افسانہ نویس۔ اس لئے کوئی شئی میرے اعصاب پر سوار نہیں ہوتی ہے۔ حق یہ ہے کہ سب ہی افسانے لاجواب اور بے نظیر ہیں۔ لیکن "تنہا" کا جواب؟ الاماں والحفیظ — یہ حیدرآبادی خاتون قاری کے ذہن کی انگلی پکڑ کر بڑی سبک خرامی کے ساتھ اپنے افسانہ کے گلشن کی سیر کراتی ہے۔

اہلِ قلم کے محبوب نمبر ایک یادگار چیز ہے — تقسیم ہند کے بعد جب اردو کی کشتی منجدھار میں گھر گئی تھی۔ ہندوستان کے دارالسلطنت دہلی میں ایک سے ایک اردو دشمن پیدا ہو رہا تھا۔ اسی دارالسلطنت کے دریا گنج میں ایک دریا دل شخص — الطاف مشہدی کا بھائی، عندلیب شادانی کا محسن، کرشن چندر کا رفیق، سلام مچھلی شہری کا یار، راجہ مہدی علی خاں کا مسلمان دوست، ادیبوں کا مربی، جو نام سے ہندو ہے نہ مسلمان، سکھ ہے نہ عیسائی، یہودی ہے نہ پارسی، — آدمیت جس کا دین اور انسانیت جس کا مذہب اٹھا اور اردو کی اس ڈوبتی کشتی کو بچا لیا — "بیسویں صدی" — اور — اردو — یہ دونوں خوشتر گرامی کا وطن ہیں، کلمہ ہیں — زندگی ہیں — مذہب ہیں — خدا آپ کو زندہ رکھے۔ آپ کا بھائی۔ فراق۔

(۸) پروفیسر رگھوپتی سہائے فراق گورکھپوری

"بیس سال سے بھی پہلے کی بات ہے کہ جب میں نے پریم چند کو پہلی بار دیکھا تو میور سنٹرل کالج الٰہ آباد میں بی۔اے کا طالب العلم تھا۔ ۱۹۱۶ء کے موسم گرما کی ایک شام کو ہماری ملاقات ایک وسیع عمارت کے برآمدے میں ہوئی جس میں اب امپیریل بنک کی شاخ گورکھپور کا دفتر ہے۔ مجھے اس وقت دہری خوشی ہوئی تھی۔ ایک مسرت تو پریم چند سے پہلی بار ملاقات کی تھی۔ اس پر اس خبر سے کہ اب مستقل طور پر میرے مکان کے پاس ہی وہ قیام پذیر ہوں گے۔ مزید خوشی حاصل ہوئی۔ بہرکیف جس ملاقات کی اس روز ابتدا ہوئی۔ اس نے جلد ہی ایک گہری دوستی کی شکل اختیار کرلی۔ جس کا سلسلہ صرف ان کی ناوقت اور افسوسناک موت ہی کے بعد ٹوٹا۔"

ج

رسالہ "زمانہ" کانپور کا پریم چند نمبر

(۱)

"پریم چند کی قابلیت اور ادبی خدمات بین الاقوامی شہرت حاصل کرچکی تھیں۔ ان کے چلے جانے سے ہم کو نقصان عظیم ہوا ہے"

"رابندرناتھ ٹیگور"

---

(۲)

پریم چند جی کے تیس سال کے مسلسل قلمی احسانات کے شکرانے

اور

اس لازوال محبت و برادرانہ رفاقت کی یادگار میں شائع کیا جاتا ہے۔

جو

Marfat.com

انہیں "زمانہ" اور اس کے اڈیٹر کے ساتھ تھی۔

آج وہ اس عالم آب و گِل میں نہیں لیکن ان کی بے لوث زندگی اور پُرخلوص و بے ریا محبت کی یاد آخر دم تک احباب کے سکونِ خاطر و تسکینِ قلب کا باعث رہے گی۔ اگرچہ موت نے ان کو ہم سے نا وقت چھین لیا مگر ان کا نام امر اور ان کا کلام اَمِٹ ہے۔ ان کے خیالات و جذبات ملکی ادب کا مستقل جزو ہو گئے ہیں۔ اور جب تک ہندوستانی زبان کے نام لیوا باقی ہیں۔ ان کا نام بھی نیکی سے یاد کیا جاتا رہے گا۔ سچ ہے :-

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق

"دیا نرائن نگم"

(۳) پریم چند اور مسز پریم چند

"آتے ہوئے غم کی آندھی سے سنبھل کر صبر و استقلال سے انہوں نے اپنے فطری تحکمانہ لہجے میں کہا۔ چپ رہو آپ مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔

وہ خون کی قے کی طرف اشارہ کر کے بولے جس کے منہ سے اتنا خون نکلے کیا اس سے کچھ بچنے کی امید رکھتی ہو؟ میں نے کہا، امید کیوں نہ کروں؟ میں نے کسی کا کیا بگاڑا ہے۔ انہوں نے منہ پھیر لیا۔ میں نے دھنو کو دوڑا کر ڈاکٹر کو بلوایا۔"

(۴) از منشی پیارے لال شاکر میرٹھی سابق اڈیٹر "ادیب"

"اس زمانے میں منشی پریم چند "نواب رائے" کے نام سے لکھتے تھے اور صرف "زمانہ" کے لئے لکھتے تھے۔ مضمون نویسی کا کچھ ایسا زیادہ شوق نہ تھا لیکن چونکہ منشی دیا نرائن نگم سے ان کے خاص تعلقات تھے۔ اس لئے جو کچھ لکھتے تھے

Marfat.com

وہ "زمانہ" کے لئے ہوتا تھا۔ پہلے پہل میں نے ان کے مضامین "زمانہ" ہی میں دیکھے تھے۔ اور میں ان کے زورِ قلم اور بالغ نظری کا قائل تھا"۔

(۵) از بابو لال کرشن بی اے ایل۔ ٹی پنشنر ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ سکول

"منشی پریم چند کی شہرت ایک ادیب اور ناولسٹ کی حیثیت سے ہوئی۔ لیکن شاید زیادہ لوگ اس حقیقت سے واقف نہ ہوں گے کہ آپ فنِ تعلیم کے ماہر اور تربیت یافتہ معلم بھی تھے۔ پندرہ[1] سولہ سال سررشتۂ تعلیم میں گورنمنٹ کی ملازمت کرنے کے بعد ترکِ موالات کے سلسلے میں آپ مستعفی ہو گئے تھے۔

(۶) از منشی جگیشور ناتھ ورما بیتاب بریلوی بی اے ایل ایل بی

"تھوڑے ہی عرصے میں دنیائے ادب سے تین مقتدر ہستیاں ہمیشہ کے لئے روپوش ہو گئیں۔ جناب آغا محمد شاہ صاحب حشر کی وفات سے اردو، ہندی ناٹکوں و نیز ہندوستانی اسٹیج و اسکرین پر اوس پڑ گئی۔ علامہ برق دہلوی کی رحلت کا سانحہ فراموش نہ ہونے پایا تھا۔ کہ اردو ہندی ادب کی جان منشی پریم چند صاحب داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ جس طرح آغا صاحب مرحوم ڈرامہ نگاری میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ اسی طرح ناول و افسانے میں منشی جی کا ملک میں جواب نہ تھا"

(۷) از حضرت جگر بریلوی :-

موجودہ زمانے میں ہندوستان کی سرزمین ادبی نشو و نما کے لئے "زمین شور"

---

[1] پندرہ سولہ نہیں بلکہ بیس سال کی سرکاری ملازمت کو ترکِ موالات پر ترک کر ڈالا تھا۔ فاروقی

Marfat.com

نظر آتی ہے۔ اور یہاں ادب و شعر کا فروغ پانا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ اول تو ہندوستان کی ناداری و افلاس کے باعث صدیوں سے اہل ہند کے دل و دماغ ضعیف و ماؤف ہو گئے ہیں اور دل سے احساس لطافت اور دماغ سے بلند پروازی کے جوہر پرواز کر گئے ہیں۔ اس پر ستم یہ کہ کشمکش حیات کسی فرد بشر کو اتنی اجازت نہیں دیتی کہ وہ خالص ادبی مشاغل میں زندگی کا کوئی معتد بہ حصہ بھی صرف کر سکے۔ ان تمام دشواریوں کے ساتھ ساتھ مغربی تعلیم و تہذیب کے سطحی اثرات بھی ذوق ادب کی راہ میں سنگ راہ بن گئے ہیں"

(۸) از پروفیسر رام پرشاد کھوسلہ۔ ایم۔ اے۔ آئی ای ایس

" منشی پریم چند کی بے وقت موت سے جو نقصان ہندوستان کی ادبی دنیا کو پہنچا ہے۔ وہ ہر تعلیم یافتہ شخص پر ظاہر ہے۔ اردو اور ہندی کے صف اولین کے مصنفوں میں ایک جگہ ہمیشہ کے لئے خالی ہو گئی ہے۔ ان کی دلچسپ داستانوں سے کون واقف نہیں۔ انہوں نے مشرقی تمدن کے مختلف پہلوؤں پر ایک نئی روشنی ڈالی ہے۔ اور اس کا مقابلہ مغربی تہذیب کے ساتھ کیا ہے۔ اور دونوں کے نتائج اپنے دلچسپ افسانوں میں ظاہر کئے ہیں۔ انہوں نے کتاب زندگی کا خوب مطالعہ کیا ہے۔ اور زندگی کے بھید کھول کر ہمارے سامنے رکھ دئے ہیں۔ ان کی داستانیں زندگی کی گوناگوں دلچسپیوں سے بھری ہوئی ہیں"

(۹) بحیثیت مصنف پریم چند کا مرتبہ

بنگال کے نامور فسانہ نگار شرت چندر چٹوپادھیائے کی رائے ہے:۔

" رابندر ناتھ ٹیگور کی تو بات ہی اور ہے لیکن مختصر کہانیوں میں پریم چند کا مرتبہ بہت بلند ہے۔"

Marfat.com

سری مہیندر لکھتے ہیں :۔ "ہندی میں گو سوامی تلسی داس کے بعد اگر کوئی مصنف عوام میں ہر دلعزیز ہوا ہے تو وہ صرف منشی پریم چند جی تھے ۔"

مرہٹی زبان کے نامور مصنف پنڈت آنند راؤ جوشی جنہوں نے پریم چند کی کئی کتابوں کا مرہٹی زبان میں ترجمہ کیا ہے ۔ لکھتے ہیں کہ "پریم چند ہندوستان کے اعلیٰ رہنما فن تھے ۔ ان کے شاہکار دوسری زبانوں میں اسی شوق دلچسپی اور احترام سے پڑھے جاتے تھے جیسے اردو ہندی میں"

رائے بہادر شیام سندر داس سکریٹری ناگری پرچارنی سبھا بنارس رقم طراز ہیں کہ "منشی پریم چند نے ہندی زبان اور لٹریچر کا مرتبہ بلند کیا ہے ۔ آپ نے اسے معراج کی منزل تک پہنچایا ہے ۔ آپ کی کتابوں کا ترجمہ ہندوستانی زبانوں ہی میں نہیں بلکہ جاپانی زبانوں میں بھی ہوا ہے ۔"

(۱۰) از شیو کماری دیوی دختر حضر جگہ (بریلوی)

"قدرت نے منشی پریم چند کو شاعر کا دماغ اور مصور کا قلم عطا کیا تھا ۔ جس نے ایسے ایسے گلہائے مضامین کھلائے کہ دنیا دنگ رہ گئی ۔ حضرت سرشار کے اگر افسانہ نویسی کو کسی نے معراج بخشی تو وہ آپ ہی کی ذات گرامی تھی ۔ جس کے قلم معجز نگار نے روزانہ کے معمولی واقعات کو جو ہماری زندگی میں کثرت سے رونما ہوتے ہیں افسانے کا جامہ پہنا کر ایسا دلچسپ بنا دیا کہ بار بار پڑھنے پر بھی طبیعت سیر نہیں ہوتی اور سچ تو یہ ہے کہ آپ افسانہ نگار نہیں بلکہ واقعہ نگار تھے آپ نے افسانے کو واقعہ بنا دیا ۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کے افسانوں کو قبول عام کی سند حاصل ہوئی"

(۱۱) منشی پریم چند کی تمنائیں

۳ جون ۱۹۳۰ء کو منشی پریم چند نے پنڈت بنارسی داس صاحب چترویدی اڈیٹر وشال بھارت کلکتہ کے نام ایک خط میں لکھا تھا کہ :-

"میری تمنائیں بہت محدود ہیں۔ اس وقت سب سے بڑی آرزو یہی ہے کہ ہم اپنی جنگ آزادی میں کامیاب ہوں میں دولت اور شہرت کا خواہش مند نہیں ہوں۔ کھانے کو بھی مل جاتا ہے۔ موٹر اور بنگلے کی بھی مجھے ہوس نہیں ہے۔ ہاں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ دو چار بلند پایہ تصنیفیں چھوڑ جاؤں۔ لیکن ان کا مقصد بھی حصول آزادی ہو۔ اپنے دونوں لڑکوں کے لئے بھی میں کوئی منصوبہ نہیں رکھتا۔ صرف یہ چاہتا ہوں کہ وہ ایماندار مخلص اور مستقل مزاج ہوں۔ عیش پسند اور دولت پرست اور خوشامدی اولاد سے مجھے نفرت ہے۔ میں بے حرکت زندگی کو بھی ناپسند کرتا ہوں۔ ادب اور وطن کی خدمت کا مجھے ہمیشہ دھیان ہے۔ یہ ضرور چاہتا ہوں کہ دال روٹی اور معمولی کپڑے میسر ہو جائیں"۔

(۱۲) منشی پریم چند کے بہترین افسانے ان کی نظر میں

"از پنڈت بنارسی داس چترویدی اڈیٹر وشال بھارت کلکتہ" :-

"پنڈت بنارسی داس چترویدی نے منشی پریم چند کے بہترین افسانوں کے نام پوچھے تھے۔ منشی صاحب نے پنڈت جی کو جو جواب دیا اس کا اقتباس یہ ہے :-

"آپ کے اس خط و سوال کا جواب دینا مشکل ہے کہ میرے سب سے اچھے افسانے کون کون سے ہیں۔

اب تک دو سو سے زیادہ افسانے لکھ چکا ہوں۔ ان میں سے کہاں تک انتخاب کروں یادداشت پر بھروسہ کر کے لکھتا ہوں :-

(۱) بڑے گھر کی بیٹی (۲) رانی سارندھا (۳) نمک کا داروغہ (۴) سوت (۵) زیور (۶) کفارہ (۷) منت (۸) مندر اور مسجد (۹) گھاس والی ۔ (۱۰) حج اکبر (۱۱) ستیہ گرہ (۱۲) بدنامی (۱۳) سنی (۱۴) لیلیٰ (۱۵) منتر
میں کسی مصنف کے طرز سے خاص طور پر متاثر نہیں ہوا ۔ پنڈت رتن ناتھ سرشار کا زیادہ اور ڈاکٹر ٹیگور کا اثر مجھ پر ضرور ہوا ہے ۔" اردو"
(یعنی منقول از اردوئے ماہانہ)

(۱۳)

از منشی راج بہادر لمگوڑہ ۔ ایم ۔ اے ۔ ایل ۔ ایل ۔ بی

"میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کسی ایک علم کے اصول دوسرے علم میں برتنے ہی نہ جائیں ۔ دیکھئے ارتقا کا مسئلہ سائنس نے دریافت کیا جو ہر جگہ استعمال ہوتا ہے ۔ ہاں احتیاط لازم ہے ۔ ریاضی میں مساوات کا اصول بہت قابل قدر ہے ۔ جس سے نامعلوم شئے یعنی 'لا' کی قیمت معلوم ہو جاتی ہے ۔ مگر مساوات اور نقل میں فرق ہے"

(۱۴)

از اڈیٹر "زمانہ"

جہاں تک مجھے معلوم ہو سکا ۔ پریم چندجی کا سب سے پہلا ناول "ہم خرما و ہم ثواب" کے نام سے بابو مہادیو پرشاد ورما لکھنوی کے اہتمام سے شائع ہوا تھا ۔ بابو صاحب "بہار ہندوستانی" و "اڈووکیٹ" کے نامور اڈیٹر مرحوم بابو گنگا پرشاد صاحب ورما کے عزیز اور سستے اردو ناولوں کے مشہور پبلشر تھے ۔ جنہیں وہ مختلف کتب فروشوں کے ہاتھ پیسے یا پون پیسے فی جز کے حساب سے فروخت کیا کرتے تھے ۔ "ہم خرما و ہم ثواب" نواب رائے کے نام سے بہت ہلکے کاغذ پر معمولی لکھائی چھپائی میں شائع ہوا تھا"

د۔ "خضرِ عروض" پر تقریظ

از جناب پنڈت برج موہن صاحب دتاتریہ کیفی دہلوی

احسان دانش صاحب خوش رہو۔ میں نے عروض پر آپ کا رسالہ دیکھا اچھا ہے۔ امید ہے مبتدی اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔

آپ نے اختصار سے کام لیا۔ یہ اچھا کیا اور بہت سی فضول باتوں کو چھوڑ دیا۔ اصل یہ ہے کہ وہ عروض جس کے ہم اب تک پابند ہیں اور جس سے متعلق آپ نے یہ محنت اٹھائی سرے سے تبدیلی چاہتا ہے۔ ہماری اردو اور جس زبان کا یہ عروض ہے ڈھانچے اور نوعیت میں مختلف ہیں۔ عربی کا عروض اردو پر کیونکر ٹھیک بیٹھ سکتا ہے۔

یہ زمانہ ترمیم و اصلاح و انقلاب کا ہے۔ جس سے عروض اور ادب بھی متاثر ہو رہے ہیں۔ مثلاً "عروضیوں کا یہ حکم ہے کہ مثنوی کے لیئے یہ سات وزن معین ہیں یعنی بحر متقارب مقصور محذوف بحر ہزج مسدس، بحر ہزج مقصور، بحر رمل مثمن، بحر رمل مسدس، بحر سریع مطول موقوف اور بحر خفیف مخبون۔ لیکن آج کل کوئی ان ہفتگانہ اوزان کا پابند نہیں۔ دوسرے اوزان میں بھی لوگ مثنویاں کہتے ہیں۔ جسے کوئی نہیں ٹوکتا۔ اسی طرح رزم و بزم کے مضامین سے متعلق مثنوی کے وزن کا لحاظ کوئی نہیں رکھتا۔

آپ نے یہ اچھا کیا کہ اس معاملہ کو چھیڑا ہی نہیں چونکہ نیا عروض اردو کا ابھی مکمل طور پر متعین نہیں ہوا ہے۔ اس لئے عموماً متداول قواعد کا علم ضروری تھا۔ آپ نے خوب کیا کہ اُسے اس مختصر اور سہل الفہم رسالہ میں قلمبند کر دیا۔

مجھے یقین ہے کہ یہ رسالہ متعلم کیلئے مفید ثابت ہوگا اور ترمیم و اصلاح کے لئے عمدہ مسالہ پیش کرے گا۔

(کیفی)

Marfat.com

(۷)

میرا گھر ـــــــ پروفیسر جوگیندر پال

نوٹ:۔ اوپر گھر کے کسی حصہ کا فوٹو ہے۔ جس میں جوگیندر صاحب معہ اپنی رفیقۂ حیات اور تین بچوں کے مصروف حیات ہیں۔

"میری آفریقی بیوی جو ہندوستان سے مجھ غریب کی ڈولی اٹھوا کر آفریقہ لے گئی اور جس کا ایک بہت ذہین بھائی ہندوستان آنے سے اس لئے ڈرتا ہے کہ جہاز سے اترتے ہی کوئی "مہتدا" (ہندوستانی) اس کی جیب کاٹ لے گا اور میرے یہ تینوں بچے، جو آفریقہ میں پیدا ہوئے اور اب جنھیں میں "ہندوستانی" بنانے کا جتن کر رہا ہوں لیکن میری بیوی کو شکایت ہے کہ میں انھیں بگاڑ رہا ہوں۔

ہندوستان لوٹتے ہوئے ہم سب بہت خوش تھے کہ گھر جا رہے ہیں لیکن یہاں گھر آباد کرنے کیلئے کوئی اچھا مکان نہیں مل رہا اور ملتا ہے تو کرایہ سن کر ہوش اڑ جاتے ہیں۔ اس لئے ابھی تک گھر واپس آنے کا احساس نہیں ہوا۔ بس یوں لگ رہا ہے جیسے ریلوے پلیٹ فارم پہ بیٹھے گھر کی گاڑی کا انتظار کر رہے ہیں۔

کرشن چندر نے ایک ملاقات میں ہم سب کو دیکھا تو میری "ذمہ داریاں" محسوس کرکے مایوس سی مسکراہٹ سے سر ہلا کر کہنے لگے۔ "ہم لوگوں کیلئے یہ کہاں ممکن ہے کہ کرب تخلیق میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مہینوں کے لئے کہیں روپوش ہو جائیں۔ ایلوری بت تراشوں کے مانند ـــــ"

لیکن میں سمجھتا ہوں کہ دل کا موذی مرض زوروں پہ ہو تو مریض کیا کچھ نہیں کر بیٹھتا ـــــ

جوگیندر پال

٭٭٭٭٭٭

Marfat.com

روز کا معمول ـــــ بشیشر پردیپ

نوٹ :- اوپر کے فوٹو میں بشیشر صاحب اخبار پڑھ رہے ہیں۔ ٹیبل پر دو چائے کی پیالیاں ہیں۔ جو چائے پیکر خالی رنگ مجلس کے تماشہ میں شریک ہیں۔ ایک چھوٹی لڑکی اہلیہ بشیشر کی گود میں اخبار لئے پڑھنے سے زیادہ بچوں کے غیر ارادی مشغلہ کو بتا رہی ہے اور بڑا بچہ باپ کے قریب جھکا ہوا اخبار کی سرخیوں کو یا تصویروں کو دیکھ رہا ہے۔ ماں کے قریب ایک بچی اور کھڑی ہے۔

"عجب ہے میری زندگی بھی ـــــ گھر کے اندر میرا محبوب مشغلہ لٹریچر ہے اور گھر سے باہر سائنس۔ سیدھا دفتر سے گھر آتا ہوں یا کبھی کبھی یونیورسٹی چلا جاتا ہوں۔ جہاں پی۔ ایچ۔ ڈی کیمسٹری میں داخلہ لے رکھا ہے۔ پچھلے ایک سال سے دفتر کے بعد کے اوقات میں یہ کام اور بڑھ گیا ہے۔ دن بھر دی سنٹرل انسٹی ٹیوٹ میں مٹی۔ سمنٹ، چونے کے متعلق اُن کے نمونوں کی جانچ، کبھی سائنٹفک رپورٹ کی تیاری، کوئی انجنیرنگ نوٹ کا لکھنا ـــــ اس طرح سائنس اور ریاضی جیسے خشک مضامین میں مغز کھپا کر جب گھر لوٹتا ہوں تو ایک سکون سا محسوس کرتا ہوں ـــــ کملا شام کا ناشتہ تیار رکھتی ہے۔ چند باتیں اس سے ہوتی ہیں۔ یا اپنے چھوٹے بچے گپتی کو اٹھا لیتا ہوں یا پنکی کی توتلی باتوں سے لطف اندوز ہوتا ہوں۔ بڑا لڑکا بھوکیش جسے ابھی تک ہم پیار سے ٹونی کہہ کر پکارتے ہیں اس وقت گھر میں نہیں ہوتا۔ کھیلنے گیا ہوتا ہے ـــ کملا اور اپنے بچوں سے باتیں کر کے نہ صرف تھکاوٹ ہی دور ہو جاتی ہے بلکہ دفتر کے خشک ماحول کے اثرات بھی ذہن سے دور ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد ڈاک دیکھتا ہوں جس میں مداحوں کے کے اور دوستوں کے خطوط ہوتے ہیں۔

مدیر دوستوں کے کہانی کیلئے تقاضے اور ادبی رسالے ـــــ ناشتہ کرتے کرتے کوئی تازہ ادبی رسالہ بھی دیکھنے لگتا ہوں۔ بس یہ سمجھئے گھر کے اس ماحول میں میرے

اندر کا ادیب یا کہانی کار جاگ اٹھتا ہے۔

— کبھی کبھی کملا کی فرمائش پر اس کے ساتھ شام کو گھومنے بھی چلا جاتا ہوں۔ اس وقت کسی نئی کہانی کا پلاٹ یا مرکزی خیال زیر بحث ہوتا ہے — رات کا کھانا کھاتے تقریباً آٹھ بج جاتے ہیں۔ دس ساڑھے دس بجے تک پڑھتا ہوں اور پھر سو جاتا ہوں۔ کبھی دو ڈھائی بجے آنکھ کھل جاتی ہے۔ تو ٹیبل لیمپ جلا کر پڑھنے یا لکھنے لگ جاتا ہوں۔ علی الصبح گھومنے جاتا ہوں۔ پھر ناشتہ کر کے اخبار پڑھتا ہوں۔ صبح ساڑھے نو بجے تک کا وقت بھی لکھنے پڑھنے میں صرف ہوتا ہے اور اس کے بعد آدھے گھنٹے میں غسل کرنا، نہانا، کھانا کھانا اور دفتر کے لیے روانہ ہو جانا — یہ روز کا معمول ہے۔

بشیشر پردیپ

(ف)

میرا گھریلو ماحول — ڈاکٹر امرت لعل عشرت

نوٹ:۔ اوپر کے فوٹو میں افغانی پٹھانی سماوار ایک چھوٹے ٹیبل پر ہے۔ اور عشرت صاحب اور انکی اہلیہ اور دو بچے چائے نوشی میں مخمور بتائے گئے ہیں۔

میرے گھریلو ماحول کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے۔

میری مختصر سی "پاکٹ ایڈیشن فیملی" میں شروع ہی سے علمی، ادبی ماحول غالب رہا ہے۔ لیکن ادھر چند ماہ سے یعنی ایران میں طویل اقامت کے بعد ہندوستان لوٹنے پر ہمارے ہاں ایک مخصوص فضا قائم ہو چکی ہے۔ میں تو شروع ہی سے ایرانی علم و ادب اور کلچر کا شیدائی تھا۔ اب خانم بھی اس سلسلے میں مجھ سے کوسوں آگے نکل گئی ہیں۔ گھر میں داخل ہوتے ہی ہر چیز پر ایران کی چھاپ صاف نظر آتی ہے۔ یہاں تک کہ اب اکثر احباب کو یہ خیال ہو چلا ہے کہ ایرانی کلچر کی شیدا، ایرانی لہجے میں فارسی بولنے والی خانم عشرت یقیناً ہندوستانی نہیں ہے۔ پنجابی

Marfat.com

ہونے کے ناطے ہم لوگوں کو کھانے پینے کا بہت شوق ہے۔ خصوصاً ایرانی کھانے بڑے اہتمام سے پکائے جاتے ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ ان اُبلے ہوئے (بنارسی حضرات کی اصطلاح میں) "بے نمک مزج" کھانوں سے متنفر حضرات کو پکڑ کر لایا جاتا ہے کہ وہ ان کی "خوش مزگی" کی داد دیں ــــــ سہ پہر کو جب ہم چاروں یعنی میں یونیورسٹی سے، خانم اسکول سے، اور بچے اپنے مدرسے سے لوٹتے ہیں تو "سماور" روشن کر کے چائے کے دور کے ساتھ دن بھر کی "آپ بیتیوں" پر تبصرے کئے جاتے ہیں۔ کبھی کبھی بچوں کی فارسی بول چال کی تعلیم کا مکتب بھی کھل جاتا ہے۔ دونوں صاحبزادے اپنی اپنی سرگرمیوں میں ماشاء اللہ برق رفتاری سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ بڑے تو تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کر چکے ہیں اور اپنے "شبرنگ بینی" پر ایک قسط وار ناول تحریر فرما رہے ہیں۔ چھوٹے میاں مدرسے سے آزاد ہونے کے بعد ہر وقت نقاشی کی مشق میں مصروف نظر آتے ہیں (غالباً اس تصویر میں بھی آپ کو ان کی نقاشی کے شاہکار نظر آ جائیں گے) یہ الگ بات ہے کہ ان کی والدہ محترمہ ان کی ان فنکارانہ کوششوں کی داد بعض اوقات زبان کی بجائے ہاتھ سے دیا کرتی ہیں ــــــ امرت لعل عشرت

(ح)

اپنے گھر میں ــــــ عرش ملسیانی

نوٹ:۔ فوٹو میں عرش صاحب ہیں اور انکی اہلیہ مع اپنے پوتوں اور ایک لڑکی کے پرسکون مطمئن دکھائے گئے ہیں۔

" لوگ سمجھتے ہیں کہ شاعر ہر وقت شعر کی دنیا میں رہتا ہے۔ کم از کم میرا یہ حال نہیں۔ میں تو اپنے گھر میں بعض گھریلو کام بن جاتا ہوں۔ ترکاری، پھل خریدنے خود جاتا ہوں بچوں سے کھیلتا ہوں، مل جائیں تو دوستوں سے شطرنج اور برج کی بازی لگتی ہے

Marfat.com

بقول جوش ملیح آبادی یہ بیویاں بڑے بڑے جابر بادشاہوں کی روحیں ہیں۔ چنگیز کی، ہلاکو کی، تیمور کی، اور نہ جانے کس کس کی" لیکن میرا مقدر ہے کہ بیوی ایسی ملی ہے جو خود تو کبھی چنگیز ہوگی۔ شاید میں اس کے لئے کبھی کبھی چنگیز بن جاتا ہوں۔ لیکن میرا نواسہ مجھ پر سوار ہو جاتا ہے اور کہتا ہے "چل میرے گھوڑے چل" اس وقت سوچتا ہوں کہ مرد اور بالخصوص ہندوستانی مرد ذمہ داریوں کے بوجھ سے پیچھے دبے گدھا ہیں تو گھر اکثر گھوڑا ضرور ہوتا ہے۔ فرصت کے لمحات میں جب کبھی شعر کہنے کا موڈ ہوتا ہے تو ڈرائنگ روم میں بیٹھ جاتا ہوں۔ [illegible] اس وقت تنہائی کا یہ عالم رہتا ہے

ع انہیں مجھے تنہائی اسے حفیظ ۔ نرگس صہبائی

(اظ)

پروفیسر جوگیندر پال ایم۔اے

محترمی خوشتر صاحب آداب خلوص

لیجئے "بیسویں صدی" کے لئے اپنے افسانچے "[illegible]" حاضر ہیں۔ امید کہ آپ کو پسند آئیں گے۔ اترپردیش سے لوٹ کر میں چار ماہ حیدرآباد میں رہا۔ یہاں اورنگ آباد میں سکونت پذیر ہوگیا ہوں۔ براہ کرم "بیسویں صدی" اب میرے مندرجہ بالا پتے پر بھیجا کریں۔ شکریہ۔

خلوص کیش ۔ جوگیندر پال

(زک)

رام پال بی۔اے

زیر نظر افسانچے "سزائے موت" کے عنوان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر

مقبول ہوئے تو تعزیرات ہند کی دوسری "مقبول" دفعات جیسے ڈاکہ زنی، رہزنی، چوری، جیب تراشی اور آوارگی وغیرہ کے متعلق افسانے بھی پیش کروں گا۔ دیکھیے "موت" کے لمحوں میں بھی "مسکراہٹ" پیدا ہو سکتی ہے۔

نیازمند:۔ رام پال

(ک)

شگوفے ——— پریم کمار نظر

"سرخ حاشیے" لکھ کر جناب نریش کمار شاد نے اردو ادب میں ایک گرانقدر صنف کا اضافہ کیا ہے۔ اس صنف میں قلم آزمائی کرنے والے حضرات جناب شاد کے ممنون ہوں گے۔ میں یہ کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ "بیسویں صدی" میں اردو زبان و ادب کا مستقبل "بیسویں صدی" ہی سے وابستہ ہے۔ یہی دعا کرتا ہوں کہ خوشتر گرامی "اکیسویں صدی" بھی ترتیب دیں۔

چند ادبی لطائف ارسال خدمت ہیں۔ امید ہے کہ آپ پسند فرمائیں گے۔

آپ کا خادم:۔ پریم کمار نظر

(ل)

راما نند

"بیسویں صدی" کیلئے ایک ایسی تحریر بھیج رہا ہوں۔ جو ایسی کہانی ——— ایسا افسانہ معلوم ہوتی ہے جس پر حقیقت کا یقین ہوتا ہے ——— جو ایسی حقیقت معلوم ہوتی ہے جس پر افسانہ کا گمان ہوتا ہے ——— اسلئے کتنوں کو یہ کہانی اپنی معلوم ہوگی ——— ہو سکتا ہے کہ یہ ہماری اور آپ کی کہانی بھی ہو ——— آپکا راما نند

Marfat.com

(م) **رنگِ تحریر —— واسو دیو ایم۔ اے**

محترمہ خوشتر صاحب آداب

ایک مدت کے بعد اپنے وطن سے پانچ ہزار میل کی دوری سے "بیسویں صدی" کیلئے ایک افسانہ "تحفہ" ارسال کر رہا ہوں۔ امید ہے آپ کو اور قارئین "بیسویں صدی" کو پسند آئے گا ——

"بیسویں صدی" آپ کی عنایت سے باقاعدگی سے مل رہا ہے اور اسے پاکر ایسا محسوس کرتا ہوں جیسے میں پھر اپنے وطن عزیز پہنچ گیا ہوں ——

"تحفہ" کے بارے میں آپ کی اور قارئین "بیسویں صدی" کی رائے کا منتظر ہوں

نیازمند واسو دیو

(ن) **رنگِ تحریر —— نریش کمار شاد**

محترمی خوشتر صاحب۔

الطاف مشہدی سے انٹرویو بھیج رہا ہوں۔ آپ کے اور الطاف صاحب کے تعلقات محتاج تعارف نہیں ہیں جس کا اظہار موصوف نے اس انٹرویو میں بھی بہت خوبصورت انداز میں کیا ہے۔ میں نے الطاف صاحب کو "تن کی شاعر" کہا ہے۔ اور میری رائے میں شاعر اور نغمگی ہی ایک ایسی خصوصیت ہے۔ جو انہیں ان کے ہم عصروں میں منفرد و ممتاز بناتی ہے۔

امید ہے آپ پسند کریں گے۔

آپکا —— نریش کمار شاد

Marfat.com

(س) رنگِ تحریر —— کرشن چندر ایم اے

برادرم خوشتر صاحب! تسلیم

آپ کا خط ملا پڑھ کر مسرت ہوئی کہ میرا طنزیہ پسند آیا۔ یعنی یہ "اُن تلخ حقائق کا عکس لطیف" ہے جسے آپ سے زیادہ کون محسوس کریگا — اب کے آپ بمبئی تشریف لائے تو بھی آپ سے جی بھر کے ملاقات نہ ہو سکی۔ اور دل کی باتیں دل ہی میں رہ گئیں۔ بمبئی میں آپ نے اردو تحریک کے سلسلہ میں خوب ہنگامے کئے بہت سے دوستوں کی زبان پر اب تک آپ کا تذکرہ ہے بہر حال میری دلی دعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں۔

آپ کا —— کرشن چندر

(ع) رنگِ تحریر —— پرنسپل کنھیا لال کپور ایم۔ اے

ڈیر مولانا خوشتر گرامی صاحب جی "بیسویں صدی"

آپ کا نوازش نامہ حسبِ معمول ملا۔ حسبِ معمول ایک مختصر افسانہ "مولانا ہمہ دان" بھجوا رہا ہوں۔ حسبِ معمول اسے چھاپ دیجئے۔ حسبِ معمول شکر گذار ہوں گا۔

آپ کا — کنھیا لال کپور

(ف) خوشتر گرامی ایڈیٹر "بیسویں صدی" کا رنگِ تحریر ملاحظہ ہو

۲۷ مارچ ۱۹۵۵ء کی ایک شام، جناب ضیا فتح آبادی کے یہاں ایک

Marfat.com

ستمبر بزمِ سخن منعقد ہوئی۔ مشاعرے کی صدارت جناب مالک رام نے کی۔ مدعو حضرات میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

—— دائیں سے بائیں: جناب کرشن موہن ایم۔ اے جو بفضلِ خدا فارغ البال ہیں۔ شعر بڑی خوب صورت کہتے ہیں اور اپنے شعری مجموعوں کو بھی خوب صورتی سے شائع کرتے ہیں۔ سرزمین پنجاب کے نامور شاعر جناب عرش ملسیانی جن کی وسیع تلمیح اگرچہ رشتوں کی سی نہیں لیکن جن کی شریف المنفعی تخلص کی مناسبت کا حق ادا کر رہی ہے —— حضرت ضیا فتح آبادی جو علامہ سیماب اکبر آبادی کے ممتاز تلامذہ میں سے ہیں اور صاف ستھرے شعر کہنے کے ساتھ ساتھ صاف ستھرا ترنم شعر و سخن کے بھی دلدادہ ہیں —— ہندوستان کے عظیم ادیب جناب جینندر کمار —— جناب مالک رام صاحب ایم۔ اے جن کی غالب سے متعلق تحقیق سند کا درجہ رکھتی ہے —— علامہ منوّر لکھنوی جو لکھنوی ہونے کے باوجود دہلوی ہیں اور جو دلی کے نام لیوا اور دلدادہ ہیں اور واقعی علامہ ہیں —— جناب طالب چکوالی جن کی زندگی اور شاعری خلوص اور سادگی کا آئینہ ہے —— حضرت ساغر نظامی جنہیں کون اردو داں نہیں جانتا۔ ان کی شاعری اردو کے شکوہ اور ہندی کی لطافت کا بڑا حسین سنگم ہے۔ آپ کا شمار ان چند ہستیوں میں ہوتا ہے جو نثر و نظم کے آئینہ خانے میں ہر جگہ دیکھے جا سکتے ہیں —— آپ کے بعد ہیں جناب نرنش کمار شاد جو قطعہ گوئی کے میدان میں منفرد حیثیت رکھتے ہیں اور ان کے پیچھے اردو کے ہونہار شاعر جناب کیلاش چندر ناز ایم۔ اے اور حضرت طالب دہلوی جو عمر کم ہونے کے باوجود عموماً بڑے نازک شعر کہتے ہیں۔

ب: سرگوشیاں ——

اس عنوان کے تحت قارئین کے منتخب ادبی، سیاسی، سماجی، معاشی، تمدنی، علمی، ادبی سوالات کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔ شعلی، اخلاقی

Marfat.com

و تہذیب سے گرے ہوئے اور فحش و عریاں سوالات شاملِ اشاعت نہیں کئے جاتے۔

خوشتر گرامی — ایڈیٹر "بیسویں صدی"

ج: "فضا کی بلندیوں سے — جہاں مدیر "بیسویں صدی" نے ۳۰ دسمبر کو مادرِ وطن کی حفاظت کرنے والے جاں نثار سورماؤں کی خدمت میں خلوص و محبت سے عقیدت کے پھول پیش کئے۔" خوشتر گرامی

رنگِ تحریر — کشمیری لال ذاکر ایم اے

---

۱۲ اپریل ۶۵ء

برادرِ گرامی! تسلیم

لیجئے تسلیم! افسانہ نمبر کے لئے کہانی حاضر ہے۔ بقول کنور مہندر سنگھ بیدی ایک "گیمفر" قسم کی کہانی —

"ٹالتے ٹالتے اتنا وقت گزر گیا اور اب احساس ہوا کہ گناہ کر رہا ہوں۔ گناہ کی لذت کا تو شاید آپ کو بھی اندازہ ہو لیکن اس کا ردِ عمل بہت شدید ہوتا ہے — یہ اسی کا ردِ عمل ہے کہ آج کچھ دنوں کے لئے رہتک سے باہر جانے سے پہلے، جتنی دیر میں میرا آدمی بستر وغیرہ باندھتا ہے یہ خط لکھ کر کہانی کے ساتھ (صرف خط نہیں) ڈاک کے حوالے کر دینا چاہتا ہوں۔ پچھلے گناہوں سے تو سبکدوشی ہو۔

آپ کے خطوط دل ہلا کر رکھ دیتے ہیں — بھائی الطاف مشہدی کا خط کئی ماہ پہلے آیا تھا۔ غالباً دسمبر ۱۹۶۴ء میں۔ آپ اندازہ کر لیں کہ کتنے مہینے ہو گئے۔ اب تک جواب نہیں دے سکا... خط میں آپ کا بھی ذکر تھا۔

کچھ سطور آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں:— "......"

Marfat.com

چاہتا تھا ان کا خط میں آپ کو بھیج دوں۔ لیکن پھر جواب دینا بھول جاؤنگا۔ اُن کا خط ساتھ ہی لے جا رہا ہوں۔ کسی ریسٹ ہاؤس میں، کام سے فارغ ہو کر، جواب دوں گا۔ اپریل میں پاکستان جانے کا ارادہ تھا۔ ملتوی ہو گیا۔ شاید جولائی میں جا سکوں بہت سے دوست ہیں جن سے ملنا ہے۔ ایسے دوست جو میرے دکھ درد کے شریک رہ چکے ہیں۔ آپ چاہیں گے تو الطاف بھائی کا خط بعد میں بھیج دوں گا — کہانی کے بارے میں تو آپ جانتے ہیں، میں کبھی کچھ نہیں لکھا کرتا۔ لیکن اس کہانی کے بارے میں اس لئے لکھنا چاہتا ہوں کہ یہ ایک ایسی عورت کی ذہنی کشمکش کی تصویر ہے جو ہندوستان سے باہر کئی برس گذار کر واپس آئی ہے اور اپنے آپ کو اس ماحول میں ایڈجسٹ نہیں کر پا رہی ہے، لیکن بدلتی ہوئی قدروں کو ان کے صحیح پرسپیکٹیو میں دیکھنے لگی ہے۔ اور اب خاص موڑ پر رک کر اپنا نفسیاتی تجزیہ کرنے لگی ہے۔ فیصلہ نہیں۔ اور یہ نفسیاتی تجزیہ ہی اس کہانی کا تھیم ہے۔ میری دوسری کہانیوں سے کچھ مختلف۔ اس میں صرف کچھ سوالات ہیں۔ اور میرے خیال سے فن کا اصلی مقصد سوال پوچھنا ہے۔ اُن کے جواب یا حل پیش کرنا نہیں۔ اور آج کے دور میں تو لاکھوں مسئلے ہیں۔ ہزاروں الجھنیں ہیں۔ آپ کس کس کا حل دریافت کریں گے اور پھر کون کہہ سکتا ہے۔ کہ دوسرے لوگ بھی آپ کے بتائے ہوئے حل سے متفق ہوں۔ چھوڑیئے اس قصے کو۔ میں کہاں الجھ گیا —— سفر کی تیاری شروع ہو گئی۔ اب خیالات اکھڑ گئے ہیں۔ خط یہیں ختم کرتا ہوں۔ خدا حافظ —

کسی شام کو دلی آنے کا ارادہ ہے۔ آپ کو ٹیلیفون سے اطلاع کر دوں گا۔

خدا کرے آپ کا مزاج اچھا ہو . . . .

نیاز کیش — کشمیری لال ذاکر

—— یہ ادبی گل پارے تھے جو اردو کے ہندو فنکار شاہکاروں نے بلکہ قومی معماروں نے اردو ادب کو بخشے تھے۔ یہ گمان نرے کہ شاعری تو اک دماغی ہنرمندی کہ ذہنی عیاشی ہے۔

Marfat.com

یہ استناد بھی عملی کہاں کا اس لئے اب کچھ ایسے حوالے بھی ملاحظہ ہوں جن کے لکھنے والے ارباب حکومت ہیں ۔ مقتدر ہستیاں ہیں ۔ ملکی فلاح وبہبودگی کے ذمہ دار ہیں ۔

مزید کچھ حوالے ـــــ

ہندو ذمہ دار ہستیوں کی ـــــ اردو نثری اقتباسات

باپو کی آخری تمنا

اُ :۔ وزیر مالیات سری مہابیر تیاگی کی تقریر ۱۶ مئی سنہ ۶۴ء کو بمبئی کے جلسہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی میں :۔

" ایک بار میں فرقہ وارانہ امن پھیلانے کے لئے کام شروع کرنے سے پہلے گاندھی جی کے پاس ان کی دعائیں لینے کے لئے گیا انھوں نے جواب میں کہا " تیاگی ! دعا پہلے نہیں ملے گی ۔ پہلے جاکر کچھ کام کرو اگر میں نے کل کے اخباروں میں پڑھا کہ تیاگی ! مسلمان مردوں بچوں اور عورتوں کو بچاتے ہوئے مارے گئے اور ان کی لاش دہرا دون میں پڑی ہوئی ملی تو میں خوشی سے ناچنے لگوں گا "

ب :۔ **گاندھی جی اور جبری ہندی** ۔ از ہریجن سیوک

۴ ر جولائی سنہ ۲۱ء گاندھی جی کا بیان :ـــ

Marfat.com

"کسی صوبے یا ضلع یا جنتا پر ایک بھاشا ہندی کے ایک روپ کو لادنے کا جتن کرنا دیس کی سب سے بڑی بھلائی کیلئے زہر ہے۔ رومن لکھاوٹ نہ تو ہندوستان کی لکھاوٹ ہو سکتی ہے اور نہ ہونی چاہیئے یہ برابری تو فارسی اور دیوناگری کی بیچ بھی ہو سکتی ہے۔ اور اس کی بنیادی خوبیوں کو الگ رکھ دیں تو بھی دیوناگری ہی سارے ہندوستان کی سب کو منظور لکھاوٹ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ مختلف صوبوں میں چالو زیادہ تر لکھاوٹیں بنیادی طور سے دیوناگری ہی سے نکلی ہیں اور اس لئے ان کے لئے اُسے سیکھنا بھی سب سے زیادہ آسان ہے لیکن اس کے ساتھ ہی مسلمانوں پر یا دوسرے ایسے لوگوں پر جو اس سے انجان ہیں اسے زبردستی لادنے کی ہمیں کسی طرح کی کوئی کوشش نہیں کرنی چاہئیے"۔

گاندھی جی کی زبان سے

ج ا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قومی زبان کے متعلق جھگڑا کھڑا ہو گیا ہے کہ وہ کیا ہو مجھ سے کہا گیا ہے کہ وہ ہندی ہو گی جو دیوناگری حرف میں لکھی جائے گی۔ میں تو کبھی اس پر رضامند نہیں ہوتا میں ہندی یا اردو کا دشمن نہیں ہو سکتا۔ لیکن میں سمجھ چکا ہوں کہ عوام کی زبان اور ہندوستان کی زبان صرف وہی ہو سکتی ہے جو ہندی اور اردو کا مرکب ہو اور دیوناگری اور اردو دونوں حرفوں میں لکھی جائے:

لہٰذا میں ہندوستانی ہی پر زور دیتا ہوں۔ دیتا رہوں گا۔ چاہئے میں اس کی تائید میں بالکل تنہا رہوں۔

مَیں نے اخبار میں ایک پیراگراف دیکھا ہے کہ آئندہ سے یو۔پی۔ کی سرکاری زبان ہندی، دیوناگری رسم الخط کے ساتھ ہو گی۔ اس سے مجھے دکھ ہوا۔

(۱۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء کی ڈائری سے)

Marfat.com

ک:۔

میری سنتے تو کان ہو جاتے

گاندھی جی کا خطاب ہندوؤں سے ۱۹۴۷ء کی آخری شش ماہی میں۔

"میں ہمیشہ تو تمہارے پاس رہوں گا نہیں۔ مگر تم میرے رخصت ہو جانے کے بعد میرے الفاظ یاد کرو گے۔ عدم رواداری مذہب کی نفی ہے۔ مجھے آج پاکستان کے باہر کے یعنی ہندوستان کے مسلمان زیادہ پیارے لگتے ہیں۔ انہیں اپنی حفاظت کے لئے پاکستان کی طرف نہیں دیکھنا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ میرے اور آپ کے ہندو دھرم کے لئے شرم کی بات ہے۔ سناتن ہندو دھرم کمینہ نہیں ہے۔ وہ بڑا فراخ دھرم ہے وہ کنوئیں کے مینڈک کی طرح کنوئیں ہی کو اپنا دیش نہیں مانتا وہ انسان کا دھرم ہے۔ ہندوؤں کو اپنے ظاہر اور غیر ظاہر پر ناز ہے۔ مسلم لیگ کے اس بڑاؤ کو غلط ثابت کر دکھانا ہے کہ ہندوستان کے ہندو مسلمانوں کا دھرم الگ تو راشٹر بھی الگ ہے۔ کانگریس کی پیدائش ہی کے دن سے کانگریس نے اعلان کیا ہے کہ ہندوستان ایک راشٹر ہے۔ جس میں دنیا کے ہر دھرم ہر فرقے کے لوگ رہتے ہیں۔ کانگریس میں ہمیشہ سے ایسی ہی فراخ دلی رہی ہے اور آج اسی فراخ دلی کی اور بھی زیادہ ضرورت ہے"۔

ک:۔

گاندھی جی کا پہلا خط بابائے اردو کے نام

نئی دھلی:۔ میاں عبدالحق صاحب

بھائی صاحب آج کی تقریر کی رپورٹ جو گل کے ڈان میں دی گئی ہے مجھے راج کماری امرت کور نے پڑھ کر سنائی۔ اگر صحیح ہو تو مجھے رنج ہوگا کہ آپ جیسے باہوش مولوی ایسی غلط بات کیوں پھیلاتے ہیں۔ خیال میں بھی میں نے اردو زبان کی دشمنی نہیں کی۔ میں نے جنوبی افریقہ میں اور یہاں بھی ہندی اور اردو دونوں کو ملانے کی کوشش کی ہے اور کر رہا ہوں یہ میری غلطی مانی جائے۔ سو الگ بات

Marfat.com

رہی لیکن میں کوشش کروں گا کہ "ہندی ساہتیہ سمیلن" میں اردو کی بات نکالنے والا پہلا میں تھا۔

یہ خط بھی کھلے طور پر ... سے جو ہو سکے تو غلط فہمی دور کرنے کے لئے ہے ۔ آپ کا خط ملا ہے لیکن اسے بھیج نہیں سکا ہوں ۔

آپ کا ... م ۔ک ۔ گاندھی ۔

گاندھی جی کا جواب الجواب

(۱) بھنگی نواس ۔ نئی دہلی ۔

بھائی صاحب

آپ کا خط ملا مجھے ایک مدت کی فرصت نہیں رہی میری سب باتوں کو آپ الٹی نظر سے دیکھتے ہیں ۔ ہمارے درمیان خدا گواہ ہے ۔

آپ کا ... م ۔ک ۔ گاندھی

مولوی عبدالحق صاحب ۔ نوٹ :- یہ خط گاندھی جی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے ۔

---

۲ -

۱:- وطن دوستی کے نادر نمونے

مشہور ... جو اپنے مفکر اور فلسفی موصوف ہیں ڈاکٹر بھگوان داس کے فرزند رشید ہیں ۔ ان کی تقریر گورکھپور یونیورسٹی کے کانووکیشن (جلسہ تقسیم اسناد) میں "بہت زیادہ تشویش کے قابل یہ صورت حال ہے کہ ملک میں حب وطن کا نہایت درجہ کمی ہے اور جمہوریت کا تجربہ ابھی تک ... نہیں ہو سکا ہے ۔ ملک میں دور دورہ جھوٹ اور بے ضمیری کا ہے اور جب تک یہی چور اور ڈاکو آزادی سے گھوم رہے ہیں تو لوگ کسی بھی ایسے حکمران کی اطاعت قبول کر سکتے ہیں جو امن و امان

قائم رکھ سکے۔ جاپان اور جرمنی کی مثالیں سامنے رکھئے ان دونوں نے بیش برس کے اندر اس لئے حیرت انگیز ترقی کرلی کہ وہ سچی حب الوطنی کے حامی ہیں۔ اُن کے ہاں نہ تو طلبہ کے ہنگامے ہیں اور نہ مزدوروں کی ہڑتالیں اور نہ آبادی کے کسی حصے کی وفاداری مشکوک سمجھی جاتی ہے وہاں کے لوگ قوم کی تعمیر میں مصروف ہیں اس کے برعکس ہم اپنی آزادی کے چودہ برس صرف لڑتے ہی رہے"۔

ایک ہمت افزاء بیان

ب ۔ ۔ سروودیہ پارٹی کے مشہور لیڈر جے پرکاش نرائن کا بیان ۲۸ مارچ کو نئی دہلی سے ۔ "ہندوستانی مسلمانوں کے خلاف تازہ و مسلسل اور اچانک وحشیانہ تشدد ہر سوجھ بوجھ رکھنے والے ہندوستانی کے لئے بے حد تشویش ناک ہے۔ پاکستانی مسلمانوں کے اعمال کا بدلہ ہندوستانی مسلمانوں کو اس لئے کہ پاکستانی مسلمانوں نے پاکستانی ہندوؤں کو مارا ہے۔ تو پھر یہ بات تو دو قومی نظریہ کے عین مکمل تائید کے مرادف ہوگی اور اس کا مطلب صرف یہ ہوگا کہ جس بات کی ہم زبانی تردید کرتے ہیں عمل میں اس کی تائید کررہے ہیں۔ کبھی کبھی ان فسادات کا جواب ہندو دھرم کے نام پر پیش کیا جاتا ہے۔ میں ایک ہندو کی حیثیت سے ان جرائم کو دھرم کا لباس پہنانے کی کوشش کو سراسر ادھرم سمجھتا ہوں"۔

حق گوئی

ج ۔ ۔ شری سری پرکاش سابق ہائی کمشنر پاکستان و گورنر مدراس و مہاراشٹر ۔ "ہندی کی دنیا میں غالباً اس لحاظ سے تنہا شخص ہوں جس نے کبھی ہندی کے کل ہند زبان بنانے کی حمایت نہیں کی۔ اسے راشٹر بھاشا (قومی زبان) کا نام دینا غلط ہے وہ قومی زبان نہ واقعہ کے اعتبار سے ہے اور نہ قانون کے اعتبار سے ہمارے آئین نے چودہ زبانوں کو تسلیم کیا ہے اور وہ سب ہی قومی زبانیں ہیں

قومی زبان کے لحاظ سے ہندی کو کوئی فوقیت باقی زبانوں پر حاصل نہیں ہے۔ آئین میں جو کچھ کہا گیا ہے۔ وہ صرف یہ ہے کہ ہندی کو کل ہند سطح پر استعمال کیلئے تسلیم کیا گیا ہے۔ اور وہ ریاستوں میں مابین خط و کتابت کے لئے استعمال کی جائیگی۔ ہندی کو راشٹر بھاشا کہنے والوں کو یہ نہ بھولنا چاہئیے کہ ہندی سیکھنا ہر شخص کے لئے لازمی ہے۔"

شیواجی کی یادگار

د:۔

اورنگ آباد ۱۹ نومبر ۱۹۶۱ء مہاراشٹر کے گورنر شری سری پرکاش نے کل زنانہ ہوسٹل کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے جو شیواجی کی والدہ جیجی بائی کی یادگار میں قائم ہو رہا ہے اپنی تقریر میں کہا کہ :۔

سب سے زیادہ موزوں اور مناسب یادگار ہندوستانی قوم کا اتحاد در حقیقت بنیادوں پر قوم کی تعمیر ہے۔ یہی وہ پیغام ہے جو شیواجی نے اپنی زندگی میں دیا ہے۔

3۔ شراب اور اس کی عزت

۱:۔ " اچاریہ ونوبا بھاوے کے اردو اخبار کھودان تحریک (کانپی)

شراب بندی کے پروگرام میں صوبوں کو مشکلات ہیں اور کسی طرح وہ حل کی جا سکتی ہیں۔ اس کی جانچ کرنے کے لئے ہندوستانی سرکار نے اک کمیٹی بنائی تھی اس ٹیک چند کمیٹی نے اپنی سفارشات حکومت ہند کو پیش کی ہیں ان میں انھوں نے ملک کی خاص توجہ اک بات کی طرف مبذول کرائی ہے کہ ہندوستان میں کچھ لوگوں کی کوشش ہے کہ شراب کی بوتل کو عزت کی کرسی پر سرفراز کریں یہ تعلیم یافتہ اور معاشی نکتۂ نظر سے اونچا درجہ رکھنے والے ہندوستانی ہوتے ہوئے (باقی)

Marfat.com

شراب پینے میں ذلت نہیں بلکہ عزت سمجھتے ہیں۔ سوشل پارٹیوں میں شراب کا استعمال نا جائز نہیں سمجھتے اور مہمانوں کی مہمان نوازی بھی شراب سے کرنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ ٹیک چند کمیٹی نے صلاح دی ہے کہ ملک میں یہ کوشش ہو کہ شراب کی بوتل اس عزت کی کرسی سے نیچے کھینچی جائے اور اسے ذلیل جگہ پر لا کھڑا کیا جائے جو صدیوں سے اس ہندوستان میں اس کی رہی ہے۔ ایسا ہوگا تب ہی یہ ملک شراب بندی میں کامیاب ہوگا۔

اچاریہ ونوبا بھاوے جی کے اردو اخبار بھودان تحریک سے

نوٹ:۔ کمیٹی یعنی سرکاری کمیٹی برائے تحقیق شراب بندی کا ماننے شراب کے برے اثر کو اجاگر کرتے ہوئے چند مثالیں دی ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں:۔

(۱) سکندر اعظم شراب نوشی کی وجہ سے کم عمری میں مر گیا۔

(۲) دوسری جنگ عظیم میں بیلجیم شراب کی وجہ سے ٹوٹی۔ اور فرانس کو شکست ہوئی۔

(۳) پرل ہاربر میں امریکیوں کی پسپائی شراب کی وجہ سے ہوئی۔

(۴) رومیل کی پسپائی ہوئی کیونکہ لارڈ مانٹگمری شراب بالکل نہیں پیتے تھے۔

کمیٹی نے ہندوستان کے انگریزی اخباروں سے اور کچھ سرمایہ داروں سے ہوشیار رہنے کے لئے لوگوں کو آمادہ کیا ہے یہ اخبار اور یہ سرمایہ دار ہمیشہ شراب بندی کی مخالفت کرتے ہیں۔ شراب سے ہونے والے علانیہ نقصانات سے آنکھیں بند کر کے اس بارے میں یہ کچھ نہیں کہتے۔

شراب کے سب سے بڑے دلال ایک زمانے میں اردو فارسی کے شاعر ہوا کرتے تھے۔ خمریات تو شاعری کا ایک اعلیٰ جز تھا۔ شاعر بے چارہ

Marfat.com

شاعری ہی کرتا رہا اور خیال کی دنیا میں جام پہ جام چڑھاتا رہا لیکن عملی دنیا میں زمانے کی ترقی کے ساتھ اس کی جانشینی مؤثر اور زوردار جانشینی اردو انگریزی روزناموں اور ان کے شراب نوش مالکوں کے حصہ میں آگئی ۔ اور انہوں نے اس دلالی کا حق بھی ادا کر دیا ہے

ج ۔ اچاریہ ونوبا بھاوے کا اعلان

ہندی کے خلاف تملناڈ اور دوسرے مقامات پر جو لوٹ، ڈکیتی، واقعات پیش آئے اور قتل، دنگوں، ریزی، آتش زنی ہوئی اس سے مجھے گہرا دکھ ہوا اور ان سے متاثر ہو کر میں ایک غیر متعین مدت کے لئے برت رکھ رہا ہوں۔ میں بھوک ہڑتال کے عام طور پر خلاف ہوں۔ اس چودہ سال کی مدت میں میں نے کبھی بھوک ہڑتال نہیں کی لیکن اب اپنی اندرونی آواز پر ہندی کی اس فضا کو ختم کرنے کے لیے میں بھوک ہڑتال شروع کر رہا ہوں اور اس وقت تک اسے جاری رکھوں گا جب تک پارلیمنٹ شرطوں والا قانون نہ منظور ہو جائے ۔

اردو پر سب کا حق

جانشین مہاتما گاندھی جی "آچاریہ ونوبا بھاوے کی زبان سے کلکتہ کی ایک مکتب میں"

"بھارت بڑا ملک ہے یہاں ہر زبان کے نام پر اختلاف کرنا غلط ہے ۔ سب کو اردو کی تعلیم حاصل کرنا چاہئے ۔ لیکن سب کو اس کے پڑھنے کا موقع ملتا نہیں ۔ سب کو مادری زبان بھی پڑھنے کا موقع ملتا نہیں" وہ ملنا چاہئے " ہم نے اردو کا کافی مطالعہ کیا ہے ، ہمیں فارسی تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا ہے ۔ عربی کی مشق ہم نے زیادہ کی ہے ، فارسی کی کم ۔

عربی کا مجھے ذوق تھا اس لئے کہ میں قرآن پڑھنا چاہتا تھا۔ یہ سب تعلیم حاصل کرنے سے میرا کوئی نقصان نہیں ہوا ہے۔ میری مادری زبان مرہٹی ہے اس کو میری عربی، فارسی سے کوئی نقصان نہیں پہنچا بلکہ فائدہ ہی ہوا ہے۔"

(بھودان تحریک کاشی)

محمود غزنوی تاریخ کی روشنی میں

-۴

۱۔ مشہور مورخ ہند ڈاکٹر تاراچند ممبر پارلیمنٹ کا بیان

"محمود غزنوی کے حملوں کو مذہب کے رنگ میں رنگ دیا گیا ہے۔ مگر تاریخ بتلاتی ہے کہ حقیقت کیا ہے ....

سبکتگین کا لڑکا محمود جو ایک جری سپاہی اور اولوالعزم سپہ سالار تھا سامانیوں کو خراسان سے نکال کر سلطنت کا مالک بن جاتا ہے۔

اس کے سامنے آل بویہ اور خلافت کا جھگڑا ...... محمود کو ایران پر تسلط کا موقع ملا۔ مسلم و غیر مسلم فوج لیکر شمالی ایران کو روندنا شروع کیا۔ اور اسی زمانہ میں دیلمیوں سے جنگ چھڑ گئی۔ اِدھر مشرق کی سرحد میں ہندوستان والے جنھیں سبکتگین نے افغانستان سے باہر کر دیا تھا۔ اس تاک میں تھے کہ کھوئے ہوئے ملک کو پھر لے لیں۔ محمود نے دو جہتی لشکر کشی شروع کر دی۔ ایک مرتبہ ہندوستان پر حملہ کرتا تھا اور دوسری بار وسط ایشیا ایران پر نہ مسلمان ریاستوں نے اس کا مقابلہ کیا نہ ہندو راجوں نے۔ اِدھر اس نے اسلامی علاقوں پر قبضہ کیا اُدھر مندروں کو گرایا اور مال و دولت کو لوٹا۔ نہ مسلمانوں کے ساتھ رعایت کی نہ ہندؤں کو چھوڑا۔

درباری شاعروں نے تعریف کے پل باندھ دیئے۔ خلیفہ نے یمین الدولہ اور

Marfat.com

امین الملت کے خطابوں سے سرفراز کیا۔ کوئی پوچھے کہ جس شخص نے ایران کے مسلمان حاکم خاندانوں کو تباہ کر دیا اور خلافت کو اپنی قسمت پر چھوڑ دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چنگیز اور ہلاکو غیر مسلم سرداروں نے اسلامی حکومتوں اور عباسی خلافت کو خاک میں ملا دیا۔ اُسے کس طرح اسلامی دولت کا دایاں ہاتھ اور اسلامی ملت کا بھروسا سمجھا جائے۔"

مورخ ہند ڈاکٹر تارا چند کے قلم سے

ب :- " محمود غزنوی کے جنگ وتاز کے درمیان میں ہندو سماج اور ہندو ریاست کا کہاں نشان تھا؟ محمود آتا ہے متھرا کو نگر کوٹ کو قنوج کو سومنات کو تہ و بالا کر دیتا ہے۔ کہیں اس کا ذکر نہیں کہ کسی ہندو سنگھٹن نے ان پوتر استھانوں کی حفاظت کیلئے کوشش کی۔

غزنی سے کالنجر تک دبا دیے ہوئے ہیں سوائے مقامی راجوں کے کوئی پرسان حال نہیں ہوتا .... پھر اس کا کیا جواب ہے کہ کیوں محمود نے اپنی فوج میں ہزاروں ہندو سپاہی بھرتی کر رکھے تھے اور کس طرح محمود نے ہندو سرداروں سے سندر لال بیجا بیو ندراٹے پر اعتماد کیا۔

احمد نیالتگین ہندوستان کا حاکم مقرر ہوتا ہے۔ بغاوت کا جھنڈا اُٹھاتا ہے محمود تلک کو اس کی سرکوبی کیلئے ہندوستان بھیجتا ہے تلک اور ہندو جات مل کر نیالتگین کا قلع قمع کر دیتے ہیں۔ کرمان میں جنگ ہوتی ہے محمود کی فوج کے سردار توش تگین دو ہزار ہندو ایک ہزار ترک ایک ہزار کرد اور عرب سپاہیوں کو لے کر لڑنے جاتا ہے۔ دشمنوں کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر فوج تتر بتر ہو جاتی ہے۔ ہندوستانی افسر بھاگ کر غزنی پہنچتے ہیں۔ محمود انہیں برخاست کر دیتا ہے چھ ہندو افسر اتنے شرمندہ ہوتے ہیں جگر میں خنجر بھونک لیتے ہیں اور جان قربان کر دیتے ہیں۔ وسط ایشیا میں مرو کے مقام پر محمود کے ہندو سپاہی لڑتے نظر آتے ہیں۔

.... بلخ کے نزدیک ہندو نوج کا قلعہ ہے اور اس جگہ کا نام "کافروں کا حصار" ہے۔ ان واقعات کی کیا تشریح ہے۔ بت شکن بادشاہ اور بت پرست سپاہیوں کا کیا رشتہ تھا۔ ہندو افسر کیوں مسلمان امیر کے لئے جان دیتے تھے اور مسلمان امیر کیوں ہندو افسروں پر بھروسہ کرتے تھے۔

محمود کی اولاد تقریب ایک سو پچاس برس تک پنجاب پر حکومت کرتی ہے۔ اس عرصے میں ہندوستان میں کہیں بھی ہلچل نہیں ہوتی۔ ہندو سماج میں کوئی ایسا جیالا نہیں نکلتا جو مذہب کے نام پر راجاؤں کو جمع کرے۔ اور دشمنوں سے لوہا لے۔ غزنویوں سے آکر کوئی پنجاب خالی کراتا ہے تو وہ غوری کا خاندان ہے۔"

منبع :- مورخ ہند ڈاکٹر تاراچند ممبر پارلیمنٹ کے اسلامی کانفرنس احمد آباد کے موقع پر)

" اسلامی تہذیب و تمدن اور ثقافت کے مطالعہ سے روح میں بالیدگی اور فکر و نظر میں زندگی پیدا ہوتی ہے۔

ہمیں آج بھی ان جواہر پاروں کی تلاش و جستجو کرنی چاہئیے۔ اس تہذیب نے ہزار سال سے زائد تک دنیا کو روشنی دکھائی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اسلامی تہذیب ہی یورپین تہذیب و تمدن کا سرچشمہ رہی ہے اور مشرقی وسطیٰ میں یہ تہذیب اپنے نقطۂ عروج پر تھی اور اس نے اتنے بڑے بڑے محقق پیدا کئے جنہوں نے ساری دنیا کو فکر و نظر کی بصیرت عطا کی..... اسلام کی سب سے بڑی عظمت یہ ہے کہ وہ عقیدۂ توحید کا علمبردار ہے جس نے اس مرکزی عقیدہ پر ساری دنیا کی توجہ مرکوز کر دی اور دنیا کے ذہن کی کایا پلٹ دی۔ اور انسانی بزرگی اور بلندی کے اونچے مقام پر لاکھڑا کر دیا۔ جہاں من و توکی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔"

Marfat.com

ہندوستان کے ممتاز مورخ ڈاکٹر تارا چند ممبر پارلیمنٹ کا انٹرویو

نمائندہ رہنمائے دکن حیدرآباد کو

"عقیدۂ توحید کو پیش کر کے مسلمانوں نے دنیا کی سب سے بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اسلام نے بڑی ہی پاکیزگی و صفائی سے توحید کا عقیدہ پیش کیا ہے۔ اگرچہ ہندویت اور عیسائیت بھی توحید کی حامی ہیں لیکن ہندوؤں میں توحید کا مسئلہ دوسری باتوں میں ملوث ہو گیا ہے۔ جیسے کہ عیسائیوں نے تثلیث کی شکل اختیار کر لی ہے۔ اسلام کا عقیدۂ توحید انسانیت اور تمام مذہبوں کیلئے بہت اہم ہے اور آج دنیا کو اسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔"

صدر جمہوریہ ہند کی تقریر بین الاقوامی فلمی میلے کے افتتاح پر

مجھے یقین ہے کہ فلموں کے بین الاقوامی میلوں کے ذریعے سے عالمی امن کے [illegible] میں مدد ملے گی۔ فلم عوام پر پہنچنے کا ایک مقبول ذریعہ ہے۔ فلمیں اپنے جذبات کی عکاسی کرتی ہیں۔ یہ عالمگیر برادری کا ذریعہ ہیں۔ فلموں اور فلمی فنکاروں میں یہ طاقت ہے کہ وہ انسانوں میں ثقافتی اور روحانی انقلاب لا سکتے ہیں۔

میری خالص دعا ہے کہ [illegible] کی توفیق عطا کرے۔ فنکاروں کی خدمت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ لوگوں اور قوموں کو ایک دوسرے کے قریب لا سکتے ہیں۔

اور مسز اندرا گاندھی وزیر اطلاعات نے اپنے خطبے میں کہا کہ اس فلمی میلے

کے ذریعے دنیا کے دیکھنے کے لئے کھڑکی کھلتی ہے۔ اور سنیما عصرِ حاضر کی زندگی کا جزو بن چکا ہے۔"

اک سبق آموز تحریر

ب ۔ م

صدرِ جمہوریہ ہند ڈاکٹر سر رادھا کرشنن کی زبان سے ان کی آپ بیتی کی چند سطریں پہلی بات جو میں کہنا چاہوں گا وہ یہ ہے کہ میں انتہائی عاجزی سے تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے اس زندگی میں جو کچھ پایا ہے۔ میں اس کا حقدار نہ تھا اور نہ اب حقدار ہوں نہ جانے کیوں قدرت اور ایشور نے اپنی شفقت و رحمت کا ہاتھ مجھ پر رکھا۔ اور میری زندگی کو جس طرح یہ ہاتھ چاہتے تھے مجھے بتائے بغیر بناتے چلے گئے۔ میری بڑائی جو کچھ ہے یہ پربھو کی کرپا اور ایشور کی دین ہے۔ البتہ غلطیاں، خامیاں کوتاہیاں سب کی سب میری ہی ہیں۔ اور میں ان پر سچے دل سے نادم ہوں۔

میں بچپن ہی سے ایشور کی کرپا پر بھروسہ کرتا آیا ہوں میں شروع ہی سے اس دکھائی دینے والی دنیا ہی کو سب کچھ نہیں تصور کرتا تھا میں یہ خیال جمع ہوا تھا کہ اس دنیا سے پرے کوئی اور دنیا بھی ہے اور اس دنیا کو ہم اپنی آنکھوں سے نہیں بلکہ صرف من ہی سے جان سکتے ہیں ....

مجھے لگتا ہے کہ زندگی کے اتنے برسوں میں ہر برس، ہر مہینے، ہر ہفتے، ہر دن ہی نہیں پل پل گھڑی گھڑی بھگوان نے میری رہنمائی کی ہے......

اگر اپنی زندگی کو بنانا میرے اپنے بس کی بات ہوتی تو آج میری کشتی کسی ساحل پہ لگی ہوئی ہوتی اتنی بات تو یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ میں نے خواب و خیال میں بھی نہیں سوچا تھا کہ میں کسی دن راشٹرپتی بنوں گا اور آزاد ہندوستان کا سب سے بڑا شہری کہلاؤں گا۔ یہ ساحل اور یہ منزل میری تلاش کا نتیجہ نہیں کسی اور ہی کی فکر اور سوجھ کی پیداوار ہے کہ کسی غیبی طاقت کی رہنمائی کی رہین منت اور کسی کی کرپا اور دیا ہے۔

Marfat.com

صدرِ جمہوریہ ہند سروپلی رادھا کرشنن کی حقیقت بیانی

ح :-

میں نے عیسائی مشنری اسکولوں اور کالجوں میں تعلیم پائی ہے اس سے مجھے عیسائیت کے متعلق بہت سی معلومات ہوئیں۔ اور جس زاویہ سے عیسائیت نے ہندومت پر نکتہ چینیاں کی ہیں اس کی تفصیلات کا بھی علم ہو گیا۔ لیکن کسی کے مذہبی جذبات اور احساسات مجروح کرنے سے میں نے ہمیشہ گریز کیا ہے۔ کسی کے مذہب میں روڑے ڈالنا مجھے اچھا نہیں لگتا۔ مذاہب بے شمار ہیں لیکن سب کی تان ایک ہی خدا پر جا کر ٹوٹتی ہے منزل سب کی ایک ہے راہیں جدا جدا ہیں۔

علمِ جدید نے ہم پر نئی راہیں کھولی ہیں اور علم کے نئے خزانوں سے پردہ اٹھایا ہے لیکن اس کے باوجود ہم پچھلی نسلوں سے کسی صورت برتر نہیں بلکہ روز بہ روز تنزل پذیر ہماری ذہنیت منفی ہے۔ سائنس اور مشین نے انسان کی روزمرہ سرگرمیوں کو سرد کر دیا ہے اور سائنس نے غربت کو نیست و نابود کر دینے کا بھی دعویٰ کیا ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ غربت موجود ہی نہیں بلکہ روز افزوں ہے۔

مذہب کے لئے عبادت لازمی ہے اور عبادت کے لئے خاموشی لازمی۔ خاموشی ہی میں انسان اپنی روح کی صدا سن سکتا ہے۔ عبادت خدا کی تلاش کا دوسرا نام ہے لیکن اکثر انسان اُس خدا کی جستجو میں بھٹکتے ہی رہتے ہیں جو ان کے دلوں میں موجود رہتا ہے۔ کم عقل انسان گہری جھیلوں میں غوطے لگاتا ہے۔ اونچے پہاڑوں کی بلندیاں پھلانگ جاتا ہے اور گھنے جنگلوں کی پُرخار راہوں میں مارا مارا پھرتا ہے۔ کیوں؟ وہ خدا کے حضور میں پیش کرنے کو کوئی حسین پھول ڈھونڈ رہا ہوتا ہے لیکن اسے معلوم نہیں کہ دونوں ہاتھ جب مل کر دعا کو اٹھتے ہیں تو ان کی شکل کنول کے پھول کی سی ہو جاتی ہے اور یہی وہ پھول ہے جو خدا کو ہمیشہ بہت عزیز ہے۔"

6 پنڈت جی کی طرف سے

أ :- نئی دہلی - ۱۶ اپریل ۱۹۶۴ء "پنڈت جواہر لال نہرو نے (۵۰۰۰۰) پچاس ہزار کی دو چکیں اڑیسہ کے وزیر اعلیٰ اور جمشید پور کے ضلع مجسٹریٹ کے نام اس غرض سے روانہ کی ہیں کہ بقرعید کے قبل ہی ان کے لئے نئے کپڑے خرید کر اس علاقے کے مصیبت زدہ مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے جائیں۔"

ب :- لکھنؤ کے بھرے کانگریس کے سالانہ اجلاس میں وہ بھی آزادی کے بعد ہمارے مرحوم وزیر اعظم جواہر لال نہرو کا کہنا کہ "خواہ مخواہ مجھے "پردھان منتری" کہتے ہیں "وزیر اعظم" جیسے سندر لفظ کو چھوڑ کر"

ج :- مرحوم جواہر لال نہرو سابق وزیر اعظم کا مشہور قول درج ہیں :-

"میری خواہش یہ ہے کہ جب میں اس دنیا سے گزر جاؤں اور لوگ میرے بارے میں پوچھیں کہ وہ کیسا شخص تھا۔

تو جواب دیا جائے کہ وہ ایسا شخص تھا جس کو ہندوستان اور ہندوستانیوں سے بے پناہ عشق تھا۔

اور ہندوستانیوں نے بھی اس کی محبت کی پوری قدر کی - اور اسے بھی پر خلوص محبت سے نوازا۔"

د :- دیگر کسی قوم کی طرح اہلِ ہند کا بھی یہ خصوصی حق ہے کہ وہ آزاد ہوں - اپنی محنت کے ثمرات اور زندگی کی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں تاکہ انھیں نشو و نما کے مکمل مواقع میسر آ سکیں - جواہر لال نہرو۔

---

7 - ہفت روزہ روہیلکھنڈ اخبار بریلی

۱ :- ایڈیٹر - رنبیج بہادر سنہا کے قلم سے :-

Marfat.com

کلکتہ سے لے کر رورکیلا تک کے یکطرفہ فسادات رونما ہونے تک اگر ردعمل کا شیطانی فلسفہ کوئی حقیقت رکھتا ہے تو سارا ردعمل اخبارات کی اشتعال انگیزی کا تھا۔ جس کے لئے ہندوستان کی صحافت آئندہ نسلوں کے سامنے جوابدہ ہوگی .... جہاں تک میری یادداشت میں ہے بھارتی قانون کی کتابوں میں کہیں نہ کہیں ایک دفعہ ضرور ایسی موجود ہے۔ کہ ملک کے اخبارات ایسی خبریں نہیں شائع کر سکتے جس سے ہندوستان کے تعلقات کسی دوسرے ملک سے خراب ہوں، ضرورت صرف اسی قانون کو پاکستان کی نسبت سے حرکت میں لانے کی ہے .... ایسے بنیادی احتیاطی اقدامات کے بعد ہی پاکستان کے درمیان تعاون کے امکانات پر غور کیا جاسکتا ہے۔"

سلک قدیم کے ہندو

نمبر ۱

روہیل کھنڈ اخبار بریلی کے ایڈیٹر مسٹر فتح بہادر سنہا کے قلم سے بہ سلسلہ جشن ولادت صد سالہ منشی دوارکا پرشاد افق لکھنوی۔

" انیسویں صدی اور بیسویں صدی ہی کے نصف اول میں اکثر ہندو منشی گھرانے کے کائستھ گھرانوں میں اردو مسلمان تعلیم یافتہ گھرانوں کی طرح پروان چڑھائی جاتی تھی۔ ہندو کائستھ گھرانوں میں عربی کی جگہ برج بھاشا بہ خط دیوناگری کا بھی چلن شروع ہوگیا تھا .... ملک الشعراء منشی دوارکا پرشاد افق ایک بڑے ادب پرور گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا مسلک اہل ہنود کے مذہب ہندوؤں کی طرح صلح کل تھا .... چنانچہ حضرت افق اگر ایک طرف ہندو دھرم گرنتھوں سے فارغ ہوکر گرونانک دیو اور گرو گوبند سنگھ کی منظوم سوانح عمریاں مرتب کر رہے تھے تو دوسری طرف "ساکہ کربلا" پر ایک بے جواب مرثیہ لکھا جو اب نایاب ہے۔"

Marfat.com

شری تیج بہادر سنہا کے قلم سے ان کے روہیلکھنڈ اخبار بریلی میں

" اس وقت مہاتما گاندھی ملک کی سیاست میں بڑی خاموشی کے ساتھ داخل ہو چکے تھے۔ لیکن بڑے بڑے لیڈروں کے سوا ان کی عظیم روحانی طاقت اور بے پناہ تنظیمی قوت سے کوئی بھی فائدہ اٹھانے کیلئے آگے نہیں بڑھ رہا تھا۔

مولانا محمد علی پہلے ہندوستانی لیڈر تھے، جن کی نگاہ نے اس گوہر کو پہلی ہی نظر میں بھانپ لیا، اور مسئلۂ خلافت میں انہیں مکمل طور پر اپنا ہم خیال و شریک بنا لیا۔ اس سے پہلے جب مہاتما گاندھی ملک کا دورہ کرتے تھے تو لوگ انہیں جانتے پہچانتے بھی نہیں تھے۔ لیکن مولانا محمد علی نے اپنی تنہا ذات سے انہیں عوام کے اس قدر قریب لا کر کھڑا کر دیا کہ ان پر بھیڑیں ٹوٹنے لگیں۔ اور آنِ واحد میں وہ ہندوستان کے بن تاج کے بادشاہ بن گئے۔

صرف یہی نہیں کہ انہوں نے جنگِ آزادی کے عظیم جنرل اور رہنما کو ڈھونڈ نکالا اور اُسے ملک کی قیادت سونپ دی بلکہ انہوں نے ہندوستان کے مستقبل پر بھی بھرپور نگاہ ڈالی اور صدر کانگریس بنتے ہی جواہر لال جیسے شرمیلے نوجوان کو ملک کے لیڈروں میں صف اول دلانے کے لئے کانگریس کا جنرل سکریٹری مقرر کیا۔ یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ مولانا محمد علی کی نظر انتخاب پڑتے ہی جواہر لال نہرو ملک کے نوجوانوں کے محبوب تر لیڈر بن گئے۔ اور چند ہی سال کے اندر انہوں نے ایسی بے پناہ مقبولیت حاصل کر لی کہ مہاتما گاندھی نے انہیں اپنا سیاسی وارث تسلیم کر لیا۔

اس طور پر ملک میں گاندھی یگ، اور جواہر لال یگ لانے کا پورا کریڈٹ مولانا محمد علی کو پہنچتا ہے"۔

۸۔ گاندھی جی کی طرف بازگشت

ا:۔ موجودہ وزیر اعظم شاستری جی کی تقریر بمبئی میں ۲ر نومبر ۱۹۶۴ء کو کانگریس کارکنوں کی ایک مجلس میں :۔

" وزیر اعظم کا عہدہ سنبھالنے کے بعد میں اپنے دفتر اور گھر کی شکل و صورت میں تبدیلی دیکھ کر گھبرا گیا۔ اس لئے بیش قیمت آرائشی سامان اور فرنیچر کا انبار لگا دیا گیا تھا، ان میں سے بعض چیزیں ایسی تھیں کہ بس تکتے ہی رہئے۔ مجھے تو خوف کا احساس ہوا اور میں یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ میں اپنے گھر میں جوتے اتار کر چلوں یا جوتے پہنے پہنے چلوں کیونکہ قالینوں کے خراب ہو جانے کا اندیشہ تھا آپ جانتے ہیں کہ میں کسان ماحول کا آدمی ہوں اور یہ تبدیلیاں میرے لئے حد سے زیادہ تھیں۔ غیر ضروری اخراجات سے بچنے کے لئے میں نے افسروں سے کہا کہ وہ سارا نیا سامان بدل دیں اور مجھے حکومت کی تحویل میں موجود پرانا سامان لا دیں۔ مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ یہ پرانا سامان بھی بڑی شان و شوکت کا تھا۔"

حلفِ آزادی کے سمے کی تقریر

ب:۔ ہمارا راستہ صاف اور سیدھا ہے۔ یعنی ہم داخلی طور پر آزادی و خوشحالی پر مبنی سوشلسٹ جمہوریت کی تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ اور خارجی طور پر امن عالم کی برقراری اور سبھی اقوام سے دوستانہ تعلقات رکھنے کے خواہشمند ہیں۔

اس سیدھے راستے پر گامزن ہونے اور ان درخشاں آدرشوں کے حصول کیلئے ہم آج خود کو از سر نو وقف کرتے ہیں۔"

لال بہادر شاستری، وزیر اعظم ہند۔

Marfat.com

غریب کی طالب علمی

ج:-

لکھنؤ ۲۰ نومبر ۱۹۶۶ء

ڈاکٹر ویاعظم شاستری جی نے لکھنؤ یونیورسٹی کے طلباء کے سامنے اپنی تقریر میں کہا کہ :-

" میں نے طالب علمی کا زمانہ بڑی غریبی میں کاٹا ہے ۔ اور اس لئے میں جانتا ہوں کہ غریب لڑکے کن مشکلات سے دوچار ہوتے ہیں ۔ میں نے برسوں ایک وقت کے کھانے پر بسر کیا ہے ۔ اور ڈھائی روپیہ پر گذر کیا ہے "

---

۹ -

شیریں خواب

ا :-

(اردو کنونشن اجلاس لکھنؤ کے صدر شنبو پرشاد سنہا کے خطبۂ صدارت سے)

آخر وہ کونسا نصب العین ہے جس کی طرف ہمارے جملہ توجہات مرکوز ہونا چاہئے ۔ جہاں تک میری رائے کا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی اور وقتی مراعات سے ہرگز کام نہیں چل سکتا ۔ اردو کو یوپی ، دہلی ، پنجاب ، بہار ، آندھرا ، مدھیہ پردیش ، مہاراشٹر ، راجستھان وغیرہ میں علاقائی زبان ضرور قرار دیا جانا چاہئے ۔ نیز دیگر ریاستوں میں اسے اس کا مناسب مقام ملنا چاہئے ۔

اس کے واسطے سر دھڑ کی بازی لگا دینا ہم سب کا فرض ہے اور جب تک ہم کو ہمارے

مخصوصہ حقوق نہ مل جائیں آرام سے بیٹھنا ہم پر حرام ہو جاتا ہے ۔

اردو نواز سرکار

ب :-

(آل انڈیا اردو کنونشن کے اجلاس لکھنؤ کے صدر جناب شنبو پرشاد سنہا صاحب کے خطبۂ صدارت سے)

۱۱/

Marfat.com

”مردم شماری کے اعداد کے شمار سے ضلع ایٹہ (یوپی) میں اردو بولنے والوں کی تعداد 63944 ہے۔ لیکن ضلع بھر کے کسی بھی پرائمری اسکول کا ذریعہ تعلیم اردو نہیں۔“

بے بسی کا اعتراف

۱:-

(یوپی کی وزیر اعلیٰ مسز کرپلانی کی تقریر وفد انجمن اسلامیہ کے جواب میں ۲۲ دسمبر ۶۴ء کو)

”حکومت چاہتی ہے کہ اردو کی ترقی کے لئے جدوجہد کرتی رہے اور وزیر اعلیٰ نے کئی بار اپنی کابینہ کے رفیقوں سے اس مسئلہ پر تبادلۂ خیال کیا ہے۔ لیکن ریاست کے اندر بعض عنصروں کا موڈ اس قدر سخت ہوگیا ہے کہ اکثر معاملات میں حکومت اپنی پالیسیوں کو عملی جامہ پہنانے میں دشواری محسوس کرتی ہے۔“

حقیقت شناسی اور حق شناسی

ب:-

رائے بریلی ۱۱ مئی ۶۵ء یہاں کے موضع راجیہ مئو کے عام جلسے میں تقریر کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ مسز کرپلانی نے کہا کہ:-

”غریبی کو دور کرنے کے لئے گھریلو اور چھوٹی حرفتوں کے فروغ کے لئے گاؤں کے بارسوخ لوگوں اور سابق زمینداروں سے مدد لینا چاہئیے۔“

ایک ہندو معاصر کا تبصرہ

”اہل لیبیا ہندوستان کی شرم وحیا کے بہت قائل اور اس کے مداح ہیں۔ اسلئے وہ یہاں کی بنی ہوئی فلمیں پسند کرتے ہیں برخلاف اسکے جو فلمیں ان کے ہاں مصر و شام سے بن کر آتی ہیں ان میں عریانی اور بے حیائی بہت زیادہ ہوتی ہے اسلئے وہ وہاں سخت ناپسند کی جاتی ہیں۔“

Marfat.com

سری پرشوتم داس ٹنڈن ——— دورِ آزادی سے قبل

(یکم اپریل ۱۹۳۸ء کو یوپی اسمبلی میں اسپیکر یا صدر (اسمبلی) کی زبان سے)

" ان ممبران صاحبان کو جنہوں نے بار بار مجھے لکھا تھا اور زبانی بھی اسی ہاؤس میں جنہوں نے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ ان کو اسمبلی کی کارروائی کے کاغذ اردو اور ہندی میں ملا کریں۔ یہ جان کر خوشی ہوئی ہوگی کہ آج سے میرا انتظام ہوگیا ہے کہ آج اور قریب قریب برابر آئندہ کل کاغذات جن پر یہاں کام ہوتا ہے۔ ہندی اور اردو میں دے سکوں گا۔ چنانچہ آج کے سوالوں کا ترجمہ یہاں میز پر موجود ہے۔ میرے دفتر کے لوگوں کو یہ معلوم نہیں ہے کہ کن لوگوں کو اس ترجمے کی ضرورت ہے اگر وہ ذرا کھڑے ہوجائیں تو دفتر کے لوگ وہاں پر فوراً ہندی اور اردو میں پہنچا دیں۔

نوٹ :۔ مدیر صدق کا تبصرہ بھی ملاحظہ ہو :۔

" اور یہی نہیں ۳۸ء میں یوپی اسمبلی کے خود اسپیکر کے حکم سے یہ فیصلہ صادر ہو چکا ہے۔ کہ کاغذات کارروائی کی نقلیں اردو اور ہندی دونوں میں ممبروں کو ملا کریں گی۔ اور اس طرح عملاً دونوں زبانوں کا مساوی وجود اسمبلی کو تسلیم ہو چکا ہے۔ بلکہ حیرت کے کانوں سے یہ چیز بھی سن لیجئے کہ اس وقت کے صدر اسمبلی، اسپیکر کوئی نفیس الحسن نہیں بلکہ راج رشی سری پرشوتم داس ٹنڈن تھے۔ وہی ٹنڈن جی جنہوں نے ۴۷ء میں آزادی کے بعد اردو دشمنی کا ریکارڈ قائم کر دیا تھا۔

خدا بھلا کرے پنڈت نرائن ملّا سابق جسٹس الہ آباد کا جنہوں نے اپنے خطبۂ صدارت اردو کانفرنس جے پور میں یہ پورا اقتباس دے دیا ہے۔

۴۷ء کی دنیا ۳۸ء کی دنیا سے کتنی عجیب ہوگئی"۔

Marfat.com

ہندو کش اورنگ زیب

(ڈاکٹر نریندر ناتھ سنہا کے قلم سے بہ سلسلۂ جنگ شہزادہ شجاع' اورنگ زیب)

" جنگ کے خاتمہ پر اورنگ زیب نے باغی شہزادہ شجاع کے تعاقب کے لئے شہزادہ محمد کی سرکردگی میں فوج بھیجی اور شہزادے کی ماتحتی میں اپنے سرداروں کا انتخاب کیا۔

آگے اُن سرداروں کے نام ہیں۔ ان میں ۱۲ مسلمان سرداروں کے علاوہ پانچ ہندو بھی ہیں۔ ہندو سردار! اورنگ زیب کی فوج میں!

جی ہاں؟

اس متعصب اور ہندو کش اورنگ زیب کی فوج میں اور ایک نہیں متعدد۔ اور اتنا اعتماد بھی ہندو سرداروں پر کب؟ عین اس وقت جب بڑا معتمد راجپوت سردار اپنے کئی ماتحت سرداروں اور چودہ ہزار فوج کے ساتھ عین معرکہ جنگ میں ٹوٹ کر دشمن سے جا ملا تھا۔ اور اورنگ زیب کے اعتماد کو اس اچانک اور شدید غداری کا دھکا ابھی زائل نہیں ہوسکا تھا۔"

نوٹ:۔ غداری کا لفظ بھی انہیں ڈاکٹر نریندر ناتھ سنہا کا استعمال کیا ہوا ہے۔

ملّا کی زبان

اردو کے مشہور و معروف شاعر اور ریٹائرڈ جج ہائی کورٹ الٰہ آباد پنڈت آنند نرائن ملّا کا بیان ۱۲ مارچ کو لکھنؤ میں انجمن ترقی اردو یوپی کے دفتر کے افتتاح کے موقع پر

" خود میری زبان مردم شماری کرنے والوں نے اپنے طور سے ہندی لکھ دی تھی۔ میں نے اسے کٹوا کر اردو لکھوائی اور پوچھا کہ ہندی کیوں لکھ دی گئی تھی تو جواب ملا کہ آپ ہندو تھے اس لئے لکھ دیا کہ آپ کی مادری زبان ہندی ہے۔"

Marfat.com

ڈشری کے سی سین ۔ سرکاری ڈائری ریسرچ ڈائرکٹر جو حال میں ریٹائرڈ ہوگئے ہیں)

"ہمارے لئے سب سے کٹھن کام ان تعصبات کا مقابلہ کرنا ہے جو صدیوں سے نسل بعد نسل ہمارے عوام میں منتقل ہو رہے ہیں۔ گاؤکشی کے بارے میں جذباتی نظریئے کبھی ماضی میں مفید رہے ہیں تو ہوں، مگر اب انہیں نئے سرے سے ہوا دینا شرپسندی کے سوا کچھ نہیں۔ ناکارہ مویشیوں کے جنگلی قسموں کے وجود سے ہمارے زرعی مسائل پر جو بار پڑ رہا ہے اس کے باعث ہر سمجھدار کاشتکار ایسے مویشیوں سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے اور وہ کبھی یہ نہیں سوچے گا کہ انہیں کون لے جا رہا ہے، اور کس مصرف میں لائے گا۔"

اردو 75 سال قبل

(اسٹیٹسمین کے ۷۵ سال قبل والے کالم سے، یعنی ۶ اپریل ۱۸۸۹ء کے پرچہ میں معاصر گلوب کے حوالے سے)

"قیصرِ ہند ملکہ وکٹوریہ عنقریب ہندوستانی زبان سیکھنا شروع کرنے والی ہیں۔ جو ان کی رعایائے ہند کے ایک بڑے طبقہ کی زبان ہے۔ اور اس غرض کے لئے انہوں نے ہندوستان سے حاجی عبدالکریم صاحب کو طلب کیا ہے جو انگلستان آکر اس زبان کی تعلیم دیا کریں گے۔

طریقۂ کار کی صلاحیت

ملک کے نامور مقنن اسری سنتیل راؤ سابق اٹارنی جنرل ہند کی تقریر، راجستھان یونیورسٹی (جے پور) کے ایک سیمنار میں۔ ۱۰ جنوری ۶۵ء۔

"شادی بیاہ، یا وراثت وغیرہ کے متعلق مسلم قانون میں حکومت کی طرف

سے اصلاح یا ترمیم کی تحریک کا وقت ابھی نہیں آیا ہے، جس کا ایک سبب علاوہ دوسرے اسباب کے یہ ہے کہ ہندوستان کی مخصوص بین الاقوامی ذمہ داریاں ہیں ......

بہر حال جب تک اقلیتی فرقہ کی خاصی بڑی تعداد اصلاح کی تجویز خود نہ پیش کرے، اس وقت تک حکومت، مسلم لاء میں ترمیم کے لئے قانون سازی کو شاید مناسب نہ سمجھے۔"

صدر کانگریس مسٹر کامراج جی خطبۂ صدارت سے

"جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے اس سے اختلافی مسائل کو طے کرنے کیلئے پرامن طریقوں پر عامل رہنے کی ہماری پالیسی اب بھی جاری ہے۔ میں اس مسئلے میں مزید کچھ کہنے سے گریز کرتا ہوں۔ کیونکہ ہندوستان و پاکستان کو دوست ہمسایوں کی طرح رہنا ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ ہمارے اختلافات پر زور نہ دیا جائے بلکہ ان باتوں کو اجاگر کیا جائے جن پر ہم میں اتفاق ہے۔"

سیکولر سرکار کے بیچے بہی خواہ

(وزیر اعلیٰ بنگالہ مسٹر پی، سی سین کا بیان ریاستی اسمبلی میں)

"بنگال میں ۹ جنوری سے پہلے اور بعد میں جو کچھ ہوا اس سے میرا سر شرم سے جھک گیا ہے۔ پولس کے بعض عہدہ داروں نے اپنے فرائض سے غفلت برتی ہے۔ ان کے خلاف سخت کارروائی پر غور کیا جا رہا ہے۔"

قانون کی بے بسی

حیدرآباد ۔ ۱۲ فروری ۱۹۶۴ء مرکزی وزیر ریاست امور خارجہ مسز لکشمی منن

Marfat.com

سنی مارل اور سوشیل ہائیجین (اخلاقی اور معاشرتی حفظانِ صحت) کی دسویں قومی کانفرنس کی صدارت کرتے ہوئے کہا کہ :-

"عصمت فروشی کی لعنت کو ختم کرنے کے لئے لازمی ہے۔ کہ ثانوی درجات تک عورتوں کی تعلیم مفت اور لازمی قرار دی جائے۔ لیکن تعلیم سے مراد موجودہ تعلیم نہیں جو ادھوری دی جاتی ہے، بلکہ ایسی تعلیم مراد ہے جو لڑکیوں میں زندگی کی اعلیٰ قدریں پیدا کرے۔ تاکہ وہ لالچ میں نہ آئیں۔ اور زندگی کے چیلنج کا مقابلہ بہادری سے کریں .... انسداد عصمت فروشی کے ایکٹ کی ترمیم کی جائے تاکہ یہ لعنت دور ہو۔"

کانگرس کے انسانی تیور

(صدر یو پی کانگرس سری اجیت پرشاد جین کا پیام یوم جمہوریہ کو)

"ہندوستان میں بسنے والے لوگ سب ہندوستانی ہیں۔ ہندوستان کے آئین کے تحت برابر کے حقوق کے حقدار ہیں .... مسلمانوں کی جائداد کا نقصان ہندوستان کا نقصان ہے۔ ہم نے عہد کیا ہے کہ ہم ہر قیمت پر امن قائم رکھیں گے، اور ایک ایک مسلمان کی حفاظت کریں گے۔ مسلمان ہمارے بھائی ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کو تکلیف نہ پہنچنے دیں۔"

اک معاصر کے اداریہ سے

"لسانی حیثیت سے اردو کو ختم کرنا بھی اگرچہ بہت بڑی ناانصافی ہے لیکن جن لوگوں نے اکثریت کے مزاج میں دخل حاصل کیا ہے۔ اور وہ اس کی نفسیات سے واقف ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اردو کو مٹانے کا حقیقی مقصد کیا ہے ......

Marfat.com

آپ ہندی سنسکرت، اکثریت کا احساس برتری اور اس کے صغریٰ کبریٰ کا صحیح زاویہ نگاہ سے جائزہ لیجئے تو اردو کو مٹانے کا سب سے بڑا ہندی سنسکرتی تہذیب اور قدیم دیومالائی تصورات کے احیاء میں پوشیدہ نظر آئے گا۔

مسٹر بہاری لال سوشلسٹ (یو پی)

گورنمنٹ نے اردو کو جو مسلمانوں کی زبان نہیں، ترقی دینے کے لئے پچھلے 15 سال میں کچھ نہیں کیا، اردو کی ترقی میں اب تک تمام فرقوں کی کوششیں شامل رہی ہیں۔

ریاستی سرکار کی اردو پالیسی

"ہم سب کی متفقہ پالیسی تھی اور یہ برقرار رہے گی .... دوسری علاقائی زبانیں بولنے والے اپنے مخصوص علاقوں میں رہتے ہیں۔ لیکن اردو بولنے والے ہندوستان بھر میں پھیلے ہوئے ہیں، اردو ایک عظیم الشان زبان ہے جس کا خزانہ علم و ادب سے مالا مال ہے .... حیدرآباد ہندو مسلم کلچر اور مشترکہ تہذیب، مختلف زبانوں اور تہذیب کے میل ملاپ اور اشتراک کے لئے سارے ملک بھر میں شہرت رکھتا ہے۔ حیدرآباد کی عظیم روایات کو آگے بڑھانا"

یہ سب مسٹر سنجیوا ریڈی نے کہا جو ابھی کل تک آندھرا کے وزیر اعلیٰ تھے اور اب بھی وہاں کی کانگریس لیجسلیچر پارٹی کے لیڈر ہیں۔ اور [illegible] ترقی بھون اڈیٹوریم کے کھچا کھچ بھرے ہوئے مجمع کے سامنے تالیوں کی گونج میں کہا اور انجمن ترقی اردو کے اس بڑے جلسے میں کہا۔

(۱) جس کا افتتاح وہ خود کرنے والے تھے۔

Marfat.com

(۲) جس کے صدر مسٹر ایم باگا ریڈی ایم۔ ایل۔ اے تھے۔

(۳) جس کی مجلس استقبالیہ کے صدر مسٹر بنارسی گپتا (صدر کارپوریشن) حیدرآباد تھے۔

(۴) جس میں ریاست کے موجودہ وزیر اعلیٰ مسٹر برہمانند ریڈی نے کھل کر فرمایا۔

"حکومت آندھرا کی پالیسی یہ رہے گی کہ ریاست کے اردو بولنے والوں کے ساتھ بھی عملاً وہی برتاؤ کیا جائے جو تلنگو بولنے والوں کے ساتھ کیا جاتا ہے" تلنگو آندھرائی علاقائی زبان ہے اور یہاں کی دوسری علاقائی زبان اردو ہے۔ ہم صرف لفظی ہمدردی پر یقین نہیں رکھتے، بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ لسانی پالیسی ہے۔ اس پر واقعتاً بھی عملدرآمد ہو اور اگر حکومت کی اردو پالیسی پر عمل نہیں ہو رہا ہے تو "انجمن تحفظ اردو" توجہ دلائے۔ حکومت غلطی کی اصلاح کرے گی۔ حکومت کو جانچنے کی کسوٹی یہ ہے کہ لسانی مذہبی اور دوسری اقلیتیں ہر طرح مطمئن رہیں"۔

جس میں کھل کر حصہ لیتے ہوئے وہاں کے وزیر اوقاف۔ وٹرانسپورٹ میر احمد علیخاں ذرا بھی شرمائے کترائے نہیں۔ بلکہ صاف صاف یہاں تک کہہ گئے کہ حیدرآباد کو ملک گیر اردو تحریک کا مرکز بنایا جائے۔ اردو والوں کو اپنے حقوق کے حصول در بازیابی کے لئے پیچھے ہٹنے کی ضرورت نہیں۔ اردو کی ابتدا دکن سے ہوئی ہو یا گجرات سے یا دہلی سے یا پنجاب سے اس تحقیق کو تو اہلِ تحقیق کیلئے چھوڑ دیجئے۔ سوال اب اردو کی حیاتِ نو کی سرزمین کا ہے۔ اس نئی جنم بھومی کیلئے حیدرآباد ہی مقدر ہو چکا ہے"۔

اقتدار سے پہلے

آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے اجلاس منعقدہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۷ء کلکتہ کا ایک ریزولیشن:-

آل انڈیا کانگریس کمیٹی اپنی اس پالیسی کو پھر دہراتی ہے، جسے کانگریس نے اپنے بنیادی حقوق والے ریزولیشن میں شامل کیا ہے "

" ہر شہری کو آزادیٔ ضمیر کا حق حاصل ہوگا۔ اور حق ہوگا کہ آزادی سے اپنے مذہب کا اقرار کرے۔ اور اس پر عمل پیرا ہو بشرطیکہ امن عامہ اور اخلاق اس سے خراب نہ ہوں۔

اقلیتوں کی معاشرت، زبان یا رسم الخط اور مختلف زبانوں کے رقبہ کی حفاظت کی جائے گی۔ قانون کی نظر میں تمام شہری برابر ہوں گے، خواہ ان کا مذہب، ذات، فرقہ یا جنس کچھ ہی کیوں نہ ہو۔

سرکاری نوکریوں، ذمہ داریوں، عہدوں، اعزاز اور پیشوں یا کاموں کے کسی شہری کو بوجہ اس کے جنس، فرقہ یا ذات سے محروم نہ کیا جائیگا۔ تمام مذہبوں کے متعلق حکومت غیر جانبدار رہے گی "

ہم عصر ملاپ کے اڈیٹوریل سے

" ایک بھائی لکھتے ہیں پوچھتے ہیں اردو کا مستقبل کیا ہے؟ میں کئی روز سے سوچتا ہوں کہ اس کا جواب کیا دوں، کسی کو الزام دینا نہیں چاہتا، کسی کی نندا کرنا بھی نہیں چاہتا۔ لیکن جذبات سے پرے ہٹ کر ٹھنڈے دل سے سوچنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ملک کی سب سے بڑی طاقتور زبان کو خاموشی سے قتل کرنے کی کوشش اس ملک میں ہو رہی ہے۔ قتل کا نام کوئی نہیں لیتا۔ سب طرف کہا جاتا ہے کہ اردو بھی ہمارے ملک کی ہماری قومی زبان میں سے ایک ہے۔ ملک کی راج بھاشا ہندی ہے۔ باقی ۱۳ زبانیں قومی زبانیں ہیں۔ ان میں ایک اردو بھی ہے۔ لیکن عملی طور پر جو کچھ ہو رہا ہے اس کا نتیجہ صرف یہ ہوگا کہ اردو کا ذکر کتابوں میں رہے گا نہ ذخیرہ میں۔ دھیرے دھیرے یہ زبان اگر قانونی طور پر

زبان تو عملی طور پر ختم کردی جائے گی۔ قانون اور آئین میں اردو کا نام رہے گا ضرور لیکن عملی طور پر اردو کے جاننے والے چراغ لیکر تلاش کرنے پڑینگے۔

عربی کی کشش

ڈاکٹر گوپال ریڈی ممبر پارلیمنٹ وسابق وزیر آندھرا پردیش کی تقریر نظام کالج حیدرآباد میں عربی اسوسی ایشن کے افتتاح کے موقعہ پر:-

"ملک کے اکثر افراد کو یہ خواہش رہی ہے کہ وہ مغربی ملکوں کا دورہ کریں لیکن میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے مسلم ملکوں کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ میں کابل اور تہران کی سیاحت کرچکا ہوں اور قاہرہ اور دمشق، بیروت کے دورے سے تو ابھی واپس آیا ہوں۔ جامعہ ازہر کے معائنہ اور قاہرہ کی مسجدوں کے مشاہدے سے مجھے انتہائی حیرت ہوئی کہ جہاں تعلیم و تدریس کا انتظام کس شان سے ہوتا ہے۔ قاہرہ میں غیرجانبدار ملکوں کی کانفرنس میں جو مباحثے عربی میں ہوا کرتے تھے مجھے چونکہ عربی نہیں آتی۔ اس لیے ان کا ترجمہ انگریزی میں سنتا تھا لیکن جب اتفاقی سے عربی سننے کا آلہ لگایا تو عربی زبان کے سحر کو اس درجہ محسوس کیا کہ پھر انگریزی ترجمہ سننا گوارا نہ کیا۔"

وحدت دین کا کرشمہ

گورنر مدھیا پردیش ڈاکٹر پاٹسکر کا پیام صدر مسلم مجلس مشاورت کے نام

مجھے یہ معلوم ہوکر واقعی خوشی ہوئی کہ ڈاکٹر سید محمود کی بروقت قیادت

Marfat.com

ہیں مسلمانوں نے اس عظیم ملک میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی پیدا کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے سچا مذہبی شخص وہ ہے جو دوسروں کے مذہبی جذبات کا احترام کرے ۔ کوئی بھی مذہب انسان کو انسان سے نفرت کرنے کی تعلیم نہیں دیتا ۔ مذہب کے نام پر جھگڑوں کی بنیاد میں یہ تصور کارفرما ہوتا ہے کہ صرف ہمارا ہی سچا مذہب ہے یا ہمارا مذہب دوسرے مذہبوں سے زیادہ اچھا ہے ۔

بھوپال کا عظیم الشان اردو مشاعرہ

ڈاکٹر شنکر دیال شرما وزیر صنعت و حرفت مدھیا پردیش کی تقریر انقلاب ۔ ۵ فروری ۱۹۶۸ء کو بھوپال کے ایک عظیم الشان مشاعرے میں :-

" اردو کو کسی کے سہارے کی ضرورت نہیں اس کی شان ہی نرالی ہے ۔ اس کی شان کے ساتھ مجھے ایک اور شاندار ہستی کی یاد آ رہی ہے ۔ جو خود شاندار تھا اور شاندار چیزوں کو پسند کرتا تھا ۔

اردو کی یہ شان جواہر لال نہرو کو پسند تھی کہ وہ اپنے بل پہ ترقیوں کی بلندی کو چھو رہی ہے ۔ ہمارے موجودہ وزیر اعظم بھی اردو کے شاعر ہیں ۔ آپ یاد کیجیے کہ اسی بھوپال کے جہاں نما پیلس والے مشاعرے میں چند سال ہوئے شاستری جی نے اپنا کلام سنایا تھا ۔ خود مرکزی وزارت میں آج کچھ وزیر ایسے ہیں جو اردو سے نہ صرف بے پناہ محبت رکھتے ہیں ۔ بلکہ اس میں شاعری بھی کرتے ہیں "

پشیمانی پر پشیمانی ۔ جبل گردد ۔ جبلت نہ گردد

گاندھی جی کے قاتل ناتھو رام گوڈسے کے چھوٹے بھائی اور شریک جرم گوپال گوڈسے

Marfat.com

کی رہائی پر" جو جلسۂ مسرت" اوہان منگل کاریالیا" (پونا) میں ۱۱ نومبر سنہ ٦۴ء کو منعقد ہوا تھا، اس کے سلسلہ میں اک معاصر اڈیٹر کا ۱۴ نومبر کا بیان :-

تقریب کی صدارت مسٹر کیتکر نے کی اور جلسہ میں شریک مرد وزن کوئی ۱۵۰ کی تعداد میں تھے۔ پوجا کے بعد گوڈسے نے اپنے تجربات جیل بیان کئے۔

صدر نے اپنی تقریر میں کہا کہ :-

"گاندھی جی کے قتل سے کوئی تین مہینے قبل کی بات ہے کہ ناتھو رام گوڈسے مجھ سے اسی ارادۂ قتل کے "مالہٗ و ماعلیہٗ" پر گفتگو کیا کرتے تھے۔ میں اس ارادہ کا حامی نہ تھا۔ میں یہ کہتا کہ اس کے سیاسی و معاشری نتائج پر غور کر لو"

گاندھی جی کی پرارتھنا میٹنگ میں بم پھینکنے کی پہلی کوشش جب مدن لال کے ہاتھوں ناکام رہی تھی (اصل واقعہ قتل سے چند روز قبل) تو اس کے ایک ساتھی نے (جو آخر میں سرکاری گواہ بن گیا تھا) پونا آکر مجھ سے آیندہ کی اسکیم بیان کی تھی۔ غرض مجھے یہ علم تھا کہ یہ لوگ گاندھی جی کو مار کر رہیں گے"۔

تب اور اب

ہندوستانی مشہور مورخ و اہل قلم ڈاکٹر ایشوری پرشاد کی آپ بیتی سے خلاصۃً۔

"میری پیدائش انیسویں صدی کے آخر کی ہے۔ آگرہ کے دیہات میں سنہ ۹۹ء میں جب غلّہ روپیہ کا چھ سات سیر بکنے لگا تھا تو شمالی ہند میں سخت قحط پڑ گیا تھا۔ اور قحط زدہ بھوکے بھکاری اور بھکارنیں جو محض ڈھانچہ بن کر رہ گئی تھیں۔ اور جن کی پسلیاں تک گنی جا سکتی تھیں۔ ہر طرف سے نکل پڑی تھیں۔ ۱۹۰۵ء میں گیہوں کا نرخ ۲۰ سیر فی روپیہ تھا۔ چنے اور موٹے اناج ۳۰ - ۳۵ سیر فی روپیہ تھے۔ گھی کا نرخ ۱½ سیر فی روپیہ تھا۔

Marfat.com

مزدور دن بھر کے لیے دو آنہ میں مل جاتا تھا۔ اس دور میں نہ سینما تھے نہ الیکشن بازیاں۔ اسکولی زندگی سیدھی سادھی تھی، مخلوط تعلیم تو کوئی جانتا ہی نہ تھا۔ استادوں کا کام محض پڑھنا، پڑھانا تھا۔ سیاسیات سے انھیں کوئی بحث ہی نہ تھی۔ ان کے دلوں میں شفقت تھی اور شاگردوں کے دلوں میں ان کی عظمت و احترام نہ کسی کی جے پکاری جاتی تھی نہ زندہ باد کے نعرے لگتے تھے۔ استاد پوری توجہ و انہماک کے ساتھ اپنے کام میں لگے رہتے تھے۔"

دروغ و فروغ

چودھری چرن سنگھ وزیر زراعت یوپی کی تقریر ایک تہنیتی جلسے میں ۲۸ رفروری کو:۔

"میں اردو شاعری کیا ہندی شاعری سے بھی واقف نہیں ہوں اور اردو پڑھ بھی نہیں پاتا۔ لیکن اسمبلی اور کونسل میں میری تقریروں کو اردو تقریروں میں شمار کیا جاتا ہے۔"

نوٹ:۔ سچ ہے شاعری ایک چیز ہے۔ وزیر موصوف اپنی شستہ گھریلو اردو بولتے ہوں گے، ہندی کا بھنگار نہیں دیتے ہوں گے، یعنی خواہ مخواہ چیں مانوس الفاظ نہ بولتے ہوں گے جو یہ اردو بولنے کا الزام دیا ہے۔

دیوان چمن لال کانگریسی ممبر راجیہ سبھا

سرکار کسی ایسی کتاب کو فحش قرار نہ دے جس کا تعلق عوام کے

Marfat.com

مفاد سے ہو اور جو ادب سائنس اور آرٹ کی کسی صنعت سے تعلق رکھتی ہو۔"

حیدرآباد کی آفاقیت

(چیف جسٹس آندھرا پردیش کی تقریر صدارت ۱۱ فروری کو زراعتی کالج کے جلسۂ تقسیم اسناد میں)

"یہ امر باعث مسرت ہے کہ زراعتی کالج اور ملحقہ کالجوں نے اس شورش عام کے زمانہ میں اپنے ہاں کے روایتی ڈسپلن کو برقرار رکھا۔ میں لسانی نزاع کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتا کہ اس سے نمٹنا تو حکومت اور اس کے افسروں کا کام ہے البتہ یوم جمہوریہ کے موقع پر کسی قسم کی بھی بدنامی سخت ناپسندیدہ ہے۔ یہ امتیاز صرف جنوب و شمال کے سنگم حیدرآباد ہی کو حاصل ہے کہ یہاں کے رہنے والے نہ صرف پابند نظم و ضبط ہیں۔ بلکہ رواداری اور فراخ دلی کی اعلیٰ روایتوں کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔"

بے کمالی کا کمال

لکھنؤ ۱۵ فروری ۱۹۶۵ء یو پی کے پبلک سروس کمیشن کے ممتحنوں نے امیدواروں کے جوابوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

یو پی کی نئی نسل کو نہ ہندی آتی ہے اور نہ انگریزی اور سائنسی موضوعوں پر اس کے معلومات بہت ہی کم اور ناقص ہیں۔ ان کے جوابوں کو پڑھ کر انسان حیران ہو جاتا ہے کہ ایسے ناقص طالب العلموں کو یونیورسٹی کی ڈگریاں کیسے مل گئیں۔ یہ صاف ہے کہ تدریسی معیار بہت گھٹیا ہے۔ اور طالب العلموں سے

نامناسب رعایتیں کی گئی ہیں۔"

نوٹ :- یہ تبصرہ ان جوابات پر کیا گیا ہے جو یو پی سول سروس فینانس، اکاؤنٹس سروس، سیلس ٹیکس آفیسرز سروس وغیرہ کیلئے مقابلے کے امتحانوں میں بیٹھے تھے۔

ایں ہم غنیمت

(پھول پور ضلع الہ آباد کے تازہ انتخاب پارلیمنٹ کے موقع پر)

متحدہ سوشلسٹ پارٹی کے امیدوار سری جیسوال کے (مے نی فسٹو) منشور سے :-

"میری پارٹی سرکاری ملازمتوں میں ۴۵/- نشستیں پس ماندہ طبقوں کے لئے مخصوص و محفوظ کرانا چاہتی ہے۔ اور ان پسماندہ طبقوں میں ہریجنوں کے ساتھ پسماندہ مسلمان بھی ہیں۔

چیف جسٹس کی زبان

"سوشل جسٹس (مجلس عدل ادائے حقوق) کے لئے سیکولرزم لازمی ہے یعنی سب کو پورے موقع اور پوری سہولتیں اپنی ضرورتوں کے پورے کرنے کی حاصل رہیں۔

خواہ ذات، عقیدہ یا فرقہ کچھ بھی ہو۔ بدقسمتی سے ہندو مذہب جیسا کہ آج وہ اس سوشل جسٹس کا دشمن ہے۔

سوشل ترقی کی راہ کا پتھر ہے۔ اس لئے علیٰحدگی کی دیواریں کھڑی

Marfat.com

کر رکھی ہیں"۔

نوٹ :۔ ہم اس سے متفق نہیں یہ ذرا سمجھ کا پھیر ہے۔ جیسا آج کے کچھ مسلمانوں کی مذہب سے ہٹ کر غیر ذمہ دارانہ حرکتوں کو نااتفاقی سے اسلام کے سر تھوپنے کی نامناسب غلطی لوگ کر بیٹھتے ہیں۔ یہی حال کانگریس کا ہے کہ کانگریس تو اچھی ہے۔ کوئی کانگریسی آج کہیں متہم ہو تو اور بات ہے۔ مسلمانی اچھی ہے لیکن مسلمان آج کا گانی ہو تو ہو۔ ایسے ہی ہندو مذہب وہ آج کا ہو یا کل کا مذہب اپنی حدود میں کسی اخلاقی فاضلہ کا دشمن نہیں ہوتا ہندو مذہب کو سوشل جسٹس کا دشمن کہنا جسٹس نہیں بلکہ وہ ہندو جو اپنے دھرم پر کاربند نہ ہوں وہ سوشل جسٹس کے البتہ دشمن ہوں گے جو خود اپنے دشمن ہوں اُن سے اور کیا توقع؟

ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ ہمارا مقصد ان اقتباسات سے صرف لسانی پہلو پیش کرنا ہے یہ ضمنی چیز غیر ارادی طور پر اگر کہیں آجائے تو درگذر کی جائے۔

پوسٹ ماسٹر جنرل یوپی مسٹر اے، پی سنگھ کا بیان اخباری نمائندوں کو ۱۱ دسمبر ۶۴ء کو

" لکھنؤ میں روزانہ اوسطاً ۲۱ تار ہندی میں وصول ہوتے ہیں، ۱۰۸۹ انگریزی میں اور لکھنؤ سے روزانہ اوسطاً ۱۵ تار ہندی میں روانہ ہوتے ہیں اور ۸۶۵ انگریزی میں" مگر صاحب موصوف کی زبان ہے اردو —

وزیر صحت ہند یونین کا بیان ۲۲ اگست ۶۳ء کو۔

لوک سبھا میں ایک سوال کے جواب میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بڑے شہروں صنعتی علاقوں جاترا کے مرکزوں اور سمندری بندرگاہوں کے گرد نواح میں

جنسی امراض میں اضافہ ہی ہو رہا ہے .... اور ہمالیہ کے زیریں علاقوں میں کشمیر سے لے کر شمالی مشرقی سرحد تک آتشک کی بیماری برابر بڑھ رہی ہے

اودھ کے ایک دیسی اخبار نے یہ جو تجویز پیش کی تھی کہ سرکار کے قوانین (Acts) کا ترجمہ ہندی میں شائع ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں ایک معاصر نے یہ معنی خیز بیان دیا ہے کہ "صوبہ شمالی و مغربی (آج کے اتر پردیش) میں ہر پہلو سے اردو بہ حیثیت یہاں کے عوام کی زبان کے ہندی کو شکست دے رہی ہے"

گاندھی جی کے ہم وطنوں سے

مسز کلثوم سیانی گاندھی جی کی خصوصی معتمد و رفیقہ نے بہت خوب یہ تجویز پیش کی ہے کہ :-

"بین الہند' زبان' ہندوستانی کو بنا دیا جائے۔ گاندھی جی اس کو قومی زبان بنانا چاہتے تھے۔ اس لئے کہ اسی میں وہ صفات جمع ہیں جو ایک عوامی مشترک زبان میں ہونا چاہئیں۔

یہ بڑی آسان زبان ہے۔ ہندوستان کی موجودہ زبانوں میں سے آسان ترین زبان' اسے بطور پاسپورٹ لے کر ملک بھر میں جاتے جہاں چاہے چلے جائیے اور اس میں بات چیت کر لیجئے۔ مجھے یقین ہے کہ "ہندوستانی" ارتھ کی سرکاری زبان بنا دی جائے تو وہ ہندوستان کی مختلف ریاستوں میں اتحاد پیدا کرے گی"۔

"ہندوستانی" نہ تو ہندی ہے اور نہ اردو ہی ہے گو وہ دیوناگری اور اردو دونوں لکھاوٹوں میں لکھی جاتی ہے اور بہت سی ہندوستانی زبانوں کا

Marfat.com

مجموعہ ہے۔ شمال مشرق مغرب سارے ہی علاقوں میں وہ پھیل چکی ہے۔ ظاہر ہے کہ مجھے اس پر ذرا حیرت نہیں کہ ہندی کی حمایت میں جنگ "ہندوستانی" ہی زبان میں کی جاتی ہے۔ جیسے اس پر حیرت نہیں ہوتی کہ پنجاب میں ہندی اور پنجابی کے درمیان لڑائی اردو زبان میں کی جاتی ہے۔

" افسوس ہے کہ گاندھی جی کی بات ماننے سے انکار وہی کر رہے ہیں جو دن رات نعرہ بابائے قوم کی تعلیمات کا لگاتے رہتے ہیں"۔

نوٹ :۔ یہ اقتباس محض اپنی خصوصی نوعیت پر کہ مہاتما گاندھی کی اک مخصوص معتمد رفیقہ کا ہے۔ جو مہاتما کے وجدان کی صحیح ترجمانی کر رہا ہے۔ درج کیا گیا ہے۔

گوشِ ہوش کیلئے

سندر لال جی الہ آبادی کے ایک تازہ مضمون کے دو ٹکڑے

ایک دن جب میں نے راجہ جی (راج گوپال اچاریہ جی) سے ان کے تبدیل شدہ روّیہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا۔

" سندر لال ! تم ہندی والوں پر زبان کے بارے میں بھروسہ کرنا اب مشکل ہے۔ تم جب اردو کو نہ برداشت کر سکے جو ہندی سے اتنی قریب ہے تو تم سے کیا امید ہے کہ ٹمل کو برداشت کر سکو گے۔

اسی طرح جب میں نے ایک اور پرانے ساتھی اور راجہ جی ہی کی طرح مجھ سے عمر میں بہت بڑے اور ڈراوڑ کازگھام تحریک کے بانی مسٹر راما سوامی نائیکر سے سوال کیا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ " سندر لال جی تم گاندھی جی کی" ہندوستانی

علائے پھر دیکھو ہم کس طرح ساتھ دیتے ہیں، یہ برہمنیت ہم نہ چلنے دیں گے۔

ان دو مختصر سے مقولوں کے اندر کیا کچھ نہیں ہے۔ یہ اقتباس بلحاظ سانیات نیز بلحاظ مضمون، ہر دو اعتبار سے لائق تقلید ہے۔

ہندی دیوی کے روپ میں

الہ آباد ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس ایس۔ایس ہاڈن نے بہت خوب کہا ہے کہ:-

" زبان اظہار خیال کا ایک ذریعہ ہے۔ نہ کہ پوجا کرنے کی چیز۔ بدقسمتی سے ہندی کے کچھ پرستاروں نے ہندی کو بھی "سرسوتی" درگا اور کالی کی طرح ایک دیوی بنا کر غیر ہندی علاقوں میں اس کی پوجا کرانے پر زور دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہاں کے لوگ بھڑ گئے، ہندوستان، متعدد زبانوں کا گہوارہ ہے۔ یہاں ہندی کبھی بھی پورے ملک کی سرکاری زبان اس طرح نہیں بن سکتی۔ جیسے فرانس میں فرانسیسی زبان سرکاری بن گئی، فرانس میں ہر شخص فرانسیسی بولتا تھا، لیکن ہندوستان میں ایسا نہیں، ہندوستان میں ۱۴، قومی زبانیں تسلیم شدہ ہیں اور ان میں سے کوئی بھی زبان، ہندی کی وجہ سے ختم نہیں ہونا چاہیے۔

مدیر صدق کا یہ نوٹ بھی شکریہ کے ساتھ درج ذیل ہے۔

" اور جب کوئی شاعر یا خطیب نہیں ہائی کورٹ کے ایک جج وہ بھی مسلم نہیں، ہندو اور ہندی دشمن نہیں، ہندی دوست، اپنے کو اس رنگین نوائی پر مجبور پاتے ہیں تو سمجھ لینا چاہیئے کہ پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے اور معاملہ قابو سے نکل چکا ہے "

اردو والوں کا مطالبہ نامہ

اردو نثری اقتباسات کے اختتام پر ذیل میں اس مطالبہ نامہ کا آخری پیراگراف درج کیا جاتا ہے۔ جو لالہ شیام ناتھ صاحب میئر شہر دہلی کی خدمت میں انجمن تعمیر اردو دہلی کے صدر میر مشتاق احمد اور سکریٹری پنڈت آنند موہن زتشی گلزار نے اب سے پانچ چھ برس پیشتر پیش کیا تھا۔

اے سرپرست اردو! ہم دلی کے ادیب، شاعر، صحافی، ناقد، معلم، طالب علم اور اردو دوست بالخصوص اور دلی کے عام شہری بالعموم نہ صرف آپ کے شکر گذار ہیں کہ آپ نے اس مستحسن اقدام میں حصہ لیا۔ بلکہ آپ کو منشی نول کشور، لالہ سری رام کھتہ، مولف خم خانۂ جاوید، و سر شنکر لال شنکر ایسے محسنین و سرپرستان اردو کی صف میں شمار کرتے ہیں۔ آفرین ہے۔ آپ کی ہمت مردانہ پر کہ آپ نے چندر بھان برہمن، برج نرائن چکبست، دیا شنکر کول نسیم، رتن ناتھ سرشار، بشن نرائن دُرآہر (سابق صدر انڈین نیشنل کانگریس) سر تیج بہادر سپرو۔ پنڈت موتی لال نہرو۔ پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی دہلوی، پنڈت امرناتھ ساحر دہلوی۔ پنڈت دینا ناتھ مجز دہلوی۔ پنڈت رتن ناتھ غم خوار ساقی دہلوی۔ پنڈت برج کشور زتشی شور دہلوی۔ منشی پیارے لال رونق۔ منشی سورج مہر۔ منشی مہاراج بہادر برق، منشی چندی پرشاد نگم شیدا اور لالہ مُرلی دھر شاد وغیرہم اپنے ہم مشربوں اور ہم مسلکوں کی زبان کے تحفظ کے لئے پیش قدمی کی اور اپنے آپ کو مولانا احمد سعید دہلوی کا سچا شاگرد اور آصف علی بیرسٹر اور لالہ دیش بندھو گپتا کا ہم نوا اور چودھری برہم پرکاش کا ہم خیال و ہم زبان ثابت کیا اور جو کام دلی کے آخری وزیر اعلی سے بگڑا تھا اُسے دلی کے پہلے شہری کی حیثیت سے آپ نے پھر بنا کر دکھا دیا۔ کاش آپ محسوس کریں کہ آج ترمبوں ناتھ زار اور منشی تلوک چند محروم اپندر سندر لال منشی گوپی ناتھ امن

Marfat.com

سے لے کر مجوکا فرہند و (آنند موہن زتشی گلزار) تک لاکھوں محبین و خادمانِ اردو نے کتنی مسرت سے اس فیصلے کا خیر مقدم کیا ہے۔ کاش عظیم تر دلی اسٹیٹ کی پھر اسمبلی قائم ہو۔ اور پھر آپ اور آپ کے ہم خیال اس کے سربراہ ہوں اور کاش مرحوم دلی اسمبلی کے فیصلے کو وہ نئی اسمبلی اپنی اول نشست میں منظور کر کے نافذ کر سکے اور تمام لسانی قضیئے کی آڑ میں تخریبی کارروائیوں کا دلی میں سدباب ہو سکے اور یہ دلی پھر گل و گلزار ہو جائے۔"

ع‌ف معماران اردو کی یہ فہرست ابھی بہت زیادہ پھیلائی جا سکتی ہے مثلاً منشی نوبت رائے نظر لکھنوی۔ منشی جوالا پرشاد برق۔ منشی دیا نرائن نگم۔ (ایڈیٹر زمانہ) منشی لت نشیر پرشاد منور لکھنوی۔ پنڈت منوہر لال زتشی۔ پنڈت کشن پرشاد کول منشی گنگا پرشاد ورما۔ پریم چند۔ مہاراجہ کشن پرشاد شاد۔ راگھویندر راؤ جذب رائے چہ ونگا پرشاد مہر۔ پنڈت نرائن پرشاد بیتاب۔ پنڈت آنند نرائن ملا۔ منشی کرشن سہائے وحشی۔ منشی دیبی پرشاد بشاش۔ منشی برج بھوشن لال محب وغیرہم جیسا کہ آپ تالیف ہذا میں مطالعہ کرتے آرہے ہیں۔ اور ابھی مزید تعارف کتاب ہذا کے تکملہ میں پیش خدمت ہے۔

جس کے بعد ہم اک قلبی سکون اور اک ابدی شانتی، طمانیت ضمیر کی محسوس کریں گے کہ ہم نے اپنے احساس فرض کا فریضہ کچھ دیر سے ہی سہی آخر ادا کر دیا ہے۔

فاروقی

Marfat.com

ہم شروع ہی سے یہ کہتے آرہے ہیں کہ زبانیں تھوپی لادی نہیں جاتی یہ تو
میل ملاپ کے تدریجی سنگھم کی نشانیاں ہوا کرتی ہیں۔ ہمارا منشا ظاہر ہے کہ وہ کسی
دور گذشتہ کا لسانی تعصب پیش کرسکے۔ پیش کرسکے گی تو ربط والفت کی ہم رنگی
کا سامان کرے گی نہ کہ بربریت اور نفرت کا ہیجان۔

یہ پیش کش کوئی تذکرۂ شعراء یا تاریخ ادب اردو نہیں ہے بلکہ تمدنی اثرات
کی برکات پر اردو کو ہندو مسلم کی ہندوستانی مشترکہ جائداد بتایا ہے۔

مثلاً! چیدہ چیدہ یہ تحریری نظم ونثر کے اقتباسات اکابرین
کے مجموعی رنگ تحریر کے لئے پیش ہوئے ہیں کہ ان کو ٹھیٹ دیہاتی یا ہندوستانی
کہا جائے جو آج ہندو مسلمان بولتے ہیں یا وہ ہندی جس پر آج قدیم سنسکرت کا
ملمع چڑھایا جارہا ہے۔ اور خواہ مخواہ اس تصنع سے سوائے جنتا کو پریشانی اور
ضیق کے اور کچھ حاصل حصول نہیں،

یہی وقت اغتنام فرصت کا باہمی اشتراک اور تعاون سے ملکی استحکام
کا سرچشمہ ہوکر سرمایۂ لافانی ہوسکتا ہے۔

ابوالحسنات بیدل فاروقی

Marfat.com

تکملہ

یہ نثری نمونے تھے ۔ شاید آپ کو وہم و گمان ہو کہ ہندو اہل قلم تصنیف و تالیف کے میدان میں بحیثیت مصنفین کچھ پیچھے ہوں گے تو یہ مغالطہ بھی آپ کا اس تکملہ سے دور ہو جائے گا ۔ جس میں ہندو مصنفین کی اردو تصانیف کے اسماء کا "مشتے نمونہ از خروارے" ذکر خیر ہے ۔ جو اپنی گہرائی گیرائی میں کافی شہرت حاصل ہے ۔ جس سے اتنا تو بہرحال ماننا ہی پڑے گا کہ ہندوؤں کی اردو خدمات ناقابل اعتراف کسی صورت نہیں ہیں ۔

باہمی اثرات کا یہ فیض ہے کہ دو اجنبی تمدن جب کسی رشتے سے قریب آتے ہیں تو ان میں پہلے پہل سابق بیگانگی کے سبب جو دوری اور بُعد رہتا ہے وہ ایک دوسرے کے علوم و فنون اور معاشرتی خوبیوں سے لطف اندوز ہونے نہیں دیتا جوں جوں روز روز کے میل جول سے یہ نفرت ختم ہوتی رہتی ہے ویسے ہی الفت محبت اس کی جگہ لیتی رہتی ہے ۔ پھر ایک ایسا زمانہ بھی شیر و شکر کا آتا ہے جو اس بے رخی کا موڑ اور تکملہ کہلاتا ہے ۔ ادھر سلطان زین العابدین [illegible] فرماں روائے کشمیر کی بیگانگی ہمسایہ اقوام سے بے اتفاقی سے [illegible] تو اسی دور میں ادھر اکبر اعظم کا وہ [illegible] اور [illegible] میں کون اسے مسلم حکمران کہے ۔ پھر یہ افراط و تفریط اورنگ زیب کے دور معدلت گستری میں ایک معتدل توازن پہ آ جاتی ہے جو فطری اور طبعی تقاضوں کی

Marfat.com

حاصل ہوتی ہے۔

ہندو بھائی اپنے مندر میں پرارتھنا کرے، مسلمان بھیا اپنی مسجد میں عبادت کرے دونوں باہر آئیں تو ایک دوسرے سے گلے ملیں۔

یہی طبعی صورت حال ہندوستان میں مسلم حکمرانوں کی رہی اسی کو آج ہماری جمہوریت سراہ رہی ہے۔ شروع شروع کی اجنبیت بیگانگی نے جب یگانگت کا روپ لیا تو یہ ہر دو بھارت ماتا کے سپوت ملک و وطن کے چہرے کی دو روشن آنکھیں تھیں۔

مسلمانوں کے روحانی قائد امیر خسرو علیہ الرحمۃ ہی تو ہندی کے استاد الاستاذ مانے گئے ہیں۔ پھر بعد کو ملک محمد جائسی بھی کچھ کم ہندی ادب پرور نہیں تھے۔ ادھر مسلمانوں نے ہندی علوم عرب تمدن کا ہاتھ بٹایا ادھر ہندوؤں نے مسلمانوں کے علوم و فنون سے ملک و وطن کی ادبی فنی خدمات برابر کی پیش کیں۔

گو برٹش سامراجیت کی برکات نے یہ چند سالوں سے اردو ہندی کی ضد بحثی، کچھ چپقلش پیدا کر دی ہے۔ ورنہ "ہندو مسلم بھائی بھائی" کے مشترکہ مناظر بھارت میں اس سرزمین ہند نے بہت کچھ دیکھے ہیں۔ جو بالخصوص یونانی علاج اور اردو زبان کی اشتراکیت پر ہمارے سامنے کتنے ہندو طبیب ہیں جنھوں نے اپنی حیات کا ضامن ۔ "عربک میڈیسن" یونانی طریقۂ علاج کو سمجھا اور کتنے ادیب ہیں جنھوں نے اپنی معاشرت کا لطف حیات اردو ادب میں پایا۔

اردو کے سرمایۂ حیات میں معتدبہ کمی آجائے اگر برادرانِ وطن کی اردو خدمات قابل اعتناء نہ سمجھی جائیں۔

ظاہر ہے کہ بنائے تمدن کیلئے تہذیب و ثقافت دو طرح کی ہوتی ہے ایک تو وہ جس سے بجز انبساط قلب و دماغ اور کوئی مقصود خاطر مطمح نظر اصالتہً نہ ہو جیسے ادبیات کی دنیا جس میں اردو شاعری فسانہ۔ ڈرامہ ناول وغیرہ

Marfat.com

آتے ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے جو سنجیدہ مزاجی کے ساتھ علوم و فنون کی خدمت کرتی ہے جیسے تاریخ۔ فلسفہ منطق ریاضی اور دیگر تمدنی علوم اب غور فرمائیے کہ ہر دو صنف تمدن میں اردو کے حق میں برادران وطن کا برابر کا درجہ اور حصہ رہا ہے بلکہ ادبیات کے جملہ شعبوں کو دیکھا جائے تو ہندو برادری ہی کا پلہ بھاری ہے۔ کون ہے جو فسانۂ آزاد سیر کہسار۔ جام سرشار کے ہوتے ہوئے۔

پنڈت رتن ناتھ سرشار کو فسانہ کی صدر نشینی سے ہٹا دے اور اردو ادب جس سرشاری سے مخمور ہے۔ اس کو کافور کر دے اور کون ہے جو منشی جوالا پرشاد برق کی برقنائی ہوئی محفل ادب کو سونی کر دے۔

واقعہ یہ ہے کہ لکھنؤ میں جب اردو کا طوطی بول رہا تھا تو یہ برق و سرشار کے ہر دو خاندان اردو کی خدمت میں کسی مسلم فرد یا افراد یا کسی فرماں روا سے پیچھے نہ تھے۔ کشمیری پنڈتوں میں سرشار اردو ادب کے قائد و امام تھے تو کشمیری کائستھوں میں برق اردو کے قائد و رہبر اور رہنما قافلہ سالار تھے۔ برق نے تو انگریزی فرانسیسی ادب کے وہ ذخیرے اردو ادب میں ترجمے کر کے ڈھال دیئے کہ آج زبان اس خزانہ سے مالا مال ہے گو بعد کو ہندوستانی ادب میں مزاحیات مضحکات مطائبات پر لکھنے والے کافی پیدا ہوئے۔ شوکت تھانوی۔ عبد اللہ چغتائی۔ رشید احمد صدیقی۔ کرشن چندر وغیرہ وغیرہ۔

مگر یہ سب شاگرد ادب انہیں مقتدر ہستیوں کے ہیں۔ ظرافت نگاری کی انشاء پردازی میں پنڈت ترجھوان ناتھ ہجر کا مقام کسی شیخ ظرافت سے کم نہ تھا۔

جب گلزار نسیم اور سحر البیان کے متعلق ادبی لے دے شروع ہوئی تو اس دنگل میں سبھی کشمیری نوجوان لنگوٹ کھینچے ہوئے تھے اور دنیا نے بچشم

Marfat.com

خود دیکھ لیا۔ کہ اس ادبی سرد اعصابی جنگ میں اور اس خدمت اردو کی کشتی میں ہر دو شیخ و برہمن کی جوڑ برابر کی تھی اور برابر چھوٹی کسی کو کسی پر فوقیت نہ دی جا سکی کوئی کسی رنگ میں تھا تو کوئی کسی میں زیادہ دورمت جائیے بھلا عقل سلیم رکھنے والا ذی حسن دماغ والا کیسے منشی پریم چند کی افسانوی خدمات کو اردو ادب سے بھلا دے گا۔ آپ اک طرز خاص کے اس صنف میں موجد تھے۔ آپ کے شروع کے فسانے کافی مختصر ہوتے لیکن درد کوٹ کوٹ کے بھرا ہوتا۔ علامہ شبلی جیسے نقاد فن آپ کے فسانے پڑھ کے پرنم ہو جاتے ___

غرض کہ افسانے، قصص۔ ناول۔ ڈرامے ہندوؤں نے اس کثرت سے اپنی یادگار چھوڑے ہیں کہ ان کی اجمالی فہرست بھی خاص طولانی ہے۔

جب دلوں میں انس تھا۔ میل و محبت تھی تو ادبی چشمک بھی پر لطف ہوتی تھی۔

ے بے شکایت نہیں لے ذوق محبت کے مزے
بے محبت نہیں لے ذوق شکایت کے مزے

چنانچہ معرکہ چکبست و شرر کے زمانے کا یہ شعر چکبست کا برسوں یاد رہا ہے

ے ترقی کی شرر نے بھی تو کیا کی
گھٹا کی عقل اور داڑھی بڑھا کی

علامہ عبدالحلیم شرر شروع جوانی میں نکلتے قد کے ریش مبارک صاف تھی پھر خشخشی پر آئے پھر صاف ہوا نہ ڈاڑھی برگد کی جٹائیں آخری دور کی یادگار رہی۔ اس پر یہ پھبتی کسی گئی تھی اور کسی نے برا تک نہ مانا کہ دل سبھوں کے صاف تھے۔

اودھ پنچ کی ظرافت نگاری اس دور کی خاص چیز تھی۔ لوگ سڑکوں پر انتظار میں پرچے کے رہتے تھے ظاہر ہے کہ اس اخبار کے تہ پڑھنے والے بہرے

اس صنف مزاح میں اکثر ہندو مضمون نگار تھے۔ ایک "ہندوستانی" اخبار بھی اس وقت اردو کی ادبی نہ سہی ملکی سیاسی وہ خدمت کرتا تھا۔ جس کا نعم البدل تو کیا ہوتا بدل ہی بھارت کو آج بھی میسر نہیں یہ ہندو سرپرستی ہی میں صحیح صحافت اور ثقافت کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ شبلی جیسی شخصیت اس سے متاثر تھی اور پرچہ کا بے چینی سے انتظار کرتے تھے۔

اِدھر یو پی میں اخباری دنیا میں یہ اردو خدمات ہندوؤں کی تھیں۔ اُدھر پنجاب کا نہایت قدیم اخبار" اخبار عام" ہندوؤں کا ہی پرچہ تھا۔ پیسہ اخبار لاہور محمد عالم صاحب کا بعد کا ہے۔ دوسرے کثیر الاشاعت اخبار "ہندوستان"۔ "دلیش" جیسے بھی ہندو سرپرستی میں چل رہے تھے۔ "رہبر" مراد آباد اپنے زمانہ میں خاص شہرت کا مالک ہندو اخبار تھا۔

اردو صحافت اور ایڈیٹری کی دنیا میں گنگا پرشاد ورما۔ دوارکا پرشاد افق۔ دینا ناتھ حافظ آبادی۔ منشی جوالا پرشاد۔ صوفی انبہ پرشاد جیسی شخصیتوں کی اخباری حیثیت کو کون بھلا سکتا ہے۔ آج بھی کافی اخبار کثیر الاشاعت اردو کے ہندوؤں کی سرپرستی میں جاری ہیں۔ گو بعض مہاسبھائی ذہنیت سے مسموم نہ ہی مسحور ہیں مگر سو سنار کی ایک لوہار کی ان سب کا رد اور نعم البدل بلکہ رد عمل ایک دیوان مفتون سنگھ کا اخبار ریاست اپنی بے تعصبی اور بے لوثی کا کافی ثبوت دے چکا ہے۔

ماہوار رسالے بھی ہندو برادرانِ وطن کے اردو صحافت کی صدہا ادارت میں نظر آتے ہیں۔ اور نہ سہی لیکن ادیب (الہ آباد) خدنگ نظر (لکھنؤ) زمانہ (کانپور) اور بیسویں صدی دہلی نے اردو کی ناقابل فراموش خدمات کی ہیں اور کر رہے ہیں اس خصوص میں منشی نوبت رائے نظر اور بابو دیا نرائن نگم کی اردو خدمات کو کون ناحق شناس بھلا سکے گا۔ اور آج کے مدیر بیسویں صدی کی جہادی مساعی پر کون ہے جو اس کو میدانِ صحافت اردو کا شہسوار

اور غازی نہ کہے گا۔

یہ صحافتی تصویر کا تحریری رخ تھا۔ ادبی سیاسی قدروں کے تعارف کا دوسرا رخ تقریری بھی ہے۔ اس میدان میں بھی ہندوؤں کا قدم مسلمانوں سے آگے۔ آج بھی پیچھے نہیں رہا۔ اس میدان کے مرد مجاہد بھی مراد آباد کے مشہور لیڈر پنڈت اجودھیا ناتھ ہوئے ہیں۔ جنھیں عربی فارسی کی دستگاہ کے ساتھ اردو زبان پہ وہ قدرت حاصل تھی کہ اس کے مقابل مسلمان اپنے چند ممتاز شخصیتوں کو چھوڑ کر کسی کو نہیں پیش کر سکتے۔ ۱۸۸۸ء میں نیشنل کانگریس کے متعلق سرسید کے جواب میں جو ان کی طویل تقریر تھی۔ اس کی فصاحت بلاغت خطابت اور اس کے زور بیان کے نقوش اک عرصہ تک دلوں سے نہ مٹ سکے۔

آج بھی جو ہندو مقرر ہیں ان کی سلاست بیانی مسلمان مقرروں سے کسی طرح کم نہیں۔ کشمیری پنڈتوں اور کائستھوں سے قطع نظر بھی کر لی جائے کہ ان کو تو نیم مسلمان سمجھا جاتا ہے۔

غرض کہ ہندو اردو مقررین بھی مسلمانوں سے ایسے کچھ زیادہ پیچھے نہیں ہیں۔ خود پنڈت مالوی جیسے الہ آباد کے مشہور لیڈر اگر بالقصد ہندی الفاظ کی آمیزش نہ کیا کرتے تو ان کی اردو تقریریں خود مسلمانوں کے لئے باعث رشک تھیں۔ مرحوم راجندر پرشاد جیسی شخصیتوں کو چھوڑیئے وہ تو ادب و عرفان کے نکھیا تھے آج بھی ہمارے سابق مرحوم وزیر اعظم اور ان کا پورا خاندان اور آج ان کے جانشین ہمارے موجودہ وزیر اعظم شاستری مہاراج جس شگفتہ اردو میں بولتے ہیں وہ کسی اہل زبان سے کم درجہ کی اردو نہیں ہوتی گو اُسے ہندی کا نام تعصب سے دیدیا جائے یہ اور بات ہے۔ ہندوؤں کی سنجیدہ علمی عنوانات پر مشتمل بھی کافی تصانیف ہیں جن کی تفصیل کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔

ذیل میں فن وار عنوانات کے تحت بعض کتابوں کے نام نمونتہً ملاحظہ ہوں وہ بھی کسی مسلم مصنف سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔

فن تاریخ نویسی میں ہندو اکابر کا مقام

نمبر	کتاب	مصنف یا مترجم	سن طبع
۱	آئینۂ تاریخ نما ۳ جلد	راجہ شیو پرشاد	سنہ ۱۸۸۷ء
۲	اقوام ہند	بابو کشوری لال	سنہ ۱۸۶۶ء
۳	پریم ساگر	منشی سوامی دیال	سنہ ۱۸۸۰ء
۴	تاریخ راجستھان	شیو پرشاد لال دوارکا پرشاد	سنہ ۱۸۷۷ء
۵	تاریخ پنجاب	رائے کنھیا بہادر	سنہ ۱۸۸۱ء
۶	تاریخ تزک ہند	منشی دیبی پرشاد	سنہ ۱۸۸۳ء
۷	تاریخ دوربین جہاں	منشی گوری سنکر	تقریباً سنہ ۱۸۸۷ء
۸	تاریخ راجگان ہند	"	"
۹	اعمال نامہ لاوس	پنڈت رتن ناتھ سرشار	سنہ ۱۸۸۲ء
۱۰	تاریخ کانپور ۲ جلد	منشی درگا ہی لال	سنہ ۱۸۵۷ء
۱۱	گلشن پنجاب	لالہ دیبی پرشاد	سنہ ۱۸۵۰ء
۱۲	تاریخ کشمیر	پنڈت ہرگوپال کول	
۱۳	محاربۂ عظیم	پنڈت کنھیا لال	سنہ ۱۸۶۱ء
۱۴	واقعات پنج ہزار سالہ	منشی رادھے لال	سنہ ۱۸۶۸ء
۱۵	وقائع راجپوتانہ ۳ جلد	بابا جوالا سہائے	[illegible]
۱۶	تاریخ چین	منشی گوکل پرشاد	سنہ ۱۸۹۸ء
۱۷	تزک جرمنی	بشمبر ناتھ	سنہ ۱۸۷۶ء
۱۸	تاریخ عہد مغلیہ	پنڈت مکھ راج شرما	سنہ ۱۹۱۲ء
۱۹	تاریخ فرماں روایان اودھ	منشی رادھے لال	سنہ ۱۸۷۸ء

Marfat.com

نمبر	کتاب	مصنف یا مترجم	سن طبع
۲۰	عمدۃ التواریخ	بابو سوہن لال	
۲۱	کارنامۂ سکندری	لالہ گوکل پرشاد	سنہ ۱۸۷۴ء
۲۲	مرآۃ السلاطین	"	سنہ ۱۸۸۳ء
۲۳	سیر گلشن ہند	منشی بابو رام	سنہ ۱۸۷۱ء
۲۴	تاریخ سلطنت انگلیشیہ	بابو کشن لال	سنہ ۱۸۷۱ء
۲۵	تاریخ اجودھیا	راجہ درگا پرشاد	سنہ ۱۹۰۲ء
۲۶	رہنمایان ہند	پنڈت نرائن پرشاد	سنہ ۱۹۰۴ء
۲۷	تذکرۃ الکاملین وغیرہ وغیرہ	ماسٹر رام چندر	سنہ ۱۸۸۲ء

مندرجۂ بالا کتب کی فہرست کے مطالعہ سے ناظرین تالیف ہذا کو یہ امر بہرحال طور پر بخوبی روشن ہو جاتا ہے کہ جغرافیہ تاریخ جیسے خشک لٹریچر پر ہندو مصنفین نے وہ پوری دلچسپی اور انہماک سے کام کیا ہے کہ صد آفرین!

اس گرانقدر اعلیٰ معیاری تاریخی لٹریچر پر بجز حیرت اور استعجاب کے اور کیا ہو سکتا ہے ــــ ؟

یہ ان چند کتابوں کے نام لئے گئے ہیں۔ جن کا موضوع سلطنتوں کی تاریخ اور افراد کی سوانح عمریاں تھا۔ علم و ادب کی تاریخ اس سے علٰحدہ شئے ہے۔ ہندوؤں کی ناداری اس باب میں بھی نہیں ہے۔ اردو زبان کی تاریخ ایک ایسا عنوان ہے جس کی اہمیت محتاج بیان نہیں۔ بایں ہمہ اس پر کسی مسلمان نے مستقل حیثیت سے اب تک توجہ نہیں کی۔ حالانکہ آج سے تقریباً پونا صدی پہلے ایک ہندو مصنف

Marfat.com

اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ تالیف کر چکا ہے ۔ "بابو چرنجی لال" دہلی کے ایک اہل قلم تھے ۔ انہوں نے ۱۸۸۴ء میں اردو زبان کی تاریخ کے عنوان سے ایک کتاب شائع کی جو گو مختصر ہے تاہم نہایت مفید معلومات سے پر ہے ۔ اور جس سے مدد لینا آئندہ مورخین اردو کیلئے ناگزیر ہے ۔ لالہ لچھمی نرائن کی چمنستان شعراء ایک مشہور کتاب ہے ۔

اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے ۔ منشی دیبی پرشاد بشاش نے ۱۸۸۵ء میں ہندو شعرائے اردو کا ایک جامع تذکرہ "آثار الشعراء ہنود" کے نام سے شائع کیا ۔ جس میں چھ سات سو ہندو شاعروں کا تذکرہ اور ان کے کلام کے نمونے درج ہیں ۔

نیز لالہ سری رام ایم اے ۔ نے خم خانہ جاوید کے ذریعے اپنے خاص رنگ میں اردو زبان کی وہ عظیم الشان خدمت انجام دی ہے جس کے جواب میں کسی مسلمان کا نام نہیں پیش کیا جا سکتا ۔

لغت کے سلسلے میں اگرچہ کوئی مبسوط و مستند اردو لغت کسی ہندو کا مرتب کیا ہوا شاید موجود نہیں تاہم یہ واقعہ فراموش کر دینے کے قابل نہیں کہ انیسویں صدی کے آخر میں جب ڈاکٹر فیلن دہلی آکر ایک ضخیم و مستند لغت اردو کی ترتیب میں مشغول ہوا تو اس کے مشیروں اور اسکی زیر نگرانی کام کرنے والوں میں مسلمان زبان دانوں سے زائد ہندو اصحاب ماسٹر پیارے لال ۔ منشی چرنجی لال ۔ لالہ فقیر چند وغیرہ جیسے ہی تھے ۔

تاریخی لٹریچر سے قطع نظر کر کے خالص علمی عنوانات پر بھی ہندوؤں کی اردو تصانیف ملتی ہیں ۔ ذیل میں فلسفہ، منطق، ریاضی، سائنس کے متعلق ہندوؤں کی بعض تصانیف و تراجم ملاحظہ ہوں ۔

Marfat.com

ہندو برادری کی فنی سرگرمیاں

نمبر شمار	مصنف	نام کتاب	فن	سن طبع
۱	دیبی پرشاد	تلخیص الحساب	ریاضی	۱۸۷۸ء
۲	رام رتن لال	علم مساحت	″	۱۸۷۷ء
۳	دیبی پرشاد	خلاصۃ المنطق	منطق	۱۸۷۲ء
۴	دین گوپال ایم اے	منطق قیاسی	″	۱۸۷۹ء
۵	شیو پرشاد	حقائق الموجودات	سائنس	۱۳۱۱ھ
۶	رگوناتھ سہائے	رسالۂ علم طبیعات	″	۱۸۷۳ء
۷	کنھیا لال	اصول فکری نظری	فلسفہ	۱۸۶۲ء
۸	دیا رام	آسمانی سائنس	ہیئت	۱۸۹۷ء
۹	چندو لال	ارض النجوم	″	۱۹۰۳ء
۱۰	دیبی پرشاد	مرأۃ العلوم	سائنس	۱۸۷۵ء
۱۱	دیبی پرشاد	اصول مساحت	ریاضی	۱۸۸۵ء
۱۲	آتما رام	اقلیدس	″	۱۸۸۵ء
۱۳	رام رتن لال	علم مثلث مستوی	″	۱۸۷۳ء
۱۴	رام پرشاد	اقلیدس مقالہ	″	۱۸۷۹ء
۱۵	″	تعلیم المساحت	″	۱۸۸۵ء
۱۶	دیبی چند	لیلاوتی	″	۱۲۷۱ء
۱۷	رگھناتھ داس	اصول برقی و مقناطیس	سائنس	۱۸۷۳ء
۱۸	آیا رام	کتاب علم سکون	ریاضی	۸۷۹ء
۱۹	ایشری پرشاد	اصل الحساب ۴ حصہ	″	۱۸۸۳ء

Marfat.com

نمبر شمار	مصنف	نام کتاب	فن	سن طبع
۲۰	بنسی دھر	اقلیدس ۲ مقالہ	ریاضی	۱۸۵۳ء
۲۱	بنسی دھر	جبر و مقابلہ ۲ حصہ	″	۱۸۵۶ء / ۱۸۷۸ء
۲۲	درگا پرشاد	علم الحساب ۲ حصہ	″	۱۸۸۱ء
۲۳	سکھ دیو سنگھ	خزینۂ الحساب	″	۱۸۷۹ء
۲۴	ساگر چند	علم حساب	″	۱۸۸۱ء
۲۵	ستیل پرشاد	علم مثلث	″	۱۸۷۲ء
۲۶	موشی بھوشن کرجی	علم حرکت	″	۱۸۷۹ء
۲۷	ہرلیش چندر بوس	جغرافیہ طبعی	سائنس	۱۸۸۲ء
۲۸	مکند لال	علم کیمیا	″	۱۸۷۱ء
۲۹	رتن ناتھ	شمس الضحیٰ	″	۱۲۹۰ء
۳۰	تیلو رام	قوت کہربائی	″	۱۸۹۱ء
۳۱	آتما رام	اوراق پریشان	″	۱۹۱۶ء

منطق و فلسفہ کی طرح طب کا فن بھی عموماً مسلمانوں کے ساتھ مخصوص سمجھا جاتا ہے۔ لیکن واقعات سے اس خیال کی بھی تصدیق نہیں ہوتی اس لئے کہ طب یونانی و ڈاکٹری دونوں پر ہندوؤں کی تصانیف بہ کثرت موجود ہیں۔ چند کے نام درج کئے جاتے ہیں۔

۱	برج لال گھوش	علم و عمل فن جراحی	طب	۱۸۸۳ء
۲	پنڈت بشمبر ناتھ	آئینۂ حیات	″	۱۸۹۴ء
۳	نگندر چندر کرجی	اکسٹرا فارما کوپیا	″	۱۸۹۷ء

Marfat.com

نمبر شمار	مصنف	نام کتاب	فن	سن طبع
۴	ڈاکٹر تیلی رام	امراض شش و قلب	طب	۱۸۸۲ء
۵	ڈاکٹر مولا رتن بے باک	امراض گوش	"	۱۸۸۷ء
۶	"	پریکٹس آف سرجری	"	۱۸۸۷ء
۷	"	پرنسپلز آف سرجری	"	۱۸۸۶ء
۸	ڈاکٹر بھولا ناتھ	علم و عمل طب	"	
۹	ڈاکٹر مکند لال	پریکٹیکل فارمیسی	"	۱۸۸۷ء
۱۰	"	میٹریا میڈیکا	"	۱۹۰۵ء
۱۱	ڈاکٹر ببلی رام	پریکٹیکل ہائیجین	"	
۱۲	"	ہادی صحت	"	"
۱۳	حکیم لچھمی پرشاد	ذخیرۃ العلاج	"	۱۹۵۲ بکرمی
۱۴	دلیپ سنگھ	عجالۂ جراحی	"	۱۸۸۷ء
۱۵	دوارکا ناتھ	کیمیائے انسان	"	۱۸۹۵ء
۱۶	ڈاکٹر نوین چندر چکرورتی	کلیات طب ۲ جلد	"	۱۸۸۲ء
۱۷	ہوشیار سنگھ	مخزن الادویہ انگریزی کا ترجمہ	"	۱۸۸۷ء
۱۸	پنڈت بال کشن	میٹریا میڈیکا	"	۱۹۰۲ء
۱۹	پیارے لال	دلائل ارسطو	"	۱۸۹۲ء
۲۰	سونی کرشن	نیا علم شفا بخشی	"	۱۹۰۴ء
۲۱	دلیپ سنگھ	معالجات ضروری	"	۱۸۸۶ء
۲۲	بابو رام	گلشن حکمت	"	۱۸۹۹ء
۲۳	حکیم بلاقی داس	گنج حکمت	"	۱۸۹۹ء

نمبر شمار	مصنف	کتاب	فن	سن طبع
۲۴	بشمبر ناتھ	معلم الملاشی فی تشریح الجروح والاصوات	طب	۱۸۸۷ء
۲۵	حکیم باقی داس	اکسیر دماغ	"	-
۲۶	ڈاکٹر گرودت سنگھ	مفتاح البصارت	"	۱۸۸۴ء

اردو میں پالیٹکس (سیاسیات) اکنمکس (معاشیات) کا ذخیرہ اب تک بہت ہی کم منتقل ہوا ہے ۔ لیکن جو کچھ بھی ہے ۔ ہندوؤں کا ہاتھ اس میں بھی شریک ہے ۔ ۱۸۶۱ء میں سرسید کی تحریک پر ایک ہندو بزرگ دھرم نرائن نے مل کی پولیٹیکل اکانومی کا ترجمہ اصول سیاست مدن کے نام سے شائع کیا ۱۸۷۸ء میں لالہ کنھیا لال نے آئین سلطنت شائع کی ۔ دیوان نریندر ناتھ نے مل کی مشہور معروف کتاب لبرٹی (آزادی کا) ترجمہ کیا ہے ۔

خطبۂ صدارت نیاشنل جمہوری کنونشن ڈاکٹر کرشنا راؤ ممبر پارلیمنٹ و سابق گورنر یوپی جس کے بارے میں مورخہ ۲۶ مارچ ۶۵ء میں مدیر صدق کا نوٹ یہ ہے ۔ موجہ یہ بھی پڑھئے ۔

" صدارتی ایڈریس وغیرہ صرف انہیں جلسوں میں پڑھنے کے قابل ہوتے ہیں جن کے لئے وہ لکھے جاتے ہیں ۔ لیکن یہ اڈرس ایسی حقیقتوں سے پُر ہے کہ پرانا ہو جانے پر بھی پڑھا جا سکتا ہے ۔ اور مظلوم اقلیت کے حق میں اس میں ایسی باتیں شستہ اردو میں کہی گئی ہیں جو تاریخ کا مستقل باب بن جانے کی صلاحیت رکھتی ہیں " اور بھی مزید چند متفرق اسائے ماضی قریب اور حال کے مصنفین کے ملاحظہ ہوں ۔

Marfat.com

آج کی اردو شاعری ——— سیتل برہان پوری

آزادی کا ادب ——— گوپال متل

عطر چمن ——— کنور گوری پرشاد

ملکۂ صحرا۔ عجیب لڑکی۔ خاموش نغمہ ——— ادم پرکاش نامی

ادبی اور قومی تذکرے۔ حصہ اول دوم ——— پنڈت کشن پرشاد کول

ہندی مسلمان حکمرانوں کے سیاسی اصول ——— ڈاکٹر ایشور ٹوپا

باپو کے قدموں میں ——— ڈاکٹر راجندر پرشاد

خطوط غالب ——— مالک رام

سن ستاون ——— پنڈت سندر لال

مجموعہ گلشن راگ ——— جسونت رائے

نغمۂ بلبل چہک ——— لالہ کدار ناتھ صورت

کلام بے لگام ——— این۔ بی۔ سین ناشاد

لطائف اکبر و بیربل ——— نانو مل اگروال

ایک چادر میلی سی ——— کنور راجندر سنگھ بیدی

میری ہندوستانی گرامر۔ انڈین آفس

———

نیا ادب۔ باون پتے۔ ایک عورت ہزار دیوانے۔
طوفان کی کلیاں۔ گدھے کی سرگذشت۔ دروازہ۔
الٹا درخت۔ شکست کے بعد۔ دل کی وادیاں سوگئیں۔
وغیرہ وغیرہ } کرشن چندر ایم۔ اے

نگارشں (افسانہ نمبر) ——— گیان سنگھ

دیوان سحر ——— منشی دیبی پرشاد سحر

لغات ستہ۔ نظم پیروین ——— " " "

معیار الانشاء۔ ارژنگ چین ——— " " "

ہماری قومی زبان —— سر تیج بہادر سپرو

مشاہیر عالم —— پیارے لال

سپوت (مجموعۂ مشاہیر) —— نانومل اگروال

رسول عربی —— گورو دت سنگھ دارا بیرسٹر ایٹ لاء

ہدایت نامۂ صحت —— کوبراج ہرنام داس بی اے

شادی سے پہلے اور بعد —— کوبراج بابورام وید

جام جہاں نما —— منشی شیو پرشاد

خطبۂ صدارت کانگریس بلگام —— گاندھی مہاراج

رپورٹ جلیانوالہ باغ —— ایم کے گاندھی

مذہب اور دھرم —— مہاتما گاندھی جی

بھارت آج اور کل
جواہر لال کی کہانی } پنڈت جواہر لال نہرو
جگ بیتی ″

مرآۃ الصرف —— منشی دولت رائے

ٹیگور کے ڈرامے —— رابندر ناتھ ٹیگور

عورت کی محبت —— سدرشن

ہندو شعراؤں کی رام کہانی —— منشی رام پرشاد ماتھر بی اے ملیگ

ہندو شعراؤں کی دلچسپ اصلیت —— ″

خطبۂ صدارت کانگریس کانپور —— مسز سروجنی نائیڈو

رہنمایانِ ہند —— بابو نرائن پرشاد ورما مہر

سبھاش بوس —— گوپال متل بی اے

یادِ رفتگان —— جگر بریلوی

آئینہ تاریخ —— راجہ شیو پرشاد

Marfat.com

رسالۂ تحریک (غالب نمبر) ——— گوپال متل

کلید گنج معانی ——— پنڈت رام پرشاد

افضل التواریخ ——— منشی رام سہائے تمنا

"ہم کیوں کر دولت مند بن سکتے ہیں" ——— حکیم رام کشن

اصول ہمیو پیتھک ——— پیارے لال

نمک ملکہ ——— لالہ رام لبھایا بی۔ اے

قصص (دہسلانے کی کل) ——— بابو اشر داس

اسرار فرمیانہ زندگی ——— لالہ دینا ناتھ

گوشۂ عافیت۔ چوگان ہستی۔ دودھ کی قیمت۔ خاک پروانہ۔ قصۂ گل وصنوبر۔ جلوۂ ایثار۔ وغیرہ وغیرہ } منشی پریم چند

قصۂ ملک محمد ——— مہر چند لاہوری

گلدستۂ اخلاق ——— لالہ رگھوناتھ سہائے بی۔ اے

جامع الرسل ——— پنڈت گودہاری لعل

انکم ٹیکس کا قانون ——— پنڈت سری بھارگو بی اے۔ ایل ایل بی

طوطے کی چڑیا ——— بابو پیارے لال

اقتصادی اپنشد ——— برج نرائن

صنعت وحرفت کے قیمتی راز ——— مہانند صاحب

رسالہ نگارش ——— مہندر باوا

ادب میں ترقی پسندی ——— گوپال متل

نیرنغمہ۔ جوٹ۔ نفرت ——— دت بھارتی

عربی ادب کی تاریخ۔ فارسی ادب کی تاریخ۔ اردو ادب کی تاریخ۔ } رام لال

نیل کنٹھ ۔ چندر کلا ۔ جلن ۔ رادھا الزبتھ ۔ } جمنا داس اختر
پاپی ۔ سونا گاچھی ۔ طوفان کی کہانی ۔ جوار بھاٹا ۔ }

دھرتی کا لہو ——— نانک سنگھ

خوفناک ٹولہ ۔ حورِ ظلمات ۔ } تیرتھ رام فیروز پوری
لنگڑا بدمعاش ۔ بلیک شرٹ ۔ }

آگ اور دھواں ——— ایم ۔ ایم ۔ راجندر ایم ۔ اے

برہمن ۔ ستم ۔ گھائل ——— کرشن گوپال عابد

آج کی بات ——— جگدیش بسمل

میرے سپنے ——— پروفیسر کرشنا کماری ایم ۔ اے

سنگھار کمرے میں ۔ بیسویں صدی کی کشیدہ کاری ۔ " "

۱۸۵۷ء کی دلی ——— مہیشور دیال

گلِ رعنا ——— برج لال جگی رعنا کا تازہ مجموعہ کلام

سیاہ تاج محل ۔ وسکی کی بوتل ۔ ——— موہن یاور کے افسانوں کا مجموعہ ۔

کھیت میں لہو ——— ناجور سامری

فراق ۔ پیاسا ۔ پراسرار رقاصہ ۔ پراسرار قاتلہ ——— رنگین بھارتی

اندھیری راتیں ۔ ——— ریونی سرن شرما

ایک پیار ایک دھوکا ——— رام سرن شرما

آہٹ ۔ جینے کیلئے ——— ستیہ پال آنند

وغیرہ ——— مہندر ناتھ

سائنس کے چند پہلو ——— سی ۔ وی ۔ رامن

ملکی تہذیب کا مستقبل ——— ڈاکٹر رادھا کرشنن

چھبیس سال بعد ——— امرتا پریتم

اردو ۔ بیکراں ——— جگن ناتھ آزاد

Marfat.com

ستاروں سے ذروں تک ——— جگن ناتھ آزاد
تعلیم دینے کا فن ——— ڈاکٹر منوہر سہائے انور
ابھی نندن گرنتھ ۔ نزدوس گوش وغیرہ ——— جوش ملسیانی
آہنگ حجاز ۔ ہفت رنگ ۔
پوسٹ مارٹم ۔ نغمۂ سرمد ۔ وغیرہ } بال مکند عرش ملسیانی
سرمد کی فارسی رباعیوں کا اردو رباعیات میں ترجمہ :۔
سنگم ۔ ——— نریش کمار شاد
سرقہ اور توارد ——— " "
بھوآر ——— " "
دستک ——— " "
سرخ حاشیے ——— " "
ڈارلنگ ——— " "
مالوا ——— " "
مطالعے ——— " "
للکار ——— " "
قاشیں ——— " "
آیات جنون وغیرہ ——— " "
دل ناداں ——— کرشن موہن ایم اے
شبنم شبنم ——— " "
تماشائی ——— " "
نگاہ ناز ——— " "
کارواں ——— پروفیسر کنھیالال کپور
سنگ و خشت ——— " "

Marfat.com

گلی گلی ـــــــ رام لعل
آواز تو پہچانو ـــــــ " "
نئی دھرتی پرانے گیت ـــــــ " "
عورت ایک پہیلی ـــــــ راج کنور کے تنلو رومانی افسانوں کا مجموعہ۔
کفر و ایمان ـــــــ ہری چند اختر
موٹر میکنگ گائڈ ـــــــ شیو نانتھ تسکین
موٹر ڈرائیونگ ـــــــ کرشنا نند شرما
آشا دیپ بجھے نا ـــــــ ست پرکاش
ابراہیم لنکن ـــــــ چندر موہن لانبہ
اصلی مکمل باورچی خانہ ـــــــ جے سی۔ داس ساجد
ہمارا آپٹیبل ـــــــ خوشتر گرامی
رات کے گھونگھٹ ـــــــ ٹھاکر پونچھی
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے ـــــــ " "
زلف کے سر ہونے تک ـــــــ " "
چاندنی کے سایے ـــــــ " "
پیاسے بادل ـــــــ " "
یادوں کے کھنڈر ـــــــ " "
روپ ـــــــ فراق گھورکھپوری
رمز و کنایات ـــــــ " "
مشعل وغیرہ وغیرہ ـــــــ " "
برف میں انگارے۔ ستیش نترا ـــــــ اندر جیت سنگھ تلسی
بوند بوند ساگر ـــــــ " "
ویران بہاریں ـــــــ " "

اور کرشن چندر، کنور مہندر سنگھ بیدی سحر جیسے جدید اردو ادب کے شہکاروں فنکاروں کے صدہا اردو خدمات اور آج کا "بیسویں صدی" کا خود ایک ننہا رسالہ خوشتر گرامی کی ادارت میں جو اردو کی بہر تنوع خدمت انجام دے رہا ہے ۔ جس کے قلمی معاون مسلمانوں سے کہیں زیادہ خود مدیر اور اس کی ہندو برادری ہے ۔

الغرض! کہاں تک آخر خامہ فرسائی کی جائے کوئی موضوع سخن ایسا آپ کو نہ ملے گا جس پہ ہندو اہل قلم نے قلم نہ اٹھایا ہو ۔ اردو کی خدمت میں برادرانِ وطن کا ہمیشہ ہاتھ رہا ہے ۔ اردو نوازی میں ان کا برابر کا حق اور حصہ تھا اور ہے ۔

آخر ہم کس تعصب کی بنا پر کہہ دیں کہ اردو کی خدمت ہمارے ہندو بھائیوں نے کونسی کی ہے ۔ جب کہ ضمیر کی آواز اندر سے پکار پکار کر چیخ چیخ کر کہہ رہی ہے کہ اردو کو ہندوستان جنت نشان کا مشترک سرمایہ نہ سمجھنے والو! تمھاری یہ بھول ناقابلِ معافی ہے ۔ آج بھی اہلِ دل ہندو برادری کو اتنا ہی درد اردو کی بربادی پر ہے ۔ جتنا کسی کو اپنی صلبی اولاد کی کشتنی پہ ہو سکتا ہے ۔

اور یہ تو تصنیف و تالیف کا میدان تھا ۔ میدان نشر و اشاعت اور طباعت میں بھی ہندو برادر کچھ کم نہ تھے ۔ سو سنار کی تو ایک لوہار کا ۔ مرحوم منشی نول کشور لکھنؤ کی اردو فارسی عربی کی اشاعتی خدمات اپنی آپ مثال رہی ہیں ۔ اردو دنیا میں جتنی کتابیں آج تک چھپی ہیں ان میں بھاری بھر کم منشی صاحب کا حصہ رہا ہے ۔ گو آج ان کی اولاد میں یہ بڑا نامطبع تقسیم ہو کر اپنی انفرادیت باقی نہ رکھ سکا ۔

الحاصل! اردو پہ عربی کلچرل اثرات کا بنیادی سرمایہ آپ کی شگفتگی کیلئے بطور ایک خاکہ پیش ہوا ہے تفصیلی مبسوط مواد کا دوسری

Marfat.com

پیش کش ہے ۔
جو آپ کے سامنے جلد خدا چاہے آئے گی۔ جس سے اردو کی وہ شگفتہ تر
بہاریں دیکھی دکھائی منظر عام پر آئیں گی کہ روح تازہ ہو جائے گی ۔ اس
"ہندوستانی" ملک کو بھارت کی مہارانی بننے کا بجا شرف حاصل ہوتا تھا۔
جس کو آج بھارت کی لونڈی بھی نہ تصور کیا جائے تو اس کور مذاقی کا کیا
علاج ؟

اردو نے اپنے حسن معانی کے حسن منظر ہند کو ہی نہیں پیش کئے بلکہ
انگریزی کے بعد بین الاقوامی اردو کی پوزیشن ہے ۔ ہر ملک و ہر دیار میں اس
کے بولنے والے ہیں ۔ خود اس کے اپنے گھر میں اس کو بولنے ظالم کہتے ہیں کہ اردو کوئی
زبان نہیں اس ستم ظریفی کی ستم ظریفی کا طرفہ تماشا کیا کہئے !
ذرا غور کیجئے کہ تقسیم وطن کے زہریلے اثرات یہاں تک بیگانگی کی خلیج
حائل کر دیں کہ یہ پشتوں کا آبائی سرمایہ مشترک ہندوستان کا ہندو مسلم
کی مشترکہ میراث بھی "تعمیر نو" کی بھینٹ چڑھ جائے اور ہندی کو بروئے کار
لانے تک انگریزی کی آڑ لیتے لیتے آزادی کی روح سے ہی ہم ہاتھ دھو بیٹھیں
اور اس نعمت کے حصول پر جو ملک و وطن کو فطری سدھار اور طبعی ترقی
میسر آنا چاہئے اس سے محروم رہ جائیں ۔ اور پھر وہی افرنگی غلامی کی غلامانہ
ذہنیت نادانستہ ہم پر مسلط رہے ۔
چین ۔ جاپان ۔ روس اور دوسرے ممالک جو انگریزی اقتدار
میں نہیں رہے ۔ لسانی اور ثقافتی اقدار ان کے خود اپنے ہیں ۔ وہ جو ترقی
کرتے ہیں سائنسی ہو یا ٹکنالوجی میں وہ ان کی اپنی اپنائی ہوئی اپنی ملکی زبانی
ہے ۔ سو ظاہر ہے کہ موجودہ ہندی میں یہ سکت نہیں ہے کہ وہ موجودہ ترقی
سائنس کے نت نئے ہوئے مسائل کو اپنے کوتاہ دامن میں سمیٹ سکے ۔ تو لامحالہ
انگریزی سے دوری اور اجنبیت ملک کے لئے جس ناقابل تلافی نقصان عظیم

Marfat.com

کا باعث ہو رہی ہے وہ محتاج بیان نہیں کہ ابھی ایک صدی تک ہم مزید انگریزی ادب و کلچر کے محتاج رہیں گے اور ہماری نسلیں بھول جائیں گی کہ ان کے اسلاف نے برٹش سامراجیت سے کتنی قربانیوں کے بعد یہ ملک آزاد کرایا تھا۔

اس لئے وقتی سیاست کا بھی یہی واحد تقاضا ہونا چاہئیے کہ ہم تنگ نظری کی عینک اتار پھینکیں اور اردو کو ہندوستانی سمجھ کر اسے مہاتما گاندھی جی کی تمناؤں میں مزید پروان چڑھائیں کہ بین الاقوامی زبان بننے کی سکت صلاحیت ہمارے اسلاف کی آبیاری سے اسی میں آئی ہے۔ ہندی کو اردو سے علاحدہ سمجھنا ہی وہ مہاپاپ ہے جس کے لئے "باپو" نے ہمیں بار بار تنبیہ کی ہے۔ ہم کو اپنا ہندوستانی ادب اور اپنا دیسی طریقۂ علاج (ویدک یونانی) مشترک ہندو مسلم کی میراث سمجھ کر سائنسی اقدار پر ترقی کرنا ہی ہمارے بقاء وجود کا ضامن ہے۔

اس پیش کش کا بھی مقصد اصلی یہی ہے کہ آزادی کے بعد سے اگر اردو کو اس کی اپنی طبعی رفتار پر ہی گام زنی میسر آتی تو آج دنیا دیکھ لیتی کہ اس متحدہ روحانیت کے سر چشمے سے کیا کیا انوار و برکات و حدتِ حق کے نکلتے اور کتنے شائقین ادب و عرفان کی تشنگی بجھتی اور ہم صحافتی ثقافتی ترقیوں کے ساتھ کتنے میدانِ سیاست میں آگے بڑھ چکے ہوتے۔

اب بھی وقت ہے کہ ناعاقبت اندیشی کی رجعت قہقری سے ملک کا کوتاہ اندیش عنصر باز آئے اور جمہوری تقاضوں پر ملک کا معاون بنے پھر دیکھئے کہ اتحاد کی لہریں پورے براعظم ہند کے ادبی سمندر سے اٹھ کر سنسار بھر کو وہ انسانی شائستگی کا سلیقہ دیں کہ شاید باید اور یہ ادب اردو کی کرامت اپنی آب حیات کی وہ معجز نمائی دکھائے کہ دنیا اس کے ادب کی برتری کی قائل ہو جائے۔

تالیف ہذا کے مطالعہ سے یہ الزام بے بنیاد ہو کر رہ گیا ہے کہ اردو

صرف مسلمانوں کی زبان ہے ۔ اردو کے عناصر خمسہ شبلی ۔ حالی ۔ آزاد ۔ نذیر احمد ۔ سرسید ہی معمارانِ اردو نہیں ہیں بلکہ سرشار، برق، نسیم و چکبست ۔ فراق و کیفی اور صدہا آج کے ہندو ادیب بھی برابر کے اردو ہند میں ہیں ۔ نیز یہ بات بھی پوشیدہ نہ رہے کہ اس اردو نوازی میں بھارت کے ہندو مسلم مرد ہی حصہ بردار نہیں ہیں بلکہ خدا کے فضل و کرم سے مسلم خواتین کے ہم پلہ ہندو خواتین بھی نظم و نثر کی شاہکار ہیں ۔

اور یہ اتہام بھی غلط ہو کر رہ گیا ہے کہ ہندی ہنود کی ہے ۔ ہندی تو ہند والوں کی ہے وہ امیر خسروؒ اور ملک محمد جائسی ہوں کہ کبیر، تلسی، نانک ۔

اردو وہی قابل ستائش مانی گئی ہے ۔ جس میں غیر مانوس الفاظ عربی فارسی کے ہوں نہ سنسکرت کے اس صفت پر اردو انشاء کے اہلِ قلم ہر دو ہندو مسلم برادری میں بہ کثرت موجود ہیں ۔ سرسید کی انشاء اور غالب کے خطوط مسلم طبقہ شہادت میں پیش کر سکتا ہے ۔

خیال تھا کہ خالص ہندی ادب پر جو مسلمانوں نے کام کیا ہے وہ بھی سرِ دست اسی پیش کش میں پیش کر دیا جائے ۔ جبکہ نہ اردو صرف مسلمانوں کی ہے نہ ہندی محض ہندوؤں کی ہے بلکہ اردو ہندی کی ہی تو شگفتہ تر صورت ہے ۔

ہر دو برادرانِ وطن ہندو مسلم نے ہر دو کو بلا کسی انانیت کے پروان چڑھانے میں برابر کا حصہ لیا ہے ۔ مگر یہ ارادہ کچھ بخوف طوالت چھوڑ دیا گیا ۔ اور کچھ اس لئے کہ جیسا ہم نے اس پیش کش میں اردو کی شرکت کا حق ادا کیا ہے ۔ ہندو اہلِ قلم کے کارناموں کو پیش کر کے ایسا ہی یہ حق ہمارے ہندو بھائی ادا کریں گے ۔ اور ادا کر بھی چکے ہیں ۔ چنانچہ فرزند جوش ملسیانی عرش ملسیانی صاحب کا مضمون "ہندی کے مسلمان شعراء" کے عنوان

Marfat.com

سے مسلسل بارہ قسطوں میں رہنمائے تعلیم میں زمانہ ہوا کہ شائع ہو چکا ہے وغیرہ وغیرہ ۔

کاش کہ زبان کے مسئلہ کو ڈپلومیسی اور سیاست سے نہ ملوث کیا جائے کہ یہی ہمارا مشترک سرمایۂ حیات ہے ہمارے ملکی اتحاد کا یہی واحد سبب ہے ۔ اور آج جو منافرت کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہونے کے خواب دیکھ رہی ہے وہ کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو ۔

قدرت کو بڑی شکتی ہے !

کیا عجب کہ ملک کا سنجیدہ طبقہ جو عملی طور پر حمایت اردو میں پُرخلوص حصہ لے رہا ہے ، اس کے مساعی بار آور ہو کر فضا کو ہموار کرنے میں ملک و ملت کے ایسے معاون ہوں کہ ۔

مذہب کا زبانوں کا تعصب مٹے یکسر ، جمہوریہ ہند میں خادم ہو نہ افسر
اردو بھی رہے ہند میں ہندی کے برابر ، اک شانتی بیدلؔ ہو دھرم سب کا سراسر
اور حق کی حمایت رہے بھارت کو میسر

بس ہماری پرارتھنا ایشور سے یہی ہے کہ وہ قادر المقتدر ہستی ہمیں صحیح سمجھ بوجھ خود کو سمجھنے کی دے ۔

جے ہو حق کی ——— جے ہو اہل حق کی

بھارت زندہ باد

ابوالحسنات ابوحسن بیدل فاروقی سہارنپوری
صدر شعبۂ عربی ، فارسی ، اردو گورنمنٹ ٹریننگ کالج منبور

چند بند

جامِ چرغ

تہی ظرفوں کا پیمانہ بہر محفل چھلک اٹھا
گلی کوچوں میں ہر اہلِ ہوس پیکر بہک اٹھا
مگر رندوں کی میخواری کو جامِ چرغ بھی کم تھا
قلندر جب بساطِ عرش پہ پینے لپک اٹھا
انا الحق کی شراب کیف سے عالم مہک اٹھا

بیدل

دشواری

جتنا دشوار ہے حیوان کا انسان ہونا
اتنا ہی سہل ہے انسان کا حیواں ہونا
پر یہ ہرگز نہیں باور ہمیں، کیا ممکن ہے؟
اک ملک نزکا یہ انساں سے شیطاں ہونا
جیسے ممکن نہیں شیطان کا رحماں ہونا

بیدل

Marfat.com

خسارا

ہر سود میں یہاں کے آیا نظر خسارا
سب سے ہوئے کنارا تب آلگا کنارا
با دوستاں تلطّف ، با دشمناں مدارا
ہونا نہیں ہے "حافظ" اب اسطرح گذارا
مر مر کے اس جہاں میں جینا ہے بے سہارا

بیدل

ذخیرۂ ... لاہور

نہیں ہوتا

دِل اپنا جیسے چاہے وہ کام نہیں ہوتا
یوں ہونے کو دنیا میں کیا کام نہیں ہوتا
ہر آس بدلتی ہے سدا یاس کا لے جیون
ہر کام کا جب اچھا انجام نہیں ہوتا
قسمت میں بھرا مئے سے ہر جام نہیں ہوتا

بیدل

کچھ دیر

کچھ دیر لحد میں ہی آرام سے دِل سوتا
ہستی ہوئی دنیا سے بیچارہ گیا روتا
بت خانہ سے نئے خانے کھویا ہوا آیا ہے
کا ہے کو یہاں آتا گر ہوش میں یہ ہوتا
جو کھویا ہوا خود ہے کونین کو بھی کھوتا

ابوالحسنات ایوب حسن بیدل فاروقی مؤلف تالیف ہذا

Marfat.com